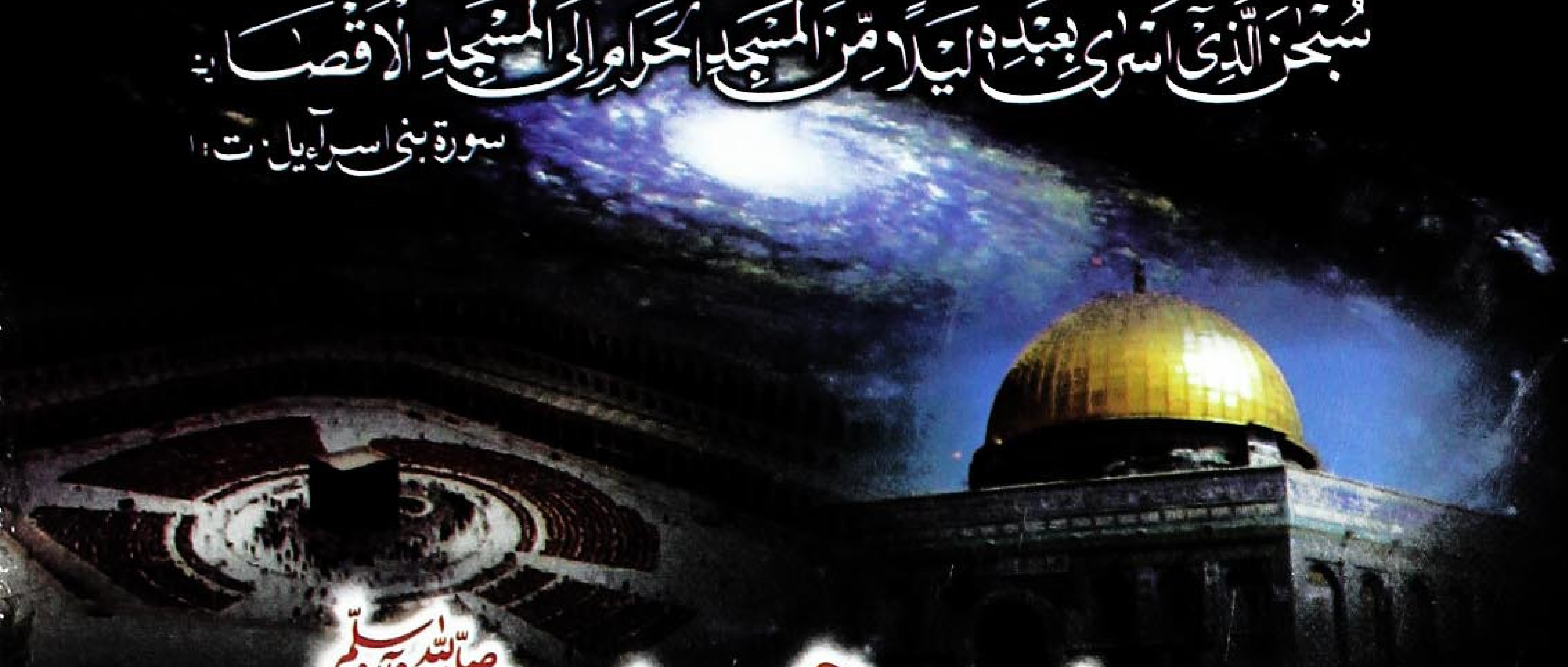

معراج اور صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مع
سائنسی انکشافات

تالیف عبداللہ مدنی

محبوب سبحانی حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ

صاحبِ تفسیر علامہ قرطبیؒ

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیعؒ

صاحبِ تفسیر علامہ عمادالدین ابن کثیرؒ

حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

اور دیگر مفسرین محققین علماء اسلام کی تحقیقات کی روشنی میں

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معراج اور
صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم

تالیف

عبداللہ مدنی

DATA ENTERED
17-281636 3

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

Marfat.com

297.441
58 م ع
145425

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

معراج اور صاحب معراج ﷺ

تالیف ـــــ عبداللہ مدنی

ناشر: مشتاق احمد
بااہتمام: سلمان خالد

کمپوزنگ: النفیس کمپوزنگ سنٹر
بالمقابل حبیب بنک شجاع آباد۔ فون: 0307-2603021

پرنٹرز ـــــ اسد نیر پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــ 180 روپے

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ، اردو بازار لاہور

کتاب ہذا میں اگر کہیں کوئی کمپوزنگ کی غلطی ہو تو ادارہ کو اطلاع فرما کر اپنا دینی فرض پورا کریں تا کہ اگلے ایڈیشن میں اس کی تصحیح ہو سکے۔ شکریہ

Marfat.com

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ	عنوانات	صفحہ
حرف آغاز	9	احادیث معراج:	23
معراج کا زمانہ	9	واقعہ معراج کی تشریحات:	29
معراج اور اسراء کا فرق	10	براق نامی جانور:	30
خواب میں یا عالم بیداری میں	11	آسمان دنیا پر ورود:	31
معراج آنحضرت ﷺ کا خصوصی شرف ہے	11	انبیاء کرام سے ملاقاتیں:	32
واقعہ معراج النبی ﷺ قرآن وحدیث اور علماء محققین کی تحقیقات کے آئینہ میں	13	دیگر انبیاء کرام کی موجودگی جسمانی تھی یا روحانی؟	35
معراج النبی ﷺ قرآن وحدیث میں	14	سدرۃ المنتہیٰ پر ورود:	38
آیت "اسراء" کے معارف ومسائل	14	بیت المعمور قبلہ ملائک ہے!	40
معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن وسنت کے دلائل اور اجماع	15	مسلم شریف کی ایک اور روایت	45
مختصر واقعہ معراج ابن کثیرؒ کی روایت سے	17	بیت المقدس کا آنحضرتؐ کے سامنے لایا جانا	46
واقعہ معراج کے متعلق ایک غیر مسلم کی شہادت	19	معراج (والی رات) میں نبی ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا:	47
اسراء ومعراج کی تاریخ	21	اللہ جل جلالہ کے دیدار کے بیان میں:	48
مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ	21	نماز کیسے فرض ہوئی؟	50
مسجد اقصیٰ اور ملک شام کی برکات	22	معراج کی شب میں حضور ﷺ پر انعامات	54

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
حضور ﷺ کے سفر معراج پر علمی تحقیق	58
زمانہ و مکمل واقعہ معراج النبی ﷺ	58
آغاز واقعہ معراج	59
شق صدر	60
مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک	61
آسمانوں کی سیر	62
صدیق اکبرؓ اور تصدیق معراج	63
حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی تصریحات	64
اسراء و معراج کا تعددِ وقوع	65
معراج جسمانی پر آیاتِ قرآنی سے استدلال	65
''عبد'' روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے	66
معراج مع الجسم کے چند بیّن دلائل	67
شیخ محی الدینؒ ابن عربی کی ایک لطیف دلیل	68
معراج جسمانی سے ام المومنین عائشہؓ کے انکار کی تحقیق	69
فرقۂ معتزلہ کا انکار	70
ایک اور شبہ کا حل	72
معراج جسمانی کے مویدین	72
مخالفین کا استدلال اور اس کا شافی جواب	73
واقعۂ معراج کے زمانہ اور دن کی تعیین	75
واقعہ معراج کے مبادیات	76
اسراء کے لئے رات کی تخصیص میں حکمت	77
حسن اخلاق کی ایک دلیل (ایک جزوی نکتہ)	77
صاحب معراج کا شق صدر	77
آپ ﷺ کے باطن کا ایمان اور حکمت سے معمور کیا جانا	78
آبِ زمزم کے وجوہِ ترجیح	78
طلائی ظرف کی خصوصیت (جزوی نکتہ)	79
طلائی ظرف کے استعمال کا شرعی پہلو	79
عالم برزخ کی سواری بھیجنے کا مقصد	80
براق کے اوصاف اور برق رفتاری	81
براق کی شوخیاں	82
براق پر سوار دو یا ایک؟	82
عجائباتِ برزخ کا مشاہدہ	83
مجاہدین فی سبیل اللہ	83
تارکینِ صلوٰۃ و مانعینِ زکوٰۃ	83
حرام کار	83
غیبت کرنے والے اور دروغ گو	83
حقوق العباد سے غافل	83
علمائے سُوء	85
بدگو، حرام خور	85
یتیموں کا مال اور سود کھانے والے	86
حُسن کی نمائش کرنے والی عورتیں	86
چُغل خور	86
اللہ تعالیٰ سے جنت کی استدعا	87

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
جہنم کی آواز	87
اُمم سابقہ اور خیر الامت کا مشاہدہ	88
مدینہ منورہ، طور سیناء اور بیت اللحم میں نماز کی ادائیگی	88
ربطِ بُراق کی حکمت	89
انبیاء اور ملائکہ کی امامت	89
تین اولوا العزم رسولوں کی زیارت	90
ملائکہ کا استفسار	90
انبیاء علیہم السلام مثالی جسموں میں	91
عالم مثال اور مثالی جسم	91
عالم برزخ	92
عالم مثال اور عالم برزخ کا فرق	93
دودھ نوش فرمانا	93
سیڑھی کا نصب کیا جانا	94
آسمان اوّل پر ورود	95
نہر کوثر	96
ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات	97
ایک علمی اشکال کا حل	97
لفظ صالح پر توارد	98
انبیاء علیہم السلام کی ارواح کی تمثیل	98
یحیٰی اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات	99
یوسف علیہ السلام کی زیارت	100
حُسنِ یوسف علیہ السلام و جمالِ محمد ﷺ کی تحقیق	101
موسیٰ علیہ السلام کا مرحبا کہنا	103
غِبطہ کا محمود ہونا	103
موسیٰ علیہ السلام کی شفقت	104
ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے سہارا لگائے دیکھنا	104
مختلف آسمانوں کے ساتھ انبیاء کے اختصاص کی حکمت	105
آدم علیہ السلام	105
عیسیٰ اور یحیٰی علیہما السلام	106
یوسف علیہ السلام	106
ادریس علیہ السلام	107
ہارون علیہ السلام	107
موسیٰ علیہ السلام	107
ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	107
مناسبت کے متعلق ایک اور بیان	108
نوح علیہ السلام سے ملاقات نہ ہونے کی علت	108
سدرۃ المنتہیٰ کے قرب میں ورود	109
سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ	110
صریف الاقلام	110
مقام قاب قوسین	111
جبرائیل علیہ السلام کی خواہش	111
اللہ تعالیٰ کے انعامات	112
روح الامین علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دوبارہ دیکھنا	113

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
نماز پنجگانہ کی فرضیت	114
موسیٰ علیہ السلام کا آپ کو بار بار تخفیف کے لئے بھیجنا	114
پانچ نمازیں ثواب میں پچاس کے برابر	115
حضرت خلیل علیہ السلام نے طلب تخفیف کا کیوں مشورہ نہ دیا؟	116
رسول اللہ ﷺ کا خدا سے ہم کلام ہونا	116
دو مزید عطیے	116
جنت کی سیر	117
دوزخ کا سامنے کیا جانا	118
خازنِ جہنم کا تبسم سے اجتناب	119
مقادیر کی کتابت	120
منتہائے عُروج	120
کیا خیر البشرؐ نے باری تعالیٰ کو دیکھا؟	121
قائلینِ رویت کے دلائل	121
قرب مکانی یا زمانی مراد نہیں	124
اُم المومنین صدیقہ طاہرہ کا انکار رویت	124
دل کی آنکھوں سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ	125
درمیانی راستہ	125
معراج میں دیدار باری تعالیٰ	127
دیدار الٰہی	128
آنحضرت ﷺ کو دیدار الٰہی معراج میں ہوئی ہے	129
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی وجہ	130
دنیا و آخرت میں فرق	131
سماوی عروج خدائے قدوس کی طرف نہ تھا	132
شیخ عبدالحق کا استعجاب	133
مراجعت	133
گھر والوں سے معراج کا تذکرہ	134
مجمع قریش میں معراج کا تذکرہ	134
دو قافلوں کی نشاندہی	135
بلا اجازت پانی پینے کا اعتراض	135
آپ ﷺ کے بیان کی تصدیق	135
صدیق کے خطاب سے حضرت ابوبکرؓ کی سرفرازی	136
نشاناتِ بیت المقدس	137
لاٹ پادری کی شہادت	138
معراج کے جزوی حقائق، شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں	139
ملاحدہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات	144
جواب	
آسمان کا وجود کیوں اور جہل ہے	147
ایک سائنسی نظریہ کی حدیث سے تائید اور تردید	147
نبی ﷺ کے معراج جسمانی پر شبہات کا جواب	149
حقیقت و صورتِ معراج	153
حقیقی معراج	154
معراج سے پہلا سبق	157

Marfat.com

عنوانات	صفحہ
معراج سے دوسرا سبق	161
خلاصہ بیان	166
معراج النبیؐ......حقائق وواقعات	168
قرآن بطور خصوصی معجزہ	169
عقل اور معجزہ:	170
معراج بحالت خواب یا بیداری	171
معراج روحانی یا جسمانی:	172
تاریخ واقعہ معراج نبویؐ	175
معراج کے لئے تیاری	177
بیت اللہ سے بیت المقدس تک	179
عالم بالا کا سفر	180
زمین بطور انسانی قرارگاہ	181
معراج اور جدید سائنسی تحقیقات	183
جدید سائنس اسلام کی دہلیز پر	194
واقعہ معراج اور متناسب رفتار کی تھیوری	194
عظمتِ صاحبِ معراج ﷺ	196
دیگر مذاہب وشخصیات کی نظر میں	
حضرت موسیٰؑ کی حضور ﷺ کے بارے میں بشارت	197
حضرت موسیٰؑ کی ایک اور پیشنگوئی	198
حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر تورات میں	198
یہودی عالم نعمان کی حضور ﷺ کے بارے میں گواہی	199
حضرت داؤدؑ کی بشارات	200

عنوانات	صفحہ
اشعیاء نبیؑ کی بشارت	202
حزقیلؑ کی بشارت	203
دانیالؑ پیغمبر کی تفصیلی بشارات	204
حضرت یسعیاہؑ کی بشارت	208
حضرت یسعیاہؑ کی دوسری بشارت	209
حضرت یحییٰؑ کی گواہی	210
سیدنا حضرت عیسیٰؑ کی بشارات اور پیشنگوئیاں	210
بشارت اول	210
بشارت دوم	211
بشارت سوم	211
انجیل برناباس میں حضور ﷺ کی واضح پیشنگوئیاں	212
بشارت از انجیل برناباس	214
گرجا گھر میں حضور ﷺ اور آپ کے خلیفۂ بلافصل کی تصاویر	215
حضرت سواد بن قارب کا عجیب وغریب واقعہ	217
مجوسی مذہب	219
بدھ مت	221
ہندوؤں کی کتب مقدسہ میں بشارات آنحضرت ﷺ	223
الحاج بشیر الدین پنڈت صاحب	223
ا۔ سام وید میں آنحضرت ﷺ کا ذکر	224
۲۔ اتھروید کے کنتاپ سوکت میں بشارات	224

Marfat.com

عنوانات		عنوانات	
۳۔ کتاب سوکت کا پہلا منتر ...... اسم مبارک آنحضرت ﷺ	226	۴۔ جنگ احزاب کا مفصل ذکر	227
واضح اسم گرامی	226	روایان احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث	230

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

"معراج" کا لفظ "عروج" سے ہے، جس کے معنی ہیں چڑھنا، اوپر جانا۔ اور معراج اس چیز کو کہتے ہیں جو اوپر چڑھنے کا ذریعہ بنے یعنی سیڑھی۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آسمانوں کی سیر کرائی اور وہاں خاص خاص نشانیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائیں، اس کو معراج اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سیڑھی رکھی گئی۔ جس پر چڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر تشریف لے گئے، اور ایک روایت میں "معراج" یعنی سیڑھی کا تذکرہ بھی آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عالمِ بالا کا سفر شروع ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سیڑھی رکھی گئی جس کے ذریعہ آسمان کے اوپر تشریف لے گئے اور وہی سیڑھی ہے جس کے ذریعہ فرشتے آسمان سے آمد و رفت رکھتے ہیں اور جس پر بنی آدم کی ارواح آسمان تک چڑھتی ہیں۔

معراج کا زمانہ

اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ معراج نبوت کے بارہویں سال یعنی ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاوّل کے مہینہ میں ہوئی اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ رمضان کی ستائیس

Marfat.com

تاریخ کو ہوئی، کچھ حضرات کا قول ستائیسویں رجب کا ہے اور عوام میں بھی یہی مشہور ہے، کچھ حضرات نے ہجرت سے تین سال پیشتر اور کچھ حضرات نے ہجرت کے پانچ سال پیشتر معراج ہونے کے قائل ہیں۔

معراج اور اسراء کا فرق

جاننا چاہئے کہ ایک تو ''معراج'' ہے اور ایک ''اسراء'' ہے۔ اسراء اس سفر کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب میں مسجد حرام (بیت اللہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک کیا اور مسجد اقصیٰ سے آسمان تک کے سفر کو معراج کہا جاتا ہے۔ اسراء نصِ قرآن سے ثابت ہے اور اس کا انکار کرنا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے اور معراج مشہور و متواتر حدیثوں سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا گمراہ اور بدعتی کہلاتا ہے۔

خواب میں یا عالم بیداری میں

اس بارے میں علماء کے اختلافی اقوال ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معراج پیش آئی وہ خواب کا واقعہ ہے یا عالم بیداری کا؟ یہ واقعہ ایک بار پیش آیا یا متعدد بار؟ یا یہ کہ ایک بار تو عالمِ بیداری میں پیش آیا اور خواب میں متعدد بار پیش آیا؟ یا یہ کہ اگر یہ واقعہ خواب میں بھی پیش آیا تو کیا وہی اصلی واقعہ ہے یا وہ اس حقیقی واقعہ کا ابتدائیہ اور تمہید تھی جو عالمِ بیداری میں پیش آیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ جسمانی طور پر آسمانوں کی سیر کرنے سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں روحانی اور نفسیاتی طور پر اس عالمِ بالا سے ایک گونہ مناسبت اور تعلق پیدا ہو جائے جیسا کہ ابتدائے نبوت میں رویائے صادقہ ہی کو وحی اور عالمِ بالا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت کا ذریعہ بنایا گیا تھا؟ اور یا یہ کہ اسراء یعنی مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا واقعہ تو جسمانی طور پر پیش آیا تھا اور معراج یعنی مسجد اقصیٰ سے عالمِ بالا تک کا واقعہ محض روحانی طور پر پیش آیا تھا؟ بہر حال ان تمام اقوال اور ان سے متعلق بحث و دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس بارے میں جو قول تحقیقی اور

Marfat.com

زیادہ صحیح سمجھا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ معراج کا واقعہ ایک بار پیش آیا ہے اور عالمِ بیداری میں جسم وروح کے ساتھ، پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، پھر مسجد اقصیٰ سے آسمانوں تک اور پھر آسمانوں سے ان خاص مقامات تک جہاں تک اللہ نے چاہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا۔ جمہور فقہاء علماء محدثین و متکلمین اور صوفیاء کا یہی مسلک ہے۔

نیز اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیثیں اور صحابہ کرامؓ کے اقوال نہایت کثرت سے منقول ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر معراج کے واقعہ کا تعلق محض خواب سے ہوتا (جیسا کہ گمان کیا جا سکتا ہے) تو نہ اس غیر معمولی انداز میں اس واقعہ کو بیان کیا جاتا اور نہ اس سے متعلق وہ تمام بحث ہوتی جو علماء ومحققین نے کی ہے، علاوہ ازیں اس مسئلہ کو لے کر بعض لوگوں نے جو فتنہ خیزی اور غوغا آرائی کی ہے، نہ وہ ہوتی اور نہ یہ مسئلہ اختلاف وانکار نیز ارتداد کے ابتلاء کا باعث بنتا۔

معراج آنحضرت ﷺ کا خصوصی شرف ہے

جسم وروح کے ساتھ معراج کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی شرف ہے، یہ مرتبہ کسی اور نبی اور رسول کو حاصل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اپنے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و برگزیدگی کو ظاہر کرنے کے لئے یہ خارقِ عادت قدرت ظاہر فرمائی۔ لہٰذا واقعہ معراج کو اسیباق وسباق میں دیکھنا چاہئے، اس مسئلہ کو عقل قیاس کے پیمانہ سے ناپنا بے سود بھی ہے اور حقیقتِ واقعہ کو محض دماغی قابلیت کے بل پر سمجھ اور سمجھانا گرفتارانِ عقل کے بس سے باہر بھی ہے۔

یہ مسئلہ خالص یقین واعتقاد کا ہے، بس اس پر ایمان لانا اور اس کی حقیقت کیفیت کو علمِ الٰہی کے سپرد کر دینا ہی عین عبادت ہے اور ویسے بھی نبوت، وحی اور معجزوں کے تمام معاملات احاطۂ عقل وقیاس سے باہر کی چیزیں ہیں جو شخص ان چیزوں کو قیاس کے تا

Marfat.com

اور اپنی عقل وفہم پر موقوف رکھے اور کہے کہ یہ چیز جب تک عقل میں نہ آئے میں اس کو نہیں مانوں گا اور اس پر اعتقاد نہیں رکھوں گا، تو سمجھنا چاہئے کہ وہ شخص ایمان کے اپنے حصہ سے محروم ہے۔

ہاں اولیاء اللہ اور عارفین بے شک معرفت کے ایک خاص مقام تک پہنچنے کے بعد اتنی صلاحیت کے حامل ہو جاتے ہیں کہ ان پر ان چیزوں کی کچھ حقیقت روشن اور واضح ہو جاتی ہے، جو لوگ معرفت کے اس مقام کو نہ پہنچے ہوں ان کے لئے ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جو کچھ فرمادیں بس اس کو مان لیں اور بلا چون و چرا اس پر ایمان لے آئیں، سلامتی اور نجات کی راہ اس کے علاوہ کوئی نہیں۔

Marfat.com

واقعہ معراج النبی ﷺ
قرآن وحدیث
اور علماء محققین کی
تحقیقات کے آئینہ میں

Marfat.com

معراج النبی ﷺ قرآن وحدیث میں

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرائیل: ۱)

"پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے دور والی مسجد تک، وہ کہ برکتیں رکھی ہیں ہم نے ان کے اِردگرد، تاکہ ہم دکھائیں اُس کو اپنی نشانیوں میں سے۔ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے"۔

آیتِ "اسراء" کے معارف ومسائل

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں، اس آیت میں واقعہ معراج کا بیان ہے جو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خصوصی اعزاز وامتیازی معجزہ ہے، لفظ اَسْرٰی اسراء سے مشتق ہے جس کے لغوی معنی رات کو لے جانا ہیں، اس کے بعد لَیْلًا کے لفظ سے صراحۃً بھی اس مفہوم کو واضح کر دیا اور لفظ لَیْلًا کے نکرہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ اس تمام واقعہ میں پوری رات بھی صرف نہیں بلکہ رات کا ایک حصہ صرف ہوا ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر جس کا ذکر اس آیت میں ہے اس کو اسراء کہتے ہیں

Marfat.com

اور یہاں سے جو سفر آسمانوں کی طرف ہوا اس کا نام معراج ہے، اسراء اس آیت کی نصِ قطعی سے ثابت ہے اور معراج کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں ہے اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ بِعَبْدِہٖ اس مقامِ اعزاز و اکرام میں لفظ بعبدہٖ ایک خاص محبوبیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ حق تعالیٰ کسی کو خود فرمادیں کہ یہ میرا بندہ ہے اس سے بڑھ کر کسی بشر کا بڑا اعزاز نہیں ہوسکتا۔ حضرت حسن دہلوی نے خوب فرمایا۔

بندہ حسن بصد زبان گفت کہ بندۂ تو ام

تو بزبانِ خود بگو بندہ نواز کیستی

یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک دوسری آیت میں عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ فرما کر اپنے مقبولانِ بارگاہ کا اعزاز بڑھانا مقصود ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ کا عبدِ کامل بن جائے، اس لئے کہ خصوصی اعزاز کے مقام پر آپ کی بہت سی صفاتِ کمال میں سے صفتِ عبدیت کو اختیار کیا گیا اور اس لفظ سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی مقصود ہے کہ اس حیرت انگیز سفر سے جس میں اول سے آخر تک سب فوق العادت معجزات ہی ہیں کسی کو خدائی کا وہم نہ ہوجائے، جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے سے عیسائیوں کو دھوکہ لگا ہے اس لئے لفظ عبد کہہ کر یہ بتلا دیا کہ ان تمام صفات و کمالات اور معجزات کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہی ہیں، خدا نہیں۔

معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن وسنت کے دلائل اور اجماع

قرآنِ مجید کے ارشادات اور احادیثِ متواترہ سے جن کا ذکر آگے آتا ہے ثابت ہے کہ اسراء و معراج کا تمام سفر صرف روحانی نہیں تھا بلکہ جسمانی تھا جیسے عام انسان سفر کرتے ہیں۔ قرآن کریم کے پہلے ہی لفظ سُبْحَانَ میں اس طرف اشارہ موجود ہے کیونکہ یہ لفظ تعجب اور کسی عظیم الشان امر کے لئے استعمال ہوتا ہے، اگر معراج صرف روحانی بطور خواب کے ہوتی تو اس میں کون سی عجیب بات ہے، خواب تو ہر مسلمان بلکہ ہر انسان دیکھ سکتا ہے کہ میں آسمان پر گیا، فلاں فلاں کام کیے۔

Marfat.com

دوسرا اشارہ لفظ عبد سے اسی طرف ہے کیونکہ عبد صرف روح نہیں بلکہ جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے، اس کے علاوہ واقعہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا کو بتلایا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مشورہ دیا کہ آپ اس کا کسی سے ذکر نہ کریں ورنہ لوگ اور زیادہ تکذیب کریں گے، اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو اس میں تکذیب کی کیا بات تھی!

پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر اس کا اظہار کیا تو کفارِ مکہ نے تکذیب کی اور مذاق اُڑایا یہاں تک کہ بعض نومسلم اس خبر کو سن کر مرتد ہو گئے، اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو ان معاملات کا کیا امکان تھا اور یہ بات اس کے منافی نہیں کہ آپ کو اس سے پہلے اور بعد میں کوئی معراج روحانی بصورتِ خواب بھی ہوئی ہو، جمہور امت کے نزدیک آیت قرآن وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ اَرَيْنٰكَ میں رؤیا سے مراد رویت ہے مگر اس کو بلفظ رُءیا (جو اکثر خواب دیکھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس معاملہ کو تشبیہ کے طور پر رؤیا کہا گیا ہو کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی خواب دیکھ لے اور اگر رؤیا کے معنی خواب ہی کے لئے جائیں تو یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ واقعہ معراج جسمانی کے علاوہ اس سے پہلے یا پیچھے یہ معراج روحانی بطور خواب بھی ہوئی ہو اس لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے جو اس کا واقعہ خواب ہونا منقول ہے وہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ معراج جسمانی نہ ہوئی ہو۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ احادیث اسراء کی متواتر ہیں اور نقاش نے بیس صحابہ کرام کی روایات اس باب میں نقل کی ہیں اور قاضی عیاضؒ نے شفاء میں اور زیادہ تفصیل دی ہے۔ (قرطبی)

اور امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں ان تمام روایات کو پوری جرح وتعدیل کے ساتھ نقل کیا ہے، پھر پچیس صحابہ کرامؓ کے اسماء ذکر کئے ہیں جن سے یہ روایات منقول ہیں ان کے اسماء یہ ہیں: (۱) حضرت عمر ابن خطاب (۲) حضرت علی مرتضٰی (۳) ابن مسعود (۴) ابوذر غفاری (۵) مالک بن صعصعہ (۶) ابو ہریرہ (۷) ابوسعید (۸) ابن عباس

Marfat.com

(۹) شداد بن اوس (۱۰) ابی بن کعب (۱۱) عبدالرحمٰن بن قرظ (۱۲) ابوحیہ (۱۳) ابویعلیٰ (۱۴) عبداللہ بن عمر (۱۵) جابر بن عبداللہ (۱۶) حذیفہ بن یمان (۱۷) بریدہ (۱۸) ابوایوب انصاری (۱۹) ابواُمامہ (۲۰) سمرہ بن جندب (۲۱) ابوالحمراء (۲۲) صہیب الرومی (۲۳) اُمّ ہانی (۲۴) عائشہ اُم المومنین، (۲۵) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہم اجمعین

اس کے بعد ابن کثیر نے فرمایا:

فحدث الاسراء اجمع علیه المسلمون واعرض عنه الزنادقة والملحدون. (ابن کثیر)

"واقعۂ اسراء کی حدیث پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، صرف ملحد و زندیق لوگوں نے اس کو نہیں مانا"۔

مختصر واقعۂ معراج ابن کثیرؒ کی روایت سے

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر اور احادیث متعلقہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر اسراء بیداری میں پیش آیا خواب میں نہیں۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک یہ سفر براق پر ہوا، جب دروازۂ بیت المقدس پر پہنچے تو براق کو دروازہ کے قریب باندھ دیا اور آپ مسجد بیت المقدس میں داخل ہوئے اور اس کے قبلہ کی طرف تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد ایک زینہ لایا گیا جس میں نیچے سے اوپر جانے کے درجے بنے ہوئے تھے، اُس زینہ کے ذریعہ آپ پہلے آسمان پر تشریف لے گئے، اس کے بعد باقی آسمانوں پر تشریف لے گئے (اس زینہ کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ کیا اور کیسا تھا، آج کل بھی زینہ کی بہت سی قسمیں دنیا میں رائج ہیں ایسے زینے بھی ہیں جو خود حرکت میں لفٹ کی صورت کے زینے بھی ہیں اس معجزانہ زینہ کے متعلق کسی شک وشبہ میں پڑنے کا کوئی مقام نہیں) ہر آسمان میں وہاں کے فرشتوں نے آپ کا استقبال کیا اور ہر آسمان میں ان انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی جن کا مقام کسی معیّن آسمان میں ہے، مثلاً چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ

Marfat.com

السلام اور ساتویں میں حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، پھر آپ ان تمام انبیاء علیہم السلام کے مقامات سے بھی آگے تشریف لے گئے اور ایک ایسے میدان میں پہنچے جہاں قلم تقدیر کے لکھنے کی آواز سنائی دے رہی تھی اور آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا، جس پر اللہ کے حکم سے سونے کے پروانے اور مختلف رنگ کے پروانے گر رہے تھے اور جس کو اللہ کے فرشتوں نے گھیرا ہوا تھا، اسی جگہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصل شکل میں دیکھا جن کے چھ سو بازو تھے اور وہیں پر ایک رفرف سبز رنگ کا دیکھا جس نے افق کو گھیرا ہوا تھا، رفرف مند سبز، ہرے رنگ کی پالکی اور آپ نے بیت المعمور کو بھی دیکھا جس کے پاس بانیٔ کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیوار سے کمر لگائے بیٹھے ہوئے تھے، اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جن کی باری دوبارہ داخل ہونے کی قیامت تک نہیں آتی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت اور دوزخ کا بچشمِ خود معائنہ فرمایا۔ اس وقت آپ کی امت پر اوّل پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا حکم ملا، پھر تخفیف کر کے پانچ کر دی گئیں، اس سے تمام عبادات کے اندر نماز کی خاص اہمیت اور فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

اس کے بعد آپ واپس بیت المقدس میں اُترے اور جن انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مختلف آسمانوں میں ملاقات ہوئی تھی وہ بھی آپ کے ساتھ اترے (گویا) آپ کو رخصت کرنے کے لئے بیت المقدس تک ساتھ آئے، اس وقت آپ نے نماز کا وقت ہو جانے پر سب انبیاء علیہم السلام کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ یہ بھی احتمال ہے کہ یہ نماز اسی دن صبح کی نماز ہو۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ امامتِ انبیاء کا واقعہ بعض حضرات کے نزدیک آسمان پر جانے سے پہلے پیش آیا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ واپسی کے بعد ہوا کیونکہ آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کے واقعہ میں یہ منقول ہے کہ سب انبیاء سے جبرئیل امین نے آپ کا تعارف کرایا۔ اگر واقعہ امامت پہلے ہو چکا ہوتا تو یہاں تعارف کی ضرورت نہ ہوتی اور یوں بھی ظاہر یہی ہے کہ اس سفر کا اصل مقصد ملاء اعلیٰ میں جانے کا تھا، پہلے اسی کو پورا کرنا اقرب معلوم ہوتا ہے، پھر جب اس اصل کام سے فراغت ہوئی تو تمام

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ مشایعت (رخصت) کے لیے بیت المقدس تک آئے اور آپ کو جبرئیل امین کے اشارہ سے سب کا امام بنا کر آپ کی سیادت اور سب پر فضیلت کا عملی ثبوت دیا گیا۔

اس کے بعد آپ بیت المقدس سے رخصت ہوئے اور براق پر سوار ہو کر اندھیرے وقت میں مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

واقعہ معراج کے متعلق ایک غیر مسلم کی شہادت

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حافظ ابونعیم اصبہانی نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں محمد بن عمر واقدی[1] کی سند سے بروایت محمد بن کعب قرظی یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ روم قیصر کے پاس اپنا نامۂ مبارک دے کر حضرت دِحیہ ابن خلیفہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، اس کے بعد حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کے خط پہنچانے اور شاہِ روم تک پہنچنے اور اس کے صاحبِ عقل و فراست ہونے کا تفصیلی واقعہ بیان کیا۔ (جو صحیح بخاری اور حدیث کی سب معتبر کتب میں موجود ہے جس کے آخر میں ہے کہ شاہِ روم ہرقل نے نامۂ مبارک پڑھنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی تحقیق کرنے کے لئے عرب کے ان لوگوں کو جمع کیا جو اس وقت ان کے ملک میں بغرض تجارت آئے ہوئے تھے۔ شاہی حکم کے مطابق ابوسفیان ابن حرب اور ان کے رفقاء جو اس وقت مشہور تجارتی قافلہ لے کر شام میں آئے ہوئے تھے وہ حاضر کیے گئے، شاہِ ہرقل نے ان سے وہ سوالات کئے جن کی تفصیل صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں موجود ہے، ابوسفیان کی دلی خواہش یہ تھی کہ وہ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ ایسی باتیں بیان کریں جن سے آپ کی حقارت اور بے حیثیت ہونا ظاہر ہو، مگر ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے اپنے اس ارادہ سے کوئی چیز اس کے سوا مانع نہیں تھی کہ مبادا میری زبان سے کوئی ایسی بات

---

[1] واقدی کو روایتِ حدیث میں محدثین نے ضعیف کہا ہے لیکن امام ابن کثیرؒ جیسے محتاط محدث نے ان کی روایت کو نقل کیا ہے اس لئے کہ اس معاملہ کا تعلق عقائد یا حلال و حرام سے نہیں اور ایسے تاریخی معاملات میں ان کی روایت معتبر ہے۔ ۱۲۔ منہ

Marfat.com

نکل جائے جس کا جھوٹ ہونا کھل جائے اور میں بادشاہ کی نظر سے گر جاؤں اور میرے ساتھی بھی ہمیشہ مجھے جھوٹا ہونے کا طعنہ دیا کریں۔ البتہ مجھے اس وقت خیال آیا کہ اس کے سامنے واقعہ معراج بیان کروں جس کا جھوٹ ہونا بادشاہ خود سمجھ لے گا۔ تو میں نے کہا کہ میں ان کا ایک معاملہ آپ سے بیان کرتا ہوں جس کے متعلق آپ خود معلوم کرلیں گے کہ وہ جھوٹ ہے۔ ہرقل نے پوچھا وہ کیا واقعہ ہے؟ ابوسفیان نے کہا کہ یہ مدعی نبوت یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات میں مکہ مکرمہ سے نکلے اور آپ کی اس مسجد بیت المقدس میں پہنچے اور پھر اسی رات میں صبح سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہمارے پاس پہنچ گئے۔

ایلیاء (بیت المقدس) کا سب سے بڑا عالم اس وقت شاہِ روم ہرقل کے سرہانے پر قریب کھڑا ہوا تھا، اس نے بیان کیا کہ میں اس رات سے واقف ہوں، شاہِ روم اس کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ آپ کو اس کا علم کیسے اور کیونکر ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ میری عادت تھی کہ میں رات کو اس وقت تک سوتا نہیں تھا جب تک بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کردوں۔ اس رات میں نے حسب عادت تمام دروازے بند کردیے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا، تو میں نے اپنے عملہ کے لوگوں کو بلایا، انہوں نے مل کر کوشش کی مگر وہ ان سے بھی بند نہ ہوسکا، دروازے کے کواڑ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرسکے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہم کسی پہاڑ کو ہلا رہے ہیں۔ میں نے عاجز ہوکر کاریگروں اور نجاروں کو بلوایا۔ انہوں نے دیکھکر کہا کہ ان کواڑوں کے اوپر دروازہ کی عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے۔ اب صبح سے پہلے اس کے بند ہونے کی کوئی تدبیر نہیں، صبح کو ہم دیکھیں گے کہ کس طرح کیا جاوے۔ میں مجبور ہوکر لوٹ آیا اور دونوں کواڑ اس دروازے کے کھلے رہے۔ صبح ہوتے ہی میں پھر اس دروازہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ دروازہ مسجد کے پاس ایک پتھر کی چٹان میں روزن کیا ہوا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں کوئی جانور باندھ دیا گیا ہے، اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے شاید اس لئے بند ہونے سے روکا ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ (یعنی حضور علیہ السلام) نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے، اس کے بعد اور تفصیلات بیان کی ہیں۔

(ابن کثیر ص ۲۴، ج ۳)

Marfat.com

اسراء ومعراج کی تاریخ

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ معراج کی تاریخ میں روایات بہت مختلف ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ کی روایت یہ ہے کہ یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے چھ ماہ قبل پیش آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ اُم المومنین رضی اللہ عنہا کی وفات نمازوں کی فرضیت نازل ہونے سے پہلے ہو چکی تھی۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا واقعہ بعثت نبوی کے سات سال بعد ہوا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ واقعہ معراج بعثت نبوی سے پانچ سال بعد میں ہوا ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ واقعہ معراج اس وقت پیش آیا جبکہ اسلام عام قبائل عرب میں پھیل چکا تھا، ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ واقعہ معراج ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے۔

حربی کہتے ہیں کہ واقعہ اسراء ومعراج ربیع الثانی کی ستائیسویں شب میں ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے اور ابن قاسم ذہبی کہتے ہیں کہ بعثت سے اٹھارہ مہینے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ حضرات محدثین نے روایات مختلفہ ذکر کرنے کے بعد کوئی فیصلہ کن چیز نہیں لکھی اور مشہور عام طور پر یہ ہے کہ ماہ رجب کی ستائیسویں شب، شب معراج ہے۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کون سی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "مسجد حرام"، پھر میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سی؟ تو آپ نے فرمایا "مسجد اقصیٰ"۔ میں نے دریافت کیا کہ ان دونوں کے درمیان کتنی مدت کا فاصلہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا چالیس سال پھر فرمایا کہ (مسجدوں کی ترتیب تو یہ ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے ساری زمین کو مسجد بنا دیا ہے جس جگہ نماز کا وقت ہو جائے وہیں نماز ادا کر لیا کرو۔ (رواہ مسلم)

Marfat.com

امام تفسیر مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی جگہ کو پوری زمین سے دو ہزار سال پہلے بنایا ہے اور اس کی بنیادیں ساتویں زمین کے اندر تک پہنچی ہوئی ہیں اور مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بنایا ہے۔ (رواہ النسائی باسناد صحیح عن عبداللہ بن عمرؓ)

(تفسیر قرطبی ص ۱۳۷ ج ۴)

اور مسجد حرام اس مسجد کا نام ہے جو بیت اللہ کے گرد بنی ہوئی ہے اور بعض اوقات پورے حرم کو بھی مسجد حرام سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس دوسرے معنی کے اعتبار سے دو روایتوں کا یہ تعارض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ بعض روایات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسراء کے لئے تشریف لے جانا حضرت اُم ہانیؓ کے مکان سے منقول ہے اور بعض میں حطیم بیت اللہ سے، اگر مسجد حرام کے عام معنی لئے جائیں تو یہ کچھ مستبعد نہیں کہ پہلے آپ اُمّ ہانیؓ کے مکان میں ہوں، وہاں سے چل کر حطیم کعبہ میں تشریف لائے، پھر وہاں سے سفر اسراء کی ابتداء ہوئی۔ واللہ اعلم

مسجد اقصیٰ اور ملکِ شام کی برکات

آیت میں بٰرکنا حولہٗ میں حَوْل سے مراد پوری زمینِ شام ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش سے دریائے فرات تک مبارک زمین بتائی ہے اور اس میں سے فلسطین کی زمین کو تقدس خاص عطا فرمایا ہے۔ (روح المعانی)

اس کی برکات دینی بھی ہیں اور دنیاوی بھی۔ دینی برکات تو یہ ہیں کہ وہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور تمام انبیاء کا مسکن و مدفن ہے اور دنیوی برکات اس کی زمین کا سرسبز ہونا اور اس میں عمدہ چشمے، نہریں، باغات وغیرہ کا ہونا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملکِ شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب خطہ ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا۔ (قرطبی)

اور مسند احمد میں حدیث ہے کہ دجال ساری زمین میں پھرے گا مگر چار مسجدوں

۱۲۵۶۲۵

Marfat.com

تک اس کی رسائی نہ ہوگی۔(۱) مسجد مدینہ (۲) مسجد مکہ مکرمہ (۳) مسجد اقصیٰ (۴) مسجد طور
(معارف القرآن۔ج۵)

احادیثِ معراج:

اسراء ومعراج کا تذکرہ کافی احادیث میں وارد ہوا ہے، یہاں چند ایک پیش خدمت کی جاتی ہیں۔

"حضرت قتادہ (تابعیؒ) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اسراء اور معراج کی رات کے احوال وورادات کی تفصیل صحابہؓ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا: "اس رات میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا اور بعض موقعوں پر آپ ﷺ نے "حجر" میں لیٹنے کا ذکر فرمایا کہ اچانک ایک آنے والا (فرشتہ) میرے پاس آیا اور اس نے (میرے جسم کے) یہاں سے یہاں تک کے حصہ کو چاک کیا۔راوی کہتے ہیں کہ (یہاں سے یہاں تک سے) آنحضرت ﷺ کی مراد گردن گڑھے سے زیر ناف بالوں تک کا پورا حصہ تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس فرشتہ نے اس طرح میرا سینہ چاک کر کے میرے دل کو نکالا، اس کے بعد میرے سامنے سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا گیا، پھر دل میں (اللہ کی عظمت ومحبت یا علم وایمان کی دولت) بھری گئی اور پھر دل کو سینہ میں اس کی جگہ رکھ دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ پھر میرے پیٹ (کے اندر کی تمام چیزیں یا دل کی جگہ) کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس میں ایمان وحکمت بھرا گیا، اس کے بعد سواری کا ایک جانور لایا گیا جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا، یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا (اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ) جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی وہاں اس کا ایک قدم پڑتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرائیل مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمان دنیا (یعنی پہلے

Marfat.com

آسمان) پر پہنچا، جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو (دربان فرشتوں سے) پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا: محمد ﷺ ہیں۔ اس کے بعد سوال کیا گیا: ان (محمد ﷺ) کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا (یا از خود آئے ہیں) جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا بلائے ہوئے آئے ہیں۔ تب ان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ تمہارے باپ (یعنی جد اعلیٰ آدم ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: میں نیک بخت بیٹے اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اور اوپر دوسرے آسمان پر آئے، انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! تب دربان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہیں جو ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ یحییٰ علیہ السلام ہیں اور یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے دونوں کو سلام کیا اور دونوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا: نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اور اوپر چلے اور تیسرے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا: کون

Marfat.com

ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ پھر پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ تب ان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں تیسرے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ یوسف ہیں، ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل مجھ کو لے کر اور اوپر چلے اور چوتھے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا: ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ تب ان فرشتوں نے کہا: محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں چوتھے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ ادریس علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اور اوپر چلے اور پانچویں آسمان پر آئے، انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں، پھر پوچھا گیا اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا: ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! تب ان فرشتوں نے کہا: محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں پانچویں آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا

Marfat.com

ہوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اور اوپر چلے اور چھٹے آسمان پر آئے انہوں نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں، پھر پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا: ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں! تب ان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں چھٹے آسمان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں، جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بھائی اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد جب میں آگے بڑھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، پوچھا گیا: آپ کیوں روتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ایک نوجوان جس کو میرے بعد رسول بنا کر دنیا میں بھیجا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے کہیں زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ بہر حال (اس چھٹے آسمان سے گزر کر) جبرئیل علیہ السلام مجھ کو لے کر اور اوپر چلے اور ساتویں آسمان پر آئے، انہوں نے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ پھر پوچھا گیا: اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے کہا: محمد ﷺ ہیں۔ پھر سوال کیا گیا ان کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا گیا تھا؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ہاں! تب ان فرشتوں نے کہا: ہم محمد ﷺ کو خوش آمدید کہتے ہیں، آنے والے کو آنا مبارک ہو۔ اس کے بعد آسمان کا دروازہ کھولا گیا اور جب میں ساتویں آسمان میں داخل

Marfat.com

ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میرے سامنے کھڑے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یہ تمہارے باپ (مورث اعلیٰ) ابراہیم علیہ السلام ہیں ان کو سلام کرو۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا: میں نیک بخت بیٹے اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا، میں نے دیکھا کہ اس کے پھل یعنی بیر، مقام ہجر کے (بڑے بڑے) مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے، جبرائیل علیہ السلام نے (وہاں پہنچ کر) کہا: یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے! میں نے وہاں چار نہریں بھی دیکھیں، دو نہریں تو باطن کی تھیں اور دو نہریں ظاہر کی تھیں، میں نے پوچھا: جبرئیل علیہ السلام یہ دو طرح کی نہریں کیسی ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا: یہ باطن کی دو نہریں جنت کی ہیں اور یہ ظاہر کی دو نہریں نیل اور فرات ہیں، پھر مجھ کو بیت المعمور دکھایا گیا اور اس کے بعد ایک پیالہ شراب کا، ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا میرے سامنے لایا گیا (یہ دیکھ کر میں نے دودھ کے پیالہ کو اختیار کیا) کہا: دودھ فطرت ہے اور یقیناً تم اور تمہاری امت کے لوگ اسی فطرت پر (قائم و عامل) رہیں گے (اور جہاں تک شراب کا معاملہ ہے تو وہ اُم الخبائث اور شر و فساد کی جڑ ہے) اس کے بعد وہ مقام آیا جہاں مجھ پر (ایک دن اور ایک رات کی) پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ پھر (جب ملاء اعلیٰ کا میرا سفر تمام ہوا اور درگاہ رب العزت سے) میں واپس ہوا تو ساتویں آسمان پر ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہو کر چھٹے آسمان پر، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا (اور ان سے رخصت ہونے لگا تو) انہوں نے پوچھا: تمہیں کس عبادت کا حکم دیا گیا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ (ہر شب و روز میں) پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے (یہ سن کر) کہا تمہاری امت (نسبتاً کمزور قوی رکھنے کے سبب یا کسل و سستی کے سبب) رات دن میں پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکے گی، خدا کی قسم میں تم سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں (کہ عبادت خداوندی کے راستہ میں مشقت

Marfat.com

وتعب برداشت کرنا ان کی طبیعتوں پر کس قدر بار تھا) اور بنی اسرائیل کی اصلاح و درستی کی سخت ترین کوشش کر چکا ہوں (لیکن وہ اصلاح پذیر نہ ہوئے باوجودیکہ ان کے قویٰ تمہاری امت کے لوگوں سے زیادہ مضبوط تھے، تو پھر تمہاری امت کے لوگ اتنی زیادہ نمازوں کی مشقت کیسے برداشت کر سکیں گے لہٰذا تم اپنے پروردگار کے پاس سے واپس جاؤ اور اپنی امت کے حق میں تخفیف اور آسانی کی درخواست کرو۔ چنانچہ میں (اپنے پروردگار کی بارگاہ میں) دوبارہ حاضر ہوا اور میرے پروردگار نے میرے عرض کرنے پر) دس نمازیں کم کردیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا (اور ان کو بتایا کہ دس نمازیں کم کر کے چالیس نمازیں رہنے دی گئی ہیں) لیکن انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا (کہ میں پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں، تمہاری امت کے لوگ چالیس نمازیں بھی ادا نہیں کر سکیں گے، اب پھر بارگاہ رب العزت میں جا کر مزید تخفیف کی درخواست کرو) چنانچہ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور (چالیس میں سے) دس نمازیں کم کردی گئیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا، چنانچہ میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور (تیس میں سے) دس نمازیں کم کردی گئیں، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا، چنانچہ میں بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوا اور مجھ کو دس نمازوں کا حکم دیا گیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ چنانچہ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا اور مزید پانچ نمازوں کی تخفیف کر کے ہر مجھ کو ہر شب و روز میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا، میں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ اب تمہیں کیا حکم ملا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ اب مجھے رات دن میں پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ تمہاری امت کے اکثر لوگ (پوری پابندی اور تسلسل کے ساتھ) رات دن میں پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ

Marfat.com

پائیں گے، حقیقت یہ ہے کہ میں تم سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح و درستی کی سخت کوشش کر کے دیکھ چکا ہوں (وہ تو اس سے بھی کہیں کم عبادت خداوندی پر عامل نہیں رہ سکے تھے) لہٰذا تم پھر پروردگار کے پاس جاؤ اور اپنی امت کے لئے (پانچ نمازوں میں بھی) تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: (کہ اس موقع پر میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا) کہ میں بار بار اپنے پروردگار سے تخفیف کی درخواست کر چکا ہوں اور مجھ کو شرم آتی ہے (اگرچہ امت کی طرف سے پانچ نمازوں کی پابندی نہ ہو سکنے کا گمان ہے مگر مزید تخفیف کی درخواست کرنا اب میرے لئے ممکن نہیں ہے) میں اپنے پروردگار کے اس حکم کو (برضا ورغبت) قبول کرتا ہوں (اور اپنے اور اپنی امت کا معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہوں کہ وہ اپنی توفیق و مدد سے امت کے لوگوں کو ان پانچ نمازوں کی ادائیگی کا پابند بنائے)۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس گفتگو کے بعد جب میں وہاں سے رخصت ہوا تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) یہ ندائے غیبی آئی: میں نے (پہلے تو) اپنے فرض کو جاری کیا اور پھر (اپنے پیارے رسول کے طفیل میں اپنے بندوں کے حق میں تخفیف کر دی (مطلب یہ کہ اب میرے بندوں کو نمازیں تو پانچ ہی پڑھنی پڑیں گی لیکن ان کو ثواب پچاس نمازوں کا ملے گا"۔ (بخاری و مسلم)

واقعہ معراج کی تشریحات:

"حطیم" خانہ کعبہ کی شمالی دیوار سے ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر ایک ہلالی شکل کی دیوار ہے، اس دیوار کے اندر کا حصہ حطیم کہلاتا ہے، اور حِجر (ح کے زیر کے ساتھ) بھی اسی حطیم کو کہا جاتا تھا یہ جگہ (یعنی حطیم یا حجر اصلاً خانہ کعبہ کا حصہ ہے۔ معراج کی رات میں جب کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو لینے کے لئے آئے آپ ﷺ اسی جگہ استراحت فرما رہے تھے۔

Marfat.com

"یہاں سے یہاں تک کے حصہ کو چیرا"۔ شق صدر (سینہ مبارک کے چاک کئے جانے) کا یہ واقعہ اس کے علاوہ ہے جو بچپن میں پیش آیا تھا، اس وقت (بچپن میں آپ ﷺ کے سینۂ مبارک کے چاک کئے جانے کا مقصد آپ ﷺ کے اندر سے وہ مادہ نکالنا تھا جس کے ذریعہ انسان کو گمراہ کرنے کا موقع شیطان کو ملتا ہے یا جس کے سبب خود انسان کا نفس گمراہی اور برائی میں مبتلا ہوتا ہے اور اس موقع پر (معراج کی رات میں) شق صدر کا مقصد آپ ﷺ کے قلب مبارک میں علم و معرفت کا کمال بھرنا تھا۔

"سونے کا ایک طشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا"۔ یہ کنایہ اور تمثیل کے طور پر کہا گیا ہے یا یہ کہ ایمان کو ظاہری جسم دے کر واقعتا اس طشت میں بھرا گیا، جیسا کہ قیامت کے دن اعمال کو مجسم کیا جائے گا تا کہ ان کو میزان میں تولا جا سکے۔

براق نامی جانور:

"اس کا نام براق تھا"۔ آنحضرت ﷺ کی سواری کے لئے مخصوص اس جانور کا نام "براق" اس مناسبت سے رکھا گیا کہ وہ برق (بجلی) کی طرح تیز رفتار اور روشنی کی طرح چمکدار تھا۔ اس کی تیز رفتاری کے بارے میں جو یہ فرمایا کہ اس کا ایک قدم حد نظر پر پڑتا تو اس سے بعض حضرات نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ براق ایک ہی قدم میں آسمان پر پہنچ گیا ہوگا کیونکہ زمین سے اس کی حد نظر آسمان ہی تھا، اس اعتبار سے ساتویں آسمان تک وہ سات قدموں میں پہنچا ہوگا۔ اس براق کے بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ وہ براق تمام انبیاء کی سواری کے لئے متعین تھا اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہر نبی کے لئے اس کی حیثیت و مرتبہ کے مطابق الگ الگ براق تھے۔ جیسا کہ آخرت میں ہر نبی کے لئے اس کے مرتبہ و مقام کے مطابق الگ الگ حوض بنے ہوئے ہیں، چنانچہ حدیث کے اس جملہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ براق آنحضرت ﷺ کی سواری کے لئے مخصوص و متعین تھا۔

"مجھے اس پر سوار کیا گیا"۔ اس جملہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس براق پر آنحضرت ﷺ کا سوار ہونا محض اللہ تعالیٰ کی مدد اور قدرت سے ممکن ہوا اور یہ بھی کہا جا سکتا

Marfat.com

ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اپنی قوت ملکیت کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو اس براق پر سوار کرایا تھا اور یہ بات بعید از امکان اس لئے نہیں ہو سکتی کہ آنحضرت ﷺ پر وحی اترنے اور آپ ﷺ تک فیض الٰہی پہنچنے کا اصل ذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی تھے اور اس سفر معراج میں بھی ان کی حیثیت اس رفیق سفر اور خادم کی تھی جس کا مقصد ہر طرح کی راحت و مدد پہنچانا ہوتا ہے چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ کی رکاب پکڑ رکھی تھی اور میکائیل علیہ السلام براق کی باگ تھامے ہوئے تھے۔

آسمان دنیا پر ورود:

''یہاں تک کہ میں آسمان دنیا پر پہنچا''۔ اس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی سواری ہی کے ذریعہ آسمان میں داخل ہوئے۔ نیز جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ معراج کا واقعہ اس شب سے الگ ایک دوسری شب میں پیش آیا تھا جس میں صرف اسراء یعنی بیت المقدس تک کا سفر پیش آیا تھا اور جس کو ''لیلۃ الاسراء'' (اسراء کی رات) کہا جاتا ہے، وہ اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس روایت میں بیت المقدس تک کے سفر کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ مسجد حرام سے براق پر سوار ہو کر روانہ ہونے کا ذکر ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اسراء یعنی بیت المقدس تک کا سفر ایک دوسری شب میں پیش آیا تھا اور اس حدیث میں جس شب کا ذکر کیا جا رہا ہے اس میں صرف معراج پیش آئی تھی۔ معراج کے وقت جب آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے تو براق پر سوار تھے یا سیڑھی کے ذریعہ عروج و صعود فرمایا؟ اس میں بھی علماء کا اختلاف ہے، اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ براق پر سوار ہو کر آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے، جب کہ دوسری روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آسمان تک آپ ﷺ کا عروج و صعود سیڑھی کے ذریعہ ہوا۔ لہٰذا ملا علی قاری نے روایتوں کے اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے لکھا ہے کہ یہاں اس روایت میں راوی نے اختصار سے کام لیا ہے اور واقعہ کی تفصیل ذکر کرنے کے بجائے اس اجمال پر اکتفا کیا تفصیلی روایت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے

Marfat.com

اور آپ ﷺ نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام اپنے براقوں کو باندھتے تھے، بیت المقدس کے مشاغل (جیسے انبیاء کرام کو نماز پڑھانا اور ان سے ملاقات وغیرہ) سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف عروج وصعود فرمایا اور یہ عین ممکن ہے کہ سیڑھی کے ذریعہ آپ ﷺ آسمان پر تشریف لے گئے ہوں اور براق بدستور مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) کے دروازہ پر بندھا رہا۔ پس راوی نے اس درمیانی تفصیل کو حذف کر کے بس آسمان پر پہنچنے کا ذکر کر دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ ﷺ براق پر سوار ہو کر ہی سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر تشریف لے گئے ہوں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اس وضاحت کی روشنی میں تمام روایتیں متفق ہو جاتی ہیں۔

''پوچھا گیا کہ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا: میں جبرئیل ہوں''۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمان میں حقیقتاً دروازے ہیں اور ان دروازوں پر دربان مقرر ہیں نیز کہا جاتا ہے کہ وہ دروازے بنت المقدس کے محاذات میں سے ہیں۔ حدیث کے اس جملہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر کسی کے گھر جا کر دروازے پر آواز یا دستک دی جائے اور گھر کے اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے؟ تو اس کے جواب میں صرف یہ نہ کہا جائے کہ ''میں ہوں'' جیسا کہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہے اور اس کی ممانعت منقول ہے بلکہ اپنا نام لے کر جواب دیا جائے۔ مثلاً یوں کہا جائے ''میں زید ہوں''۔

انبیاء کرام سے ملاقاتیں:

''ان کو سلام کرو'' کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف سے آنحضرت ﷺ کو سلام میں سبقت (پہلے سلام کرنے) کا حکم اظہار تواضع وشفقت کی تعلیم کے طور پر تھا کیونکہ اس موقع پر آنحضرت ﷺ کو وہ عالی مرتبہ ومقام حاصل ہوا تھا جس سے بلند و برتر مقام کا تصور بھی کسی اور کے لئے نہیں کیا جا سکتا لہٰذا آپ ﷺ پر لازم تھا کہ تواضع و انکساری اور شفقت ومحبت کا اظہار کریں اور سلام میں سبقت اس کا بہترین ذریعہ تھا۔ نیز بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس وقت آنحضرت ﷺ ان انبیاء کے پاس سے گزر

Marfat.com

رہے تھے اور اس اعتبار سے آپ ﷺ اس شخص کے حکم میں تھے جو کھڑا ہو اور انبیاء اپنی اپنی جگہ پر پہلے سے موجود و برقرار تھے اور اس اعتبار سے وہ اس شخص کے حکم میں تھے جو بیٹھا ہو اور اصول یہ ہے کہ اگر ایک شخص کھڑا ہو اور ایک شخص بیٹھا ہو تو کھڑا ہوا شخص پہلے سلام کرے اگرچہ وہ بیٹھے ہوئے شخص سے افضل ہو، لہٰذا ان انبیاء کرام کو آنحضرت ﷺ کا پہلے سلام کرنا اس اشکال کو لازم نہیں کرتا کہ آنحضرت ﷺ چونکہ تمام انبیاء سے افضل ہیں اس لئے سلام میں آپ ﷺ کو سبقت کا حکم کیوں دیا گیا۔

"میں نیک بخت بیٹے اور پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں"۔ نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام بلکہ حدیث میں مذکورہ تمام انبیاء نے آپ ﷺ کا استقبال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی مدح وتعریف میں صلاح یعنی نیک بختی کا ذکر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ نیک بختی وہ عظیم مرتبہ اور بلند ترین مقام ہے جو تمام انسانی واخلاقی خوبیوں اور بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ صالح یعنی نیک بخت وہ شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے بندوں کے تمام لازمی حقوق کی ادائیگی پر عامل و قائم ہو، نیز اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں انبیاء کا اصل وصف صلاح ہی بیان کیا ہے، جیسا کہ فرمایا: وَكُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔ اور وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ۔

"اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے کہیں زیادہ جنت میں داخل ہوں گے"۔ کے تحت علماء نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رونے کا جو یہ سبب بیان کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کی فضیلت و بڑائی کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں حسد یا جلن جیسی کوئی چیز تھی، کیونکہ حسد اور جلن تو وہ برا جذبہ ہے جس سے عام مؤمنین کے بچنے کی تلقین کی گئی ہے اور اس جہان (آخرت) میں تو معمولی درجہ کے اہل ایمان کے دلوں سے بھی یہ برا جذبہ نکال باہر کیا جائے گا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی عظیم ہستی اس برے جذبہ میں مبتلا ہوتی جس کو حق تعالیٰ نے اپنا برگزیدہ بنایا، منصب نبوت و رسالت پر فائز کیا اور شرف تکلم سے سرفراز فرمایا۔ لہٰذا کہا جائے گا کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس حسرت و

Marfat.com

افسوس کے سبب تھا کہ ان کی امت کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام و تعلیمات کی مخالفت کر کے اور سرکشی و نافرمانی کے راستہ پر جے رہ کر اپنی مجموعی اور ملی حیثیت کو زبردست نقصان پہنچایا جس کا اثر یہ ہوا کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ اجر و انعام جاتا رہا جس سے ان کے مراتب و درجات کی ترقی کا راستہ کھلا رہتا، اس طرح ان کی امت کے لوگوں نے خود اپنا ہی نقصان نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبر (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے اجر و ثواب کے نقصان کا سبب بھی بنی کیونکہ ہر پیغمبر کو اس شخص کا ثواب ملتا ہے جو اس کی متابعت کرتا ہے اور جن لوگوں کو خود ثواب نہ ملتا ہو وہ اپنے پیغمبروں کے اجر و ثواب میں اضافہ اور ترقی کا باعث کیسے بن سکتے ہیں جو ایک طرح سے اس پیغمبر کے حق میں نقصان ہے، اس بات کو زیادہ وضاحت کے ساتھ یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے لوگ ان کی بات مان کر سرکشی اور گناہ کا راستہ سے بچتے اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ پر چلتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی وہی ثواب ملتا ہے جس کے حقدار ان کی امت کے لوگ ہوتے کیونکہ جتنا ثواب اس شخص کو ملتا ہے جو کوئی نیک عمل کرتا ہے، اتنا ہی ثواب اس نیک عمل کی راہ دکھانے والے کو بھی ملتا ہے، پس قوم موسیٰ کی سرکشی اور نافرمانی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنے والا یہ اجر و ثواب جاتا رہا، اس کے بخلاف جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی فضیلت اور آپ ﷺ کے ان بلند مراتب و درجات کو دیکھا جو آپ ﷺ کی امت کی اطاعت و فرمانبرداری کے سبب آپ ﷺ کو ملنے والے تھے تو وہ اپنے اجر و ثواب کی محرومی پر از راہ تاسف رو پڑے۔

بعض حضرات نے یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا دراصل اپنی قوم کی قابل رحم حالت پر حسرت افسوس اور شفقت و محبت کا بے ساختہ اظہار تھا، جب انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف تو میری امت کے لوگ ہیں جن کو اللہ نے بڑی بڑی عمر دی۔ مضبوط قوی سے نوازا، کارگاہِ حیات میں زیادہ طویل عرصہ تک مصروف عمل رہنے کا موقع دیا لیکن انہوں نے نہ تو میری اتباع سے وہ فائدہ اٹھایا جو محمد ﷺ کی امت کے لوگ چھوٹی چھوٹی عمر اور کمزور قوی رکھنے کے باوجود اپنے پیغمبر کے اتباع کی صورت میں اٹھائیں گے اور نہ میری امت

Marfat.com

کے لوگ اس کثرت کو پہنچ سکے جو محمد ﷺ کی امت کے لوگوں کو نصیب ہوگی تو اس شفقت کے تحت کہ جو کسی بھی دوسرے تعلق اور رشتہ سے کہیں زیادہ اپنی امت کے تئیں ایک پیغمبر کے دل میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، ان کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسی مبارک ساعت ہے جس میں حق تعالیٰ کا دریائے رحم وکرم جوش میں ہے، شاید اللہ تعالیٰ اس مبارک ساعت کی برکت سے اس وقت میری امت پر بھی رحم فرمادے اور ان کے ساتھ وہ سخت معاملہ نہ کرے جس کے وہ مستوجب ہو چکے ہیں۔

اور بعض حضرات نے لکھا ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا مقصد ہمارے حضرت ﷺ کے دل کو خوش کرنا تھا، یعنی انہوں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے زبان حال سے گویا یہ اعتراف واظہار کیا کہ آپ ﷺ کے تابعداروں کی تعداد بہت زیادہ ہو گی اور جنت میں جتنے لوگ دوسری امتوں کے داخل ہوں گے ان سب سے زیادہ آپ ﷺ کے امتی جنت میں جائیں گے۔ واضح رہے کہ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو یہ کہا کہ ''ایک نوجوان جس کو میرے بعد رسول بنا کر دنیا میں بھیجا گیا الخ'' تو اس سے آنحضرت ﷺ کی حقارت یا توہین مقصود نہیں تھی بلکہ یہ جملہ (جس میں ''غلام'' کا لفظ استعمال کیا) اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت اور کمال کرم پر اظہار تعجب کے طور پر تھا، یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ کہتے: پروردگار کی قدرت کی بڑائی کے کیا کہنے، اس نے اس نوجوان کو اس چھوٹی سی عمر میں وہ مرتبہ وفضل عطا فرمایا جو پہلے نبیوں کو بڑی بڑی عمر میں نصیب نہیں ہوا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے ''غلام'' (نوجوان) کا لفظ آنحضرت ﷺ کی عمر کے اعتبار سے ہی استعمال کیا ہو کیونکہ اس وقت انبیاء کرام کی ان عمروں کی بہ نسبت کہ جو وہ دنیا میں گزار کر آئے تھے اور پھر جتنا طویل عرصہ ان کو عالم برزخ میں گزارتے ہو گیا تھا، آنحضرت ﷺ کی عمر یقیناً بہت چھوٹی تھی اور ان کے سامنے آپ ﷺ بالکل نوعمر تھے۔

دیگر انبیاء کرام کی موجودگی جسمانی تھی یا روحانی؟

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آسمانوں میں جن انبیاء کرام سے آنحضرت ﷺ کی

Marfat.com

ملاقات کرائی گئی وہ جسم و روح کے ساتھ وہاں موجود تھے یا ان کی موجودگی محض روحانی تھی؟ اگر وہ جسم و روح کے ساتھ وہاں موجود تھے تو پھر یہ اشکال لازم آتا ہے کہ ان کے اجسام تو قبروں میں ہیں، آسمانوں میں ان کی موجودگی کیسے تھی؟ اس سلسلہ میں علماء نے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان انبیاء کرام کے اجسام اصلیہ تو قبروں ہی میں رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو اجسام مثالیہ کے ساتھ متمثل کر کے آپ ﷺ کی ملاقات کے لئے جمع کیا البتہ آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسم اصلی کے ساتھ دیکھا کیونکہ وہ اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے، اسی طرح حضرت ادریس علیہ السلام کو جسم اصلی کے ساتھ دیکھا وہ بھی آسمان پر زندہ اٹھائے گئے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لئے انبیاء کرام کو مع اجسام عنصریہ کے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) اور آسمانوں میں جمع کیا، اس طرح آنحضرت ﷺ نے تمام ہی انبیاء کو ان کے اجسام اصلی کے ساتھ دیکھا اور اللہ کی قدرت کے آگے کچھ محال نہیں تھا کہ ایک شب کے لئے ان انبیاء کے اجسام عنصریہ ان کی قبروں سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں پر جمع کئے گئے اور پھر ان کو ان کی قبروں میں واپس کر دیا گیا۔

ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے کہ آسمانوں میں ان ہی چند حضرات انبیاء کو آنحضرت ﷺ کی ملاقات کے لئے کیوں مخصوص کیا گیا اور یہ کہ انبیاء میں سے ہر نبی کو ایک آسمان کے ساتھ کس سبب سے مخصوص کیا گیا اور اس میں کیا حکمت تھی؟ اس بارے میں علماء نے یہ لکھا ہے کہ ان ہی چند حضرات انبیاء سے آنحضرت ﷺ کی ملاقات کرانے اور ان میں سے ہر نبی کو تفاوت و درجات کی ترتیب سے ایک ایک آسمان کے ساتھ مخصوص کرنے میں ان خاص حالات کی طرف اشارہ مقصود تھا جو حضور ﷺ کو بعد میں وقتاً فوقتاً پیش آئے چنانچہ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی خصوصیت یہ تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی سب سے پہلے نبی ہیں اور ہر انسان کے پہلے باپ ہیں، اس لئے سب سے پہلے ہی ان سے ملاقات کرائی گئی اور اس ملاقات میں ہجرت کی طرف اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دشمن (ابلیس) کی وجہ سے آسمان اور جنت سے زمین کی طرف ہجرت

Marfat.com

فرمائی اسی طرح آپ ﷺ کو بھی اپنے دشمنوں کی وجہ سے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی وطن مالوف کی مفارقت طبعًا شاق ہوگی۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی خصوصیت یہ تھی کہ تمام انبیاء میں جس نبی سے آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ زمانی قرب حاصل ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں دجال کے قتل کے لئے آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ میں ایک مجدد ہونے کی حیثیت سے شریعت محمدیہ کو جاری فرمائیں گے اور قیامت کے دن تمام لوگوں کو لے کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وہی حاضر ہوں گے اور آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں گے، ان وجوہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرائی گئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معیت محض ان کی نسبی قرابت کی وجہ سے تھی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کی خصوصیت یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت ﷺ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اس بناء پر سب سے زیادہ مخصوص قرب حاصل ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی امت جنت میں داخل ہوگی تو حضرت یوسف علیہ السلام کی شکل و صورت کے حسن و جمال کی حامل ہوگی، نیز اس ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح آپ ﷺ کو بھی اپنے خاندانی بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں سے سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں گی اور بالآخر آپ ﷺ ان پر غالب آکر ان سے درگزر فرمائیں گے۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور چونکہ ساتوں آسمانوں میں درمیانی اور معتدل چوتھا آسمان ہی ہے اس لئے ان کو چوتھے آسمان پر رکھا گیا، نیز اس ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت ﷺ سلاطین عالم کو دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائیں گے، کیونکہ خط و کتابت کے اول موجد حضرت ادریس علیہ السلام ہی ہیں۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ (حضرت ہارون) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہونے کی حیثیت سے ان

Marfat.com

سے بہت قریب بھی تھے اور دعوت حق کے راستہ میں ان کے معتمد مددگار بھی، اس اعتبار سے ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے قریب پانچویں آسمان پر رکھا گیا اور ان کے اوپر چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رکھا گیا چونکہ وہ "کلیم اللہ" کی فضیلت رکھنے کے سبب دوسرے نبیوں سے اوپر چھٹے آسمان ہی سے موزونیت رکھتے تھے نیز اس ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام ملک شام میں جبارین سے جہاد و قتال کے لئے گئے اور اللہ نے ان کو فتح دی اسی طرح آنحضرت ﷺ بھی دشمنانِ دین سے جہاد و قتال کے لئے ملک شام میں داخل ہوں گے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے شام میں غزوۂ تبوک کے لئے تشریف لے گئے اور دومۃ الجندل کے رئیس نے جزیہ دے کر صلح کی درخواست پیش کی اور آنحضرت ﷺ نے اس کی صلح کی درخواست منظور فرمالی اور جس طرح ملک شام پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر فتح ہوا اسی طرح حضور پُرنور ﷺ کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر پورا ملک شام فتح ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ بانی کعبہ بھی ہیں اس لئے اس آخری ملاقات میں اس طرف اشارہ تھا کہ آنحضرت ﷺ وفات سے پیشتر حج بیت اللہ فرمائیں گے اور آخرکار مکہ مکرمہ آپ ﷺ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ یہاں یہ احتمال ہے کہ اس شب میں آسمان پر تمام انبیاء کو جمع کرنے کے بجائے ان چند مخصوص انبیاء کو جمع کرنا کافی سمجھا گیا ہو، وہیں یہ احتمال بھی ہے کہ باقی تمام انبیاء بھی جمع کئے گئے ہوں اور اس موقع پر وہ سب اپنی اپنی حیثیت اور درجہ کے مطابق مقامات پر آسمانوں میں موجود ہوں لیکن ذکر میں صرف ان مخصوص و مشہور انبیاء پر اکتفا کیا گیا ہو اور باقی انبیاء کے ذکر کی ضرورت ہی نہ سمجھی گئی ہو۔

سدرۃ المنتہیٰ پر ورود:

"اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا"۔ "سدرۃ المنتہیٰ" ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے جس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے۔ سدرہ کے معنی بیر کے درخت

Marfat.com

کے ہیں اور منتہی کے معنی ہیں وہ جگہ جہاں ہر چیز پہنچ کر رک جاتی ہے۔ چنانچہ زمین سے جو بھی چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہٰی پر جا کر منتہی ہو جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے، اسی طرح ملاء اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہٰی پر آ کر ٹھہر جاتی ہے پھر نیچے لائی جاتی ہے، گویا یہ وہ مقام ہے جس کے آگے فرشتے بھی نہیں جا سکتے۔ یہ سعادت صرف ہمارے حضرت ﷺ کو حاصل ہوئی کہ آپ اس مقام سے بھی آگے تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے علاوہ اور کوئی اس مقام سے آگے نہیں گیا۔

وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلَ اٰذَانِ الْفِيَلَةِ: (اور اس کے پتے ہاتھوں کے کانوں کے برابر تھے) اس جملہ میں لفظ فِيَلَة اصل میں فیل (ہاتھی) کی جمع ہے اور دیک کے وزن پر ہے جو دیک (مرغ) کی جمع ہے۔ سدرۃ المنتہٰی کے پھلوں کو بڑے بڑے مٹکوں کے برابر اور اس کے پتوں کو ہاتھی کے کانوں کے برابر کہنا عوام کو سمجھانے اور قیاس عقل میں لانے کے لئے ہے حقیقت یہ ہے کہ لفظی طور پر نہ تو خود اس درخت کی لمبائی موٹائی حد حصر میں آسکتی ہے اور نہ اس کے پھلوں اور پتوں کے بڑے پن کا کوئی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

''جبرئیل نے کہا: سدرۃ المنتہٰی ہے''۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ کہنا یا تو آنحضرت ﷺ کو اس مقام سے متعارف کرانا اور اس بات کو مبارکباد دینا تھا کہ آپ ﷺ اس مقام تک پہنچ گئے ہیں جو تمام خلائق کے عقل و علم کا منتہٰی ہے اور جس کے آگے آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی کی رسائی ممکن نہیں ہے یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس کہنے کا مقصد یہ عذر بیان کرنا تھا کہ اب وہ مقام آگیا ہے جس کے آگے مجھے بھی جانے کی اجازت اور تاب نہیں ہے، اس لئے میں یہاں سے آگے آپ ﷺ کی رفاقت و مصاحبت میں نہیں رہ سکوں گا۔

''یہ باطن کی دو نہریں جنت کی ہیں''۔ کے بارے میں طیبیؒ نے لکھا کہ جنت کی ان دونوں نہروں میں سے ایک نہر تو سلسبیل تھی اور دوسری نہر کوثر تھی۔ نیز ان دونوں نہروں کو باطن (پوشیدہ) اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ وہ جنت میں بہتی ہیں وہاں سے باہر نہیں نکلتیں اور بعض حضرات نے کہا ہے: جنت کی ان دونوں نہروں کو ''باطن'' اس اعتبار سے کہا گیا ہے کہ عقل ان کے اوصاف و خصوصیات کی حقیقت وکہنہ کا ادراک نہیں کر سکتی۔

Marfat.com

''اور یہ ظاہر کی دو نہریں نیل و فرات ہیں''۔ کے بارے میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں نہروں سے مراد مصر کا دریائے نیل اور عراق کا دریائے فرات ہے، جن کے متعلق حدیث میں ہے کہ یہ دونوں اصل میں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل کر زمین تک آئے اور روئے زمین کے ان علاقوں میں بہتے ہیں اور بعض حضرات نے یہ کہا کہ ان دونوں نہروں کو نیل اور فرات، سے تعبیر کرنا یا تو تشبیہ اور استعارہ کے طور پر ہے کہ دریائے نیل اور دریائے فرات کا پانی شیرینی و لطافت اور فوائد و منافع کے اعتبار سے جنت کے پانی کے مشابہ ہے اور یا یہ محض رسمی اشتراک ہے کہ جیسے زمین کے دریاؤں کے نام نیل و فرات ہیں ایسے ہی جنت کی دو نہروں کے نام بھی نیل اور فرات ہیں۔

بیت المعمور قبلہ ملائک ہے!

''پھر مجھ کو بیعت المعمور دکھایا گیا''۔ بیت المعمور بھی ''اللہ'' کا گھر ہے جو قبلہ ملائک ہے اور ساتویں آسمان پر واقع ہے اس کا محل وقوع ٹھیک خانہ کعبہ کے محاذات میں ہے، بالفرض اگر وہ گرے تو عین کعبہ پر آ کر گے۔ اس کا ذکر آگے کی حدیث میں آ رہا ہے۔

''دودھ فطرت ہے الخ'' فطرت سے مراد دین اسلام ہے جس کو حق تعالیٰ نے ہر انسان کی پیدائش و خلقت کی بنیاد بنایا ہے۔ دودھ اور فطرت یعنی دین اسلام میں مماثلت و مناسبت یہ ہے کہ جس طرح دین اسلام انسان کی روحانی اور اعتقادی تخلیق کی خشت اول ہے اسی طرح دودھ انسان کی جسمانی پرورش اور اٹھان کا بنیادی عنصر ہے، یہ دودھ ہی ہوتا ہے جس سے آدمی کی پیدائش ہوتے ہی پرورش شروع ہو جاتی ہے اور پھر دودھ میں جو فطری خوبیاں لطافت و پاکیزگی، شیرینی و منفعت اور خوشگواری ہے، اس سے دین فطرت یعنی اسلام کو بہت مناسبت حاصل ہے، اسی لئے عالم بالا میں دین اور علم کی مثال دودھ کو قرار دیا گیا ہے اور علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ دودھ پی رہا ہے تو اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ اس شخص کو دین اور علم سے بہت زیادہ حصہ اور بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔

''تم اور تمہاری امت کے لوگ اسی فطرت پر رہیں گے''۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ

Marfat.com

السلام کی طرف بشارت تھی کہ آپ ﷺ نے چونکہ دودھ کے پیالہ کو اختیار فرمایا اس لئے ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کے لوگ دین اور علم کی راہ پر گامزن رہیں گے دودھ کے مقابلہ پر شراب ہے، جو ہر برائی کی جڑ بتائی گئی ہے اور آپ ﷺ نے اس کو ترک کر کے گیا اپنی امت کے لوگوں کو بالعموم برائی کے راستہ پر جانے سے روک دیا ہے، چنانچہ ایک حدیث میں یہ منقول ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا: اگر آپ شراب کا پیالہ لے لیتے تو پھر آپ ﷺ کی امت میں فتنہ وفساد یعنی تمام خرابیوں کی جڑ پڑ جاتی۔ واضح رہے کہ (معراج کا واقعہ) جس زمانہ کا ہے اس وقت شراب پینا مباح تھا، خصوصاً شراب جنت (جو آپ ﷺ کو اس موقع پر پیش کی گئی کی حیثیت دوسری تھی لیکن اس کے باوجود عالم بالا میں جس چیز کو برائی اور خرابی کی مثال قرار دیا گیا وہ شراب ہی ہے۔ اب رہ گئی شہد کی بات، تو اگرچہ شہد بھی ایک لطیف اور پاکیزہ چیز ہے اور اس کو شفا کا ذریعہ بتایا گیا ہے لیکن اس کی لطافت و پاکیزگی اور خوشگواری چونکہ دودھ سے بڑھ کر نہیں، بلکہ اس سے کم ہی ہے اور اس کی حیثیت بھی دودھ کی بہ نسبت غیر اہم ہے، اس لئے آپ ﷺ نے دودھ کے مقابلہ پر شہد کو بھی ترجیح نہیں دی۔ ویسے آگے جو حدیث آرہی ہے اس میں شہد کا ذکر بھی نہیں، صرف دودھ اور شراب کے پیالوں کا ذکر ہے۔ نیز اس حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ چیزوں کے پیالہ آپ ﷺ کے سامنے اس وقت پیش کئے گئے جب آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس تھے جب کہ آگے آنے والی حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ پیالے آپ ﷺ کے سامنے بیت المقدس میں پیش کئے گئے، لہٰذا علماء نے لکھا ہے کہ یہ پیالے آپ ﷺ کے سامنے دو مرتبہ پیش کئے گئے تھے، ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد، اس وقت صرف دو پیالے پیش کئے گئے یعنی ایک دودھ کا اور ایک شراب کا، جیسا کہ اگلی حدیث میں ذکر ہے اور دوسری مرتبہ آسمان پر (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) تین پیالے پیش کئے گئے جن میں سے ایک دودھ کا تھا، ایک میں شہد تھا اور ایک میں شراب تھی۔

"تم پھر پروردگار کے پاس جاؤ اور اپنی امت کے لئے (پانچ نمازوں میں بھی) تخفیف کی درخواست کرو"۔ کے تحت خطابی نے کہا: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آنحضرت ﷺ

Marfat.com

کو بار بار اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجنا اور ان کے مشورہ پر آنحضرت ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے نمازوں کی تعداد میں تخفیف کی درخواست کرنا اس بات کی علامت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمازوں کی فرضیت کا جو ابتدائی حکم صادر ہوا ہے، وہ وجوب قطعی کے طور پر نہیں ہے، اس میں تبدیلی کی گنجائش ہے۔ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بات معلوم نہ ہوتی تو وہ بار بار تخفیف کی درخواست کا مشورہ نہ دیتے۔ نیز آنحضرت ﷺ کی طرف سے بار بار درخواست پیش کرنا اور ہر مرتبہ اس درخواست کا منظور ہونا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم قطعاً وجوب کے طور پر نہیں تھا کیونکہ جو حکم وجوب قطعی کے طور پر جاری ہوتا ہے اس میں تخفیف کی گنجائش نہیں ہوتی۔ ملا علی قاری نے خطابی کے اس قول کو طیبی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد اپنی طرف سے جو کچھ لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان کے نزدیک خطابی کی بات وزن دار نہیں ہے، ان کا کہنا ہے کہ تخفیف کی درخواست کرنا اصل میں علامت ہی اس بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم وجوب کے طور پر تھا، کیونکہ جو چیز واجب نہ ہو اس میں تخفیف کی درخواست کی ضرورت پیش نہیں آتی، لہٰذا اس سلسلہ میں صحیح بات وہی ہے جو بعض حضرات نے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں ہی فرض کی تھیں پھر اپنے بندوں کے حال پر رحم کرتے ہوئے تخفیف کی درخواست قبول فرمائی اور پچاس نمازوں کے حکم کو منسوخ کر کے پانچ نمازوں کا حکم جاری و نافذ فرمایا جیسا کہ اور بعض احکام میں بھی تبدیلی و منسوخی کا عمل ہوا ہے۔

ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیے:

اور حضرت ثابت بنانی (تابعی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے براق لایا گیا جو ایک سفید رنگ کا، دراز قد، چوپایہ تھا، گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا تھا، جہاں تک اس کی نگاہ وہاں اس کا ایک قدم پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہوا اور بیت المقدس میں آیا اور میں نے اس براق کو (مسجد کے دروازہ پر) اس حلقہ سے باندھ دیا جس میں انبیاء (اپنے براقوں کو یا اس براق کو) باندھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھی،

Marfat.com

پھر میں مسجد سے باہر آیا اور جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے، میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: آپ ﷺ نے فطرت (یعنی دین اسلام) کو اختیار کر لیا اور پھر ہمیں آسمان کی طرف چڑھایا"۔ اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حدیث کا وہی مضمون بیان کرتے ہوئے کہا جو سابق حدیث میں گزرا کہا کہ (آنحضرت ﷺ نے فرمایا:) میں نے (پہلے آسمان پر) حضرت آدم علیہ السلام (ان الفاظ میں) مرحبا کہا (میں نیک بخت بیٹے پیغمبر صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں) اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ پھر آپ ﷺ نے تیسرے آسمان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا جن کو آدھا حسن عطا کیا گیا تھا، انہوں نے بھی مجھ کو مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ راوی یعنی ثابت بنانی نے (حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس روایت میں) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا ذکر نہیں کیا (جیسا کہ حدیث سابق میں تھا) اور آنحضرت ﷺ نے ساتویں آسمانوں کا ذکر کرتے ہوئے (سابق حدیث کی بہ نسبت مزید) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ وہاں میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا جو بیت المعمور سے پشت لگائے بیٹھے تھے اور بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے (طواف کے لئے) داخل ہوتے ہیں جن کو دوبارہ داخل ہونا نصیب نہیں ہوتا (یعنی ہر دن نئے ستر ہزار فرشتے طواف کے لئے آتے ہیں کیونکہ فرشتوں کی کثرت کی بنا پر کسی فرشتے کو ایک مرتبہ کے بعد پھر دوبارہ بیت المعمور میں داخل ہونے کا کبھی موقع نہیں ملتا) اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا (جو ساتویں آسمان پر بیری کا درخت ہے) میں نے دیکھا کہ اس (سدرۃ المنتہیٰ) کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر اور اس کے پھل (یعنی بیر) مٹکوں کے برابر تھے، پھر جب سدرۃ المنتہیٰ کو اللہ کے حکم سے ڈھانکنے والی چیز نے ڈھک دیا تو اس کی حالت بدل گئی (یعنی اس میں پہلے سے زیادہ اعلیٰ تبدیلی آگئی اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی خوبی اور وصف (کے کمال) کو بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو وحی چاہی میری طرف بھیجی (یعنی مجھ سے بلاواسطہ کلام فرمایا) پھر مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر میں اس

Marfat.com

بلند مقام سے نیچے اترا اور (ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے رخصت ہوتا ہوا) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس "چھٹے آسمان پر" آیا انہوں نے پوچھا: تمہارے پروردگار نے تمہاری امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا رات دن میں پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور (نمازوں کی تعداد میں) تخفیف کی درخواست کرو کیونکہ تمہاری امت اتنی طاقت نہیں رکھتی، میں بنی اسرائیل کو آزما کر اور ان کا امتحان لے کر پہلے دیکھ چکا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ پر) میں بارگاہِ خداوندی میں پھر حاضر ہوا اور کہا: میرے پروردگار! میری امت کے حق میں آسانی فرما دیجئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے حق میں (آسانی فرما کر) پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان کو بتایا کہ میری درخواست پر پانچ نمازیں کم کر دی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تمہاری امت اتنی (نمازیں ادا کرنے کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، تم پھر اپنے پروردگار کے پاس جاؤ اور مزید تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اسی طرح اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا (اور تخفیف کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا کہ میری درخواست پر ہر مرتبہ پانچ نمازیں کم کر دی جاتیں) یہاں تک کہ (جب آخری مرتبہ بھی تخفیف ہوگئی اور رات دن میں صرف پانچ نمازیں رہ گئیں تو) پروردگار نے فرمایا: محمد (ﷺ) رات دن میں فرض تو یہ پانچ نمازیں ہیں لیکن ان میں سے ہر نماز کا ثواب دس نمازوں کے برابر ہے، اس طرح یہ پانچ نمازیں ثواب میں پچاس نمازوں کے برابر ہیں اور ہمارا اصول یہ ہے کہ جس شخص نے نیکی کا قصد کیا اور اس کو (کسی شرعی عذر یا کسی دوسری رکاوٹ کے سبب) پورا نہ کر سکا تو اس کے حساب میں (صرف اس قصد ہی کی وجہ سے) ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر اس قصد کے بعد اس نے اس نیکی کو کر لیا تو اس کے حساب میں وہ نیکی دس گنا لکھی جاتی ہے اور جس شخص نے بُرے کام کا قصد وارادہ کیا اور پھر اس برے کام کو نہ کر سکا تو اس کے حساب میں وہ برائی نہیں لکھی جائے گی اور اگر اس نے اپنے قصد کے مطابق اس برے کام کو کر لیا تو اس

Marfat.com

کے حساب میں وہی ایک برائی لکھی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر بارگاہِ خداوندی سے نیچے (چھٹے آسمان پر) واپس آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صورتِ حال بتائی، انہوں نے پھر وہی مشورہ دیا کہ اپنے پروردگار کے پاس واپس جاؤ اور (پانچ نمازوں میں بھی) تخفیف کی درخواست کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں بار بار اپنے پروردگار کے پاس جا چکا ہوں اب مجھ کو اس کے پاس آتے شرم آتی ہے۔" (مسلم)

مسلم شریف کی ایک اور روایت

سیدنا ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا اور (دیکھا کہ) قریش مجھ سے میری سیر (معراج) کا حال پوچھ رہے تھے، تو انہوں نے بیت المقدس کی کئی چیزیں پوچھیں جن کو میں ذہن میں محفوظ نہیں رکھتا تھا۔ مجھے بڑا رنج ہوا، ایسا رنج کبھی نہیں ہوا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا، میں اس کو دیکھنے لگا اور اب جو بات وہ پوچھتے تو میں بتا دیتا تھا اور میں نے اپنے آپ کو پیغمبروں کی جماعت میں پایا، دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، وہ ایک درمیانہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے شخص ہیں جیسے کہ (قبیلہ) شنوءۃ کے لوگ ہوتے ہیں اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو بھی دیکھا کہ وہ بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور میں ان کے سب سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ثقفیؓ کو پاتا ہوں اور دیکھا کہ ابراہیم علیہ السلام بھی کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں، ان کے سب سے زیادہ مشابہ تمہارے صاحب (یعنی اپنے آپ کو مراد لیا) ہیں اور پھر نماز کا وقت آیا تو میں نے امامت کی اور سب پیغمبروں نے میرے پیچھے نماز پڑھی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک کہنے والا کہنے لگا کہ اے محمد! یہ جہنم کا داروغہ "مالک" ہے اس کو سلام کرو۔ میں نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے خود پہلے مجھے سلام

Marfat.com

کیا"۔ (مسلم)

بیت المقدس کا آنحضرت ﷺ کے سامنے لایا جانا

عَنْ جَابِرٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَمَّا کَذَّبَنِیْ قُرَیْشٌ قُمْتُ فِی الْحِجْرِ فَجَلَّی اللّٰہُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُھُمْ عَنْ اٰیَاتِہٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْہِ.

(متفق علیه) (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ۷۵، ج ۱۷۰)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: "جب قریش نے (شب معراج میں میرے بیت المقدس کے جانے کے بارے میں) مجھے جھٹلایا (اور بیت المقدس کی عمارتی علامات اور نشانیاں مجھ سے پوچھنے لگے) تو میں حجر یعنی حطیم میں کھڑا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے نمایاں کر دیا، چنانچہ میں بیت المقدس کی طرف دیکھ دیکھ کر اس کی نشانیاں اور علامات ان لوگوں کو بتلاتا رہا"۔

(بخاری و مسلم)

"اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے نمایاں کر دیا" کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع پر جب کہ قریشِ مکہ بیت المقدس کی عمارتوں اور ان کی نشانیوں کے بارے میں مجھ سے سوالات کر رہے تھے اور میرے ذہن میں بیت المقدس کا پورا عمارتی نقشہ اور اس کی نشانیاں محفوظ نہ رہنے کے سبب میں ان عمارتوں کو دوبارہ دیکھے بغیر ان کے سوالات کے جوابات نہ دے سکتا تھا، قادرِ مطلق نے میری یوں مدد فرمائی کہ میرے اور بیت المقدس کے درمیان کے سارے فاصلے سمیٹ دیے اور میری نگاہوں کے سامنے سے وہ ساری رکاوٹیں دور کر دیں جو میرے اور بیت المقدس کے درمیان حائل تھیں، اس طور سے پورا بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے آ گیا اور میں کسی اشتباہ و احتمال کے بغیر اس کی ایک ایک چیز اچھی

Marfat.com

طرح دیکھ کر قریشِ مکہ کے ایک ایک سوال کا بالکل صحیح جواب دینے پر قادر ہو گیا اور یہ بھی احتمال ہے کہ پورا بیت المقدس اٹھا کر لایا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا ہو، جیسا کہ ایک روایت میں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چنانچہ مسجد اقصیٰ اٹھا کر لائی گئی اور دارِ عقیل کے پاس رکھی گئی......اور حقیقت یہ ہے کہ ظہورِ معجزہ میں کامل ترین صورت بھی یہی ہے، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں ثابت ہے کہ بلقیس کا تخت ایک لمحہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے لا کر رکھ دیا گیا تھا۔

علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی کا شرف حاصل ہوا یا نہیں، اور اگر دیدار حاصل ہوا تو وہ سر کی آنکھوں سے تھا یا دل کی آنکھوں سے؟ واضح رہے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھنا ایک الگ چیز ہے اور جاننا ایک دوسری چیز ہے، بعض حضرات سے جن میں صحابہ اور تابعین میں سے بھی کچھ حضرات شامل ہیں یہ کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں دیدارِ خداوندی تو حاصل ہوا لیکن وہ دیدار بصری نہیں تھا قلبی تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی آنکھوں سے دیکھا، سر کی آنکھوں سے نہیں۔ جب کہ جمہور صحابہؓ و تابعینؒ اور علماء کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو سر کی آنکھوں سے دیکھا اور محققین کے نزدیک یہی قول راجح اور حق ہے۔

معراج (والی رات) میں نبی ﷺ کا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنا:

سیدنا عبداللہ رضی بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا اور وہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو چڑھتا ہے، وہ یہیں آ کر ٹھہر جاتا ہے پھر لے لیا جاتا ہے اور جو اوپر سے اترتا ہے، وہ بھی یہیں ٹھہرتا ہے پھر لے لیا جاتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

Marfat.com

''جبکہ سدرہ (بیری) کو چھپائے لیتی تھی وہ چیز جو اس پر چھا رہی تھی''

(النجم:۱۶)

سیدنا عبداللہؓ نے کہا کہ یعنی سونے کے پتنگے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں تین چیزیں دی گئیں۔ ایک تو پانچ نمازیں، دوسری سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں اور تیسری اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امت میں سے اس شخص کو بخش دیا جو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرے گا، (باقی تمام تباہ کرنے والے گناہوں کو معاف کر دیا جاتا ہے سوائے شرک کے)۔

شیبانی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے زر بن حبیشؓ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول ''پس وہ دو کمانوں کے بقدر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم''۔ (النجم:۹) کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ مجھ سے سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تھا، ان کے چھ سو پر تھے۔

اللہ جل جلالہ کے دیدار کے بیان میں:

بخاری و مسلم میں حضرت مسروق سے روایت ہے کہ میں ام المؤمنین عائشہؓ کے پاس تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا تو انہوں نے کہا کہ اے ابو عائشہ! (یہ مسروق کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ جو کوئی ان کا قائل ہو، اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ میں نے کہا کہ وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ (ایک یہ ہے کہ) جو کوئی سمجھے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، اس نے اللہ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ مسروق نے کہا کہ میں تکیہ لگائے ہوئے تھا، یہ سن کر میں بیٹھ گیا اور کہا کہ اے ام المؤمنین! ذرا مجھے بات کرنے دو اور جلدی مت کرو۔ کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرمایا: ''اس نے اس کو آسمان کے کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے''۔ (التکویر:۲۳) ''اسے ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا''۔ (النجم:۱۳) ام المومنین عائشہؓ نے کہا کہ اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیتوں کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان آیتوں سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ میں نے ان کو ان کی اصلی صورت پر نہیں دیکھا سوائے دو بار کے جن کا ذکر ان آیتوں

Marfat.com

میں ہے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کے جسم کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک کے فاصلہ کو بھر دیا تھا''۔ پھر ام المومنین عائشہؓ نے کہا کہ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اس (اللہ) کو تو کسی کی نگاہ نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب نگاہوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے''۔ (الانعام:۱۰۳) کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ناممکن ہے کہ کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتہ کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے بے شک وہ برتر ہے حکمت والا ہے''۔ (الشوریٰ:۵۱)؟ (دوسری یہ ہے کہ) جو کوئی خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے کچھ چھپا لیا، تو اس نے (بھی) اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی'' (المائدہ:۶۷)۔ ام المومنین عائشہؓ نے کہا کہ اور جو کوئی کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل ہونے والی بات جانتے تھے (یعنی آئندہ کا حال) تو اس نے (بھی) اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ ''(اے محمد!) کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی غیب کی بات نہیں جانتا''۔ اور داؤد نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ ام المومنین عائشہؓ نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (یعنی قرآن) میں سے کچھ چھپانے والے ہوتے جو کہ ان پر نازل کیا گیا ہے، (یعنی قرآن) تو اس آیت کو چھپاتے کہ ''(یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا، جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا، جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حق دار تھا کہ تو اس سے ڈرے''۔ (الاحزاب:۳۷)

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ایسی پانچ باتیں سنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

(۱) اللہ جل جلالہٗ سوتا نہیں اور سونا اس کے لائق ہی نہیں (کیونکہ سونا عضلات اور

Marfat.com

اعضائے بدن کی تھکاوٹ سے ہوتا اور اللہ تعالیٰ تھکن سے پاک ہے، دوسرے یہ کہ سونا غفلت ہے اور موت کے مثل ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے)۔

(۲) اور وہی ترازو کو جھکاتا اور اس کو اونچا کرتا ہے۔

(۳) اسی کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے اٹھایا جاتا ہے۔

(۴) اس کا پردہ نور ہے"۔ اور ابوبکرؓ کی ایک روایت میں ہے کہ اس کا پردہ آگ ہے۔

(۵) اگر وہ اس پردے کو کھول دے تو اس کے منہ کی شعاعیں، جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی ہے مخلوقات کو جلا دیں"۔

نماز کیسے فرض ہوئی؟

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث بیان کی کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس براق لایا گیا یہ ایک سواری کا جانور ہے۔ رنگ سفید، قد لمبا، گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے۔ اپنی حد نگاہ تک قدم بھرتا ہے اور کھر رکھتا ہے۔

فرمایا میں اس پر سوار ہوا، حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچا۔ فرمایا میں نے اسے اس کڑے سے باندھ دیا، جس سے اسے انبیاء باندھتے تھے۔ فرمایا پھر میں مسجد میں داخل ہوا اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔ پھر باہر نکلا اور جبریل علیہ السلام ایک برتن شراب (خمر) کا اور ایک دودھ کا برتن لائے۔ میں نے دودھ منتخب کیا۔ پس جبریل علیہ السلام نے فرمایا:

"آپ نے فطرت کو پسند کیا ہے"

پھر ہمیں اوپر آسمان کی طرف لے گئے، جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔

پوچھا گیا: تو کون ہے؟

انہوں نے کہا: جبرئیل علیہ السلام ہوں۔

پھر پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟

انہوں نے کہا: محمد ﷺ۔

Marfat.com

پوچھا گیا: کیا ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟

انہوں نے کہا: تحقیق ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے۔

پس دربان نے دروازہ کھولا اچانک میں آدم علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام ہمیں دوسرے آسمان کی طرف اوپر کو لے گئے، جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔

پوچھا گیا: تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ پوچھا گیا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے؟ انہوں نے کہا: تحقیق ان کی طرف پیغام بھیجا گیا ہے۔

اس نے ہمارے لئے دروازہ کھولا تو اچانک میں خالہ زاد بھائی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور خیر کی دعا دی۔ پھر تیسرے آسمان کی طرف لے گئے۔

جبرئیل نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: تو کون ہے؟ کہا: جبرئیل ہوں۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ۔ کہا گیا: کیا ان کو پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا: تحقیق ان کو پیغام بھیجا گیا ہے۔

اس نے دروازہ کھولا تو اچانک میں یوسف علیہ السلام کے پاس تھا۔ ان کو حسن کا ایک حصہ عطا کیا گیا تھا۔ (یا آدھا حسن دیا گیا) فرمایا: انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان کی طرف اوپر کو لے گیا۔

جبرئیل نے دوازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: کون ہیں؟ کہا: جبرئیل علیہ السلام ہوں۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد ﷺ۔ کہا گیا: کیا ان کو پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا: تحقیق ان کو پیغام بھیجا گیا ہے۔

اس نے دروازہ کھولا تو اچانک میں ادریس علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

”اور ہم نے انہیں بلند مقام پر بلند کیا“۔

Marfat.com

پھر ہمیں پانچویں آسمان کی طرف اوپر لے گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: تو کون ہے؟ کہا: جبرئیل ہوں۔

کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ۔

کہا گیا: کیا ان کو پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا: تحقیق ان کو پیغام بھیجا گیا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا تو میں اچانک ہارون علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر ہمیں چھٹے آسمان کی طرف اوپر لے چلے۔

جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا: تو کون ہے؟ کہا: جبرئیل ہوں۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ۔ کہا گیا: کیا ان کو پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا: تحقیق ان کو پیغام بھیجا گیا ہے۔

اس نے دروازہ کھولا تو میں اچانک موسیٰ علیہ السلام کے پاس تھا۔ انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان کی طرف اوپر کو لے چلے۔

جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھولنے کو کہا تو کہا گیا: تو کون ہے؟ کہا: جبرئیل ہوں۔ کہا گیا: آپ کے ساتھ کون ہیں؟ کہا: محمد ﷺ۔ کہا گیا: ان کو پیغام بھیجا گیا ہے؟ کہا: تحقیق ان کو پیغام بھیجا گیا ہے۔

اس نے دروازہ کھولا تو اچانک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس تھا۔ وہ بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اس بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور یہ فرشتے واپس نہیں آئیں گے۔ (قیامت کے دن تک ان کی دوبارہ باری نہیں آئے گی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کی تعداد گنتی سے ماوراء ہے)۔

پھر سدرۃ المنتہیٰ کی طرف گئے۔ اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح ہیں اور اس کے پھل مٹکوں جیسے ہیں۔ پس جب اللہ کے امر سے ڈھانک لیا جس نے بھی ڈھانکا وہ تبدیل ہوئی۔ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن کی خوبی بیان نہیں کر سکتا۔

پس اللہ نے جو میری طرف وحی کرنا چاہتے تھے، وحی کی اور میرے اوپر روزانہ دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام تک اترا۔

Marfat.com

انہوں نے پوچھا: آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟

میں نے کہا: پچاس نمازیں۔

انہوں نے کہا: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ، تخفیف کا سوال کرو؟ بے شک آپ کی آمت ان کی طاقت نہیں رکھتی۔ بے شک میں بنی اسرائیل کو آزمایا اور ان کا مشاہدہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا: میں اپنے رب کے پاس واپس گیا۔ میں نے عرض کی میرے پروردگار! میری امت پر تخفیف کیجئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں حذف کر دیں۔ میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس لوٹا اور میں نے کہا اللہ نے مجھ سے پانچ نمازیں حذف کر دی ہیں۔ کہا:

"بے شک آپ کی امت ان کی طاقت نہیں رکھتی پس اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو!"

پس میں اپنے پروردگار اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مابین لوٹتا رہا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد ﷺ روزانہ رات اور دن میں یہ پانچ نمازیں فرض ہیں۔ (بالفعل) اور ہر نماز کا ثواب دس گنا ہے۔ پس یہ پچاس نمازیں ہیں۔ (بلحاظ ثواب)

اور جس نے اچھائی کا ارادہ کیا اور عملاً نہ کی، میں اس کے لئے ایک نیکی لکھتا ہوں اور اگر اچھائی کرلے تو دس گنا لکھتا ہوں اور جو برائی کا اردہ کرتا ہے اور عملاً نہیں کرتا، کچھ بھی نہیں لکھا جاتا۔

اب اگر برائی کرلے تو ایک بدی لکھی جاتی ہے۔

آپ نے فرمایا: میں اترا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں خبر دی۔

وہ کہنے لگے: اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور تخفیف کا سوال کرو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے کہا میں اپنے رب کی طرف لوٹتا رہا حتیٰ کہ اب مجھے حیا آتی ہے۔

(مسلم، کتاب الایمان: باب الاسراء برسول اللہ الی السموات وفرض الصلوٰت)

Marfat.com

معراج کی شب میں اللہ تعالیٰ کے حضور ﷺ پر انعامات

مقاتل بن حبانؒ راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے جس وقت آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو جبرائیل علیہ السلام بھی میرے ہمراہ تھے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حجاب اکبر تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھئے میں نے کہا نہیں بلکہ آپ آگے ہوں کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام سے آگے بڑھنا آپ کے سوا کسی اور کو مناسب نہیں اور آپ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مجھ سے کہیں زیادہ ہے فرماتے ہیں میں آگے بڑھا حتیٰ کہ میں سونے کے ایک تخت تک پہنچا جس پر جنت کا ریشمی فرش بچھا ہوا تھا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے پیچھے سے آواز دی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی تعریف وثناء ہو رہی ہے۔ آپ متوجہ ہو جائیں اور حکم کے منتظر رہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے گھبراہٹ محسوس نہ کریں میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہوئے عرض کیا:

التحیات للہ والصلوۃ والطیبات.

"کہ تمام قولی بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ.

"یعنی اے نبی تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں"۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا:

السلام علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین.

"ہم پر بھی اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بھی سلامتی نازل ہو"۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا:

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ.

Marfat.com

''میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خداوند تعالیٰ کے بندے اور رسولؐ برحق ہیں''۔

اس پر خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا:

امن الرسول بما انزل اليه من ربه.

''رسول خدا اس پر ایمان لایا جو کہ اس کے پروردگار کی جانب سے اُس پر نازل ہوا''۔

میں نے اس پر عرض کیا: اے خدا کیا واقعی میں آپ پر ایمان لایا ہوں ــــــ

ارشاد ہوا:

والمومنون كل امن بالله وملئكته ورسله لانفرق بين احد من رسله. (سورة بقره)

''اور مومنین بھی سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے''۔

جیسا کہ یہود نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان تفریق کی اور ایسے ہی نصاریٰ نے بھی تفریق ڈالی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

لايكلف الله نفسا الا وسعها. (بقره)

''یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مکلف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت میں ہو''۔

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت.

''وہ جو بھی نیک عمل کرے گا اس کا ثواب اسے ملے گا اور جو برائی کرے گا اس کا عذاب بھی اسے ہوگا''۔

پھر ارشاد فرمایا کہ سوال کریں مطلوب عطا ہوگا میں نے عرض کیا:

Marfat.com

غفرانک ربنا والیک المصیر. ۲۸۶/۲

''یعنی ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمادیجئے کہ ہمیں قیامت میں آپ کے حضور پیش ہونا ہے''۔

ارشاد ہوا میں نے آپ کی مغفرت کردی اور آپ کی امت میں سے ہر اس شخص کی جو میری توحید اور آپ کی رسالت کو مانتا ہے۔ اس کے بعد پھر ارشاد ہوا کچھ مان گئے آپ کو دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا.

''اے رب ہم پر گرفت نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں''۔

ارشاد ہوا ایسا ہی ہوگا۔ تمہاری خطا یا نسیان پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اسی طرح اس کام پر بھی جو تم سے جبراً کروایا جائے پھر ارشاد ہوا آپ درخواست کریں آپ کو عطا کیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا:

ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی اللذین من قبلنا ۲۸۶/۲

''اے ہمارے رب ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجے، جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے''۔

چنانچہ بنی اسرائیل جب کوئی جرم کرتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھانے کی کسی عمدہ قسم کی شے کو اُن لوگوں پر حرام قرار دے دیا جاتا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے:

فَبِظُلْمٍ من الذین ھادوا حرمنا علیھم طیبات احلت لھم.

''یہودیوں کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاکیزہ اشیاء جو کہ حلال تھیں ان پر حرام کردی گئیں۔

خداوند تعالیٰ نے میری گذارش قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: تم لوگ مزید کچھ مانگو وہ بھی تم کو ملے گا تو میں نے عرض کیا:

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا

Marfat.com

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ (بقرہ: ۲۸۶)

"اے ہمارے پروردگار ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈالیے کہ جیسا کہ آپ نے گزشتہ امتوں پر بوجھ ڈالا تھا، اے ہمارے پروردگار ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈالیے کہ جس کی ہمارے اندر طاقت نہیں ہے اور ہم کو معاف فرما دیجئے اور ہماری مغفرت فرما دیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے اور ہم کو کفار پر غلبہ عطا فرمایئے"۔

اس پر خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہاری یہ درخواست بھی قبول اور منظور ہے اس لیے تم مزید کچھ اور دعا مانگو وہ بھی قبول کیا جائے گی۔ میں نے عرض کیا:

واعف عنا واغفرلنا الآیۃ.

اس کے بعد خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا: مجھ کو یہ بھی منظور اور قبول ہے اگر تم لوگوں کے صبر کرنے والے صرف بیس افراد بھی ہوئے تو وہ دو سو افراد پر (یعنی کفار پر) غالب آئیں گے۔

Marfat.com

حضور ﷺ کے سفر معراج پر علمی تحقیق

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (بنی اسرائیل: ۱)

پاک ہے وہ ذات جو لے گئی اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے دور والی مسجد تک، وہ کہ برکتیں رکھی ہیں ہم نے ان کے اِردگرد، تاکہ ہم دکھائیں اُس کو اپنی نشانیوں میں سے۔ بے شک وہ (اللہ تعالیٰ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورۃ النحل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو کفار کی ناپسندیدہ حرکات پر صبر کرنے کا درس دیا تھا۔ تو اب اس سورۃ مبارکہ میں حضور علیہ السلام کا واقعہ معراج بیان کر کے اللہ نے واضح فرمایا ہے کہ آپ کس قدر بلند مرتبت ہیں جو کہ صبر ہی کا نتیجہ ہے۔

زمانہ و مکمل واقعہ معراج النبی ﷺ

واقعہ معراج یقیناً مکی زندگی میں پیش آیا۔ مگر سنہ کے تعین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین ۱۲ھ نبوی کا ذکر کرتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال قبل پیش آیا، تاہم راجح بات یہ ہے کہ واقعہ معراج نبوت کے دسویں سال یا گیارہویں سال میں پیش آیا۔ اس لحاظ سے یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے۔

Marfat.com

اہلِ سنت والجماعت کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ واقعہ معراج محض خواب کا واقعہ نہیں جسے روحانی معراج تسلیم کرلیا جائے بلکہ آپ کو یہ معراج روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوا۔ خواب میں دیکھا جانے والا کوئی بھی واقعہ کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا اور نہ اس پر کوئی اعتراض کرتا ہے، مگر معراج النبی ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ ہے جسے سن کر مشرکین نے فوراً اعتراضات شروع کردیے کہ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک شخص رات کے تھوڑے سے حصے میں زمین و آسمان کے درمیان پچاس ہزار سال کی مسافت طے کر لے۔ اِس زمانے میں بھی جسمانی معراج کا انکار کرنے والے دو قسم کے لوگ ہیں۔ بعض لوگ ملحد ہیں جو کہ نافرمانوں کی بدتر قسم ہے اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو غلط فہمی کی بناء پر جسمانی معراج کا انکار کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد احادیث کے بعض الفاظ ہیں جن سے شبہ پیدا ہوتا ہے تاہم جمہور کے نزدیک یہ جسمانی اور روحانی مکمل معراج تھا جس کی تفصیلات خود حضور علیہ السلام نے مختلف اوقات میں بیان فرمائیں اس واقعہ کے راوی چالیس پینتالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جنہوں نے اس واقعہ کے مختلف حصے بیان کئے ہیں۔ اور اب محدثین کرام نے تمام تفصیلات کو یکجا کردیا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، مسند احمد وغیرہ ساری معتبر کتابوں میں اس واقعہ کا باب باندھا گیا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔

آغاز واقعہ معراج

جس رات واقعہ معراج پیش آیا، اُس رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی چچازاد بہن اُم ہانیؓ کے ہاں مقیم تھے، اُن کا مکان خانہ کعبہ کے بالکل قریب تھا، اور آپ اکثر وہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کا گھر وہاں سے ذرا دور تھا، اس لیے آپ بعض اوقات اپنی بہن کے ہاں ٹھہر جاتے، تاکہ رات کو خانہ کعبہ میں عبادت کرسکیں۔ بعض روایات میں آپ کے اپنے گھر کا ذکر بھی آتا ہے کہ آپ وہاں مقیم تھے، مگر محدثین کرام فرماتے ہیں کہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر والی روایت صحیح ہے، اور آپ نے چچا کے گھر کو اپنے ہی گھر پر محمول کیا ہے۔ بعض روایات میں حطیم کے قیام کا ذکر بھی آتا ہے۔ یہ بھی درست ہے کیونکہ

Marfat.com

آپ کے بیان کے مطابق فرشتے آپ کو اُم ہانی کے گھر سے بیدار کر کے حطیم میں لے آئے تھے، وہیں شقِ صدر ہوا اور پھر وہیں سے آپ سفرِ معراج پر روانہ ہوئے۔

شقِ صدر

حضور علیہ السلام کا بیان ہے کہ فرشتوں نے اُم ہانی رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پھاڑ کر مجھے وہاں سے نکالا اور پھر خانہ کعبہ کے حطیم والے حصہ میں لے آئے۔ پھر میرے سینہ کو چاک کیا، قلب مبارک کو نکالا، اسے سونے کے طشت میں رکھ کر آبِ زمزم سے دھویا، اسے علم و حکمت سے بھر دیا اور پھر اپنے ٹھکانے پر واپس رکھ دیا۔ مسلم شریف کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس وقت آپ کا شقِ صدر کیا گیا اس وقت آپ زمین پر نہیں تھے بلکہ فرشتوں نے آپ کو ہاتھوں میں اٹھا رکھا تھا۔ ثُمَّ اُنْزِلْتُ پھر جب وہ اپنا کام مکمل کر چکے تو مجھے نیچے اتار دیا گیا۔

حضور علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں شقِ صدر کا واقعہ چار دفعہ پیش آیا ہے۔ پہلا واقعہ چار پانچ سال کی عمر میں پیش آیا جب کہ آپ اپنی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) کے ہاں زیر پرورش تھے۔ اس عمر میں بچہ عام طور پر لہو و لعب کی طرف مائل ہوتا ہے مگر آپ کو چونکہ منصبِ نبوت عطا ہونے والا تھا، اس لئے ابتداء ہی سے آپ کی تربیت مقصود تھی تاکہ آپ کھیل کود کی طرف زیادہ توجہ نہ دیں۔ پھر دوسری دفعہ شقِ صدر اُس وقت پیش آیا جب آپ کی عمر مبارک بارہ تیرہ سال کی تھی۔ آغازِ شباب میں اکثر نوجوانوں کے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں، مگر آپ علیہ السلام کو چونکہ ایک عظیم ذمہ داری سونپی جا رہی تھی، لہٰذا شقِ صدر کے ذریعے آپ کے قلب مبارک سے وہ تمام چیزیں دور کر دی گئیں جن سے لغزش پیدا ہونے کا امکان ہو سکتا ہے۔

منصبِ نبوت بڑا بوجھل معاملہ ہے۔ اللہ نے سورۃ مزمل میں فرمایا: "انا سنلقی علیک قولا ثقیلا" ہم آپ پر ایک بوجھل بات ڈالنے والے ہیں یعنی وحی الٰہی کا بوجھ اتنا شدید ہوتا تھا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ شدید سردی میں حضور ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ تو اس بوجھ کو برداشت

Marfat.com

کرنے کے لیے آپ کا تیسری دفعہ سینہ چاک کیا گیا، اور پھر چوتھا شقِ صدر سفر معراج پر روانہ ہونے سے قبل حطیم میں کیا گیا۔ تا کہ آپ پیش آمدہ عجیب وغریب واقعات کو برداشت کر سکیں۔

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک

حضور علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ شقِ صدر کے بعد میرے پاس حطیم کے مقام پر ایک جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ یہ سفید رنگ کا جانور اتنا تیز رفتار تھا کہ اس کا ایک ایک قدم حد نگاہ پر پڑتا تھا۔ مجھے اس جانور پر سوار کرایا گیا، جبرئیل علیہ السلام ہمراہ تھے۔ ہمارا سفر مسجدِ اقصیٰ کی طرف شروع ہوا جب مدینہ طیبہ کے مقام پر پہنچے تو مجھے سواری سے نیچے اُترنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ جس جگہ اس وقت مسجدِ نبوی ہے، وہاں میں نے دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر ہوا۔ آپ کی قبر سرخ ٹیلے کے پاس ہے۔ مجھے دکھایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ حدیث میں یہ الفاظ آتے ہیں "رأیت موسیٰ قائمًا یصلی فی قبرہٖ" فرماتے ہیں کہ پھر میرا گزر طور کے مقام پر ہوا، جہاں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے تکلم فرمایا تھا۔ میں نے وہاں بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر مدین کا مقام آیا، جہاں پر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ڈر سے مصر سے نکل کر قیام کیا تھا۔ وہاں بھی دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے ولادت بیت اللحم پہنچے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر بیت المقدس پہنچے اور میں نے جانور کو پتھر کے اس کڑے کے ساتھ باندھ دیا جہاں دیگر انبیاء اپنی سواری کے جانور باندھا کرتے تھے۔ اس مقام پر بھی میں نے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی۔

فرماتے ہیں کہ اس وقت وہاں مسجد کی شکل وصورت نہ تھی کیونکہ اصل مسجد اور ہیکل سلیمانی کو بخت نصر نے تباہ وبرباد کر دیا تھا اور اب وہاں اُجڑی ہوئی مسجد کے صرف کھنڈرات باقی تھے۔ فتنہ بخت نصر کے سو سال بعد بنی اسرائیل پھر وہاں پہنچے اور وہ جگہ آباد کی۔ اس کے بعد رومیوں نے اس مسجد کو تہس نہس کر دیا۔ مسجد کی تعمیر کی سہ بارہ کوشش کی گئی

Marfat.com

مگر کامیابی نہ ہو سکی اور واقعہ معراج کے وقت عمارت کی بجائے محض ایک ٹیلہ سا باقی رہ گیا تھا۔ بیت اللہ شریف کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ پیش آتا رہا ہے۔ اس کی اصل عمارت کی تعمیر حضرت آدم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ پھر ابراہیم علیہ السلام نے اس کی تجدید کی بہر حال مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس کے ارد گرد عمارات موجود تھیں مگر خود مسجد ویران ہو چکی تھی۔ تاریخ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فلسطین فتح ہوا تو ہیکل سلیمانی کی از سرِ نو تعمیر کی گئی۔ بیت اللہ کے قبلہ مقرر ہونے سے پہلے بیت المقدس ہی قبلہ تھا اور اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی۔

آسمانوں کی سیر

مسجد اقصیٰ میں کچھ دیر قیام کے بعد آسمانوں کا سفر شروع ہوا۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبرائیل نے تعارف کرایا کہ یہ آپ کے جدامجد ہیں۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے مرحبا کہہ کر جواب دیا پھر دوسرے آسمان پر پہنچے اور حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام اور چوتھے پر حضرت ادریس علیہ السلام ملے۔ پھر پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام اور چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور آخر میں ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ملے۔ تمام نبیوں کے ساتھ سلام و جواب کا تبادلہ ہوا، اور پھر وہیں مجھے بیت المعمور بھی دکھایا گیا۔ جس طرح زمین پر انسانوں کے لیے خانہ کعبہ ہے۔ اسی طرح آسمانوں پر فرشتوں کا قبلہ بیت المعمور ہے۔ وہاں ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں مگر کسی فرشتے کو ایک سے زیادہ مرتبہ طواف کا موقع نہیں ملتا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کو سدرۃ المنتہیٰ کے مقام تک لے جایا گیا۔ جس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے، پھر اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور ہوا جسے رویت باری تعالیٰ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ علیہ السلام نے جنت اور دوزخ کی سیر کی، جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی شکل میں دیکھا۔ اس کے علاوہ بھی ہزاروں خارقِ عادت واقعات پیش آئے۔

Marfat.com

اسی مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو تین خاص چیزیں عطا فرمائیں۔
حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کیں مگر موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے آپ اِن میں تخفیف کی درخواست کرتے رہے اور پھر آخر میں پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اس کے متعلق کہا گیا ہے "ذالک خمسٌ وّذالک خمسین" یعنی ادا کرنے میں تو پانچ نمازیں ہیں مگر درجے کے اعتبار سے پچاس ہی ہیں۔
بہرحال آپ کو پہلا تحفہ پانچ نمازوں کا ملا، دوسرا تحفہ سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات "امن الرسول" سے لے کر "علی القوم الکافرین" تک اور تیسری خاص چیز اللہ کا یہ فرمان ہے کہ حضور علیہ السلام کی اُمت کا جو شخص شرک میں ملوث نہیں ہوگا۔ میں اس کی غلطیاں معاف فرمادوں گا۔

(انوار البیان)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تصدیق معراج

سنہ ۱۲ نبوت رجب کی ۲۷ ویں رات کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام آسمانوں کی سیر کرائی اور آپ نے بہشت اور دوزخ کا معائنہ فرمایا۔ صبح کے وقت جب آنحضور ﷺ نے رات کا یہ عجیب وغریب سفر بیان کیا تو کفار نے ہنسی مخول میں دھر لیا اور خوب مذاق بنایا، جس کے اثر سے بعض مسلمان بھی محفوظ نہ رہ سکے اور سوچ میں پڑ گئے کہ بیت المقدس تک پہنچنے میں ایک مہینہ صرف ہوتا ہے اور واپس لوٹنے میں دوسرا مہینہ! عجیب معاملہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک شب میں بیت المقدس پہنچ بھی گئے اور واپس بھی تشریف لے آئے! اسی تذبذب نے بعض مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کر دیا۔ ایک گروہ نے جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر واقعہ بیان کر کے حقیقت معلوم کرنا چاہی تو انہوں نے فرمایا، کیا آپ لوگ اسے دروغ سمجھتے ہیں؟ جواب دیا، بالکل دروغ! ہمارے ساتھ تشریف لے چلیے رسول اللہ ﷺ ابھی مسجد میں تشریف فرما ہیں، خود دریافت کر لیجیے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا، اگر رسول اللہ فرماتے ہیں تو ایسا ہی ہوگا، بخدا آپ آسمان سے زمین پر وحی کا آنا دن یا رات کی کسی ساعت میں فرماتے ہیں تو میں اس کی تائید بلا تامل کرتا ہوں اس

Marfat.com

کے مقابلہ میں اسراء پر آپ لوگوں کا تذبذب یا انکار عجیب ہے۔

آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور رسالت پناہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آں حضرت ﷺ بیت المقدس کے ان مقامات کا تذکرہ فرما رہے تھے جن پر سے آپ شب اسراء میں گزرے۔ جونہی مسجد اقصیٰ اور اس کی جغرافیائی حیثیت کا بیان فرمایا، چونکہ ابوبکر بھی بیت المقدس سے ہو آئے تھے (انہوں نے) سنتے ہی "صدقت یا رسول اللہ" عرض کیا۔ اس تصدیق کی بنا پر آج سے رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو "صدیق" کے خطاب سے پکارنا شروع فرما دیا۔

(حیات محمدؐ، محمد حسین ہیکل)

اس موقع کی یاد میں ابو محجن ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دو شعر قابل دید ہیں۔

وَسُمِّيتَ صِدِّيقًا وَكُلُّ مُهَاجِرٍ
سِوَاكَ يُسَمَّى بِاسْمِهِ غَيْرَ مُنْكَرٍ
سَبَقْتَ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَاللّٰهُ شَاهِدٌ
وَكُنْتَ جَلِيسًا بِالْعَرِيشِ الْمُشَهَّرِ

(عنوان النجابۃ۔ ص ۱۷)

"اور تمہارا نام صدیق رکھا گیا اور تمہارے سوا جس قدر مہاجر ہیں
اپنے اپنے نام سے بلائے جاتے تھے اس بات کا کوئی منکر نہیں ہے
......اور تو ہی ہے کہ دوڑ کر اسلام کی طرف آیا اور اس پر خدا گواہ ہے
اور تو ہی پیغمبر کا عریشِ بدر میں ہم نشیں تھا۔"

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کی تصریحات

ہر ملک اور ہر قوم کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے لیکن اتمام نعمت اور تکمیل دین سے پیشتر یہ ضرور تھا کہ دعوت و تبلیغ اور ترغیب و ترہیب کا کام بھی منتہائے کمال کو پہنچ جائے۔ اس لئے لازم ہوا کہ آپ ملأ اعلیٰ کے نشان ہائے قدرت کو برائ العین دیکھ کر لوگوں

Marfat.com

کے سامنے اپنے عینی مشاہدے پیش کریں اور حجتِ الٰہی ہمیشہ کے لئے ختم کر دی جائے۔ عالم بالا اور اسرارِ آخرت کو بچشم خود دیکھنے کے بعد تحریض وتخویف کا فرض منصبی جس خوبی سے انجام پا سکتا تھا، اس کے بغیر مشکل تھا۔ اس لئے آپ کو چند مرتبہ کی روحانی دید کے بعد عالم ملکوت کے عجائبات حالتِ بیداری میں ظاہری آنکھوں سے بھی دکھا دیئے گئے۔

اسراء و معراج کا تعددِ وقوع

مکہ معظمہ کی مسجد کو مسجد الحرام اور بیت المقدس کی مسجد کو مسجد اقصیٰ کہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ مکہ مکرمہ سے اس قدر بُعدِ مسافت پر واقع تھی کہ پھر اس سے آگے کوئی اور مسجد نہ تھی۔ اس بناء پر اہل عرب اس کو عہد جاہلیت سے مسجد اقصیٰ کے نام سے موسوم کرتے چلے آئے ہیں۔ عرفِ عام میں مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء اور اس سے آگے آسمانوں سے اوپر تک کی سیر و عروج کو معراج کہتے ہیں۔ بعض اوقات ہر لفظ کا اطلاق مجموعہ پر بھی ہوتا ہے۔ یہ معراج جس میں حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کو سعود آسمانی سے پہلے بیت المقدس لے جایا گیا، بیداری میں جسم مبارک اور روح اطہر دونوں کے ساتھ ہوتی تھی نہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ایک ہی مرتبہ ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ کو روحانی طور پر بھی بہت دفعہ اعزازِ معراج سے نوازا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فتوحات مکیہ میں رقم طراز ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چونتیس مرتبہ شرف اسراء بخشا گیا جن میں سے ایک عروج مع الجسم تھا، باقی سب مجرد روح کو حاصل ہوئے۔ جمہور سلف و خلف معراج اعظم کے متعلق متفق ہیں کہ یہ بدن اور روح دونوں کے ساتھ حالت بیداری میں واقع ہوئی۔ مکہ سے بیت المقدس تک جانا سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے اور بیت المقدس سے آسمانوں پر تشریف لے جانا مشہور حدیثوں میں مصرح ہے۔

معراج جسمانی پر آیاتِ قرآنی سے استدلال

جمہور اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج حالت بیداری میں جسم اور روح دونوں کے ساتھ ہوئی تھی، اس بات پر امت کا اجماع ہے

Marfat.com

اور اس اجماع کے دلائل میں اوّل یہ آیت قرآنی ہے:۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ○ (بنی اسرائیل: ۱)

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے ایک حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس غرض سے سیر کرائی کہ اسے اپنے کچھ نشان ہائے قدرت دکھائے۔ وہ بلاشبہ سمیع و بصیر ہے۔

سبحان کا لفظ تنزیہہ یا اظہار تعجب کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ سیر انتہا درجہ کی تعجب خیز تھی اور حیرت انگیز ہونے کی وجہ سے خالق ذوالجلال کی اعجوبہ نمائیوں پر دلالت کرتی تھی اس لئے واقعۂ اسراء و معراج کا تذکرہ ان الفاظ کے ساتھ شروع کیا گیا۔ یہ آیت عروج جسمانی کی بین دلیل ہے۔

"عبد" روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے

کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اپنے بندہ کو رات کے کچھ حصہ میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک (کہ چالیس دن کی مسافت ہے) سیر کرائی۔ اور ظاہر ہے کہ بندہ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا نام ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا::

ارأیت الذی ینھیٰ ○ عبدا اذا صلی ○ (۹۶: ۱۰)

"کیا تم نے اس شخص (ابوجہل) کے حال پر نظر کی کہ جب ہمارا بندہ نماز پڑھنے کو کھڑا ہوتا ہے تو وہ اسے منع کرتا ہے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:۔

وانه لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا○

(الجن: ۱۹)

"اور جب خدا کا مقبول بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی عبادت کرنے

Marfat.com

کھڑا ہوتا ہے تو (جنات قرآن سننے کے لئے) اس پر بھیڑ لگا کے ایک دوسرے سے چمٹے جاتے ہیں۔"

ان دونوں آیتوں میں بھی بندہ کا لفظ جسم اور روح دونوں کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

معراج مع الجسم کے چند بیّن دلائل

دوسرا امر یہ ہے کہ اگر معراج حالت خواب میں روحانی حیثیت سے ہوتی تو جس وقت قریش نے حضور خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تھی یا بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات دریافت کئے تھے، اس وقت آپ آسانی سے جواب دے دیتے کہ میں اس سیر وعروج کے بحالت بیداری واقع ہونے کا کب مدعی ہوں جو تم ایسے سوالات کر رہے ہو، اور آپ بیت المقدس کی ہیئت اور کیفیت بیان کرنے میں مضطرب نہ ہوتے۔

اس کے علاوہ نہ صرف قرآن وحدیث کے اسلوبِ کلام میں بلکہ ہر بول چال کے اندر جب کوئی واقعہ بیان کیا جائے اور اس کے بیان کرتے وقت خواب کا کوئی ذکر نہ ہو تو محاورۂ زبان کے مطابق اس بیان کے ہمیشہ یہی معنی ہوتے ہیں کہ یہ واقعہ بحالتِ بیداری پیش آیا تھا۔

تیسری گذارش یہ ہے کہ آیت مذکورہ میں اسراء کی غرض وغایت یہ بتائی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نشان ہائے قدرت کا مشاہدہ کرایا جائے لیکن مکہ معظمہ میں تو کوئی ایسے نئے نشان ہائے قدرت ظاہر نہ ہوئے تھے جو آپ کو دکھائے گئے ہوں اور دوسرے لوگوں نے اس کی دید پر قدرت نہ پائی ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو بالضرور ایسے نشان دکھائے گئے جن کے دیکھنے سے دوسری آنکھیں محروم تھیں۔ پس وہ وہی نشان ہائے قدرت تھے جو آپ نے عالم برزخ میں اور آسمانوں پر مشاہدہ فرمائے۔ انہی مشاہدات کے متعلق رب العالمین عزاسمہٗ نے قریش سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَارَاٰى ٥ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ٥ وَلَقَدْ

Marfat.com

رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ (النجم: ۱ تا ۱۸)

"(پیغمبر علیہ السلام) کے قلب نے اپنی دیکھی ہوئی چیز میں کوئی جھوٹ داخل نہیں کیا تو کیا ان کی دیکھی ہوئی چیز میں ان سے نزاع کرتے ہو؟ انہوں نے ان (جبریل) کو ایک اور مرتبہ بھی (ان کی اصلی صورت میں شب معراج) سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا ہے۔ اسی سدرہ کے پاس جنت الماویٰ ہے اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی انوار الٰہی جو ہر طرف سے سدرہ کو احاطہ کئے ہوتے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ نہ تو (مرئی سے) ہٹی اور نہ (مقصد سے) متجاوز ہوئی۔ انہوں نے (شب معراج) اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

یاد رہے کہ کوئی انسان فرشتوں اور جنوں کو ان کی اصلی شکل وصورت میں نہیں دیکھ سکتا۔ انہیں آنکھوں سے دیکھنا صرف نور نبوت کے ذریعہ سے ممکن تھا۔ چنانچہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ غار حراء میں جب کہ انہوں نے شرق سے غرب تک تمام آفاق کو گھیر لیا تھا اور دوسری مرتبہ شب معراج میں سدرۃ المنتہٰی کے پاس جس کا آیۃ مذکورہ اور ان احادیث میں مذکور ہے جو پہلے درج ہو چکی ہیں۔ ورنہ جبریل علیہ السلام عموماً حضرت دحیہ کلبیؓ کی شکل میں نظر آیا کرتے تھے جو ایک نہایت خوش جمال صحابی تھے۔

شیخ محی الدینؒ ابن عربی کی ایک لطیف دلیل

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی معراج کو ثابت کرتے ہوئے دیگر دلائل حقہ کے علاوہ ایک لطیف دلیل یہ بھی رقم فرمائی ہے کہ اگر معراج نبوی محض روحانی ہوتی تو آپ کو پیاس نہ لگتی

Marfat.com

کیونکہ محض روحوں پر بھوک پیاس کا کچھ اثر نہیں ہوتا، حالانکہ حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج دو مرتبہ پیاس لگی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں مرتبہ دودھ نوش فرمایا۔ (الیواقیت والجواہر)

معراج جسمانی سے ام المومنین عائشہؓ کے انکار کی تحقیق

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معراج جسمانی کی قائل نہ تھیں۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

قال ابن اسحق وحدثنی بعض ال ابی بکرٍ ان عائشة زوج النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم کانت تقول ما فقد جسد رسول اللّٰہ صلی علیه وسلم ولکن اسری بروحه.

(بخاری)

"ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے ایک شخص نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں پایا گیا بلکہ آپ کی روح مطہرہ کو سیر کرائی گئی تھی۔

لیکن زرقانی نے لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ اس لئے کہ:

(۱) ابن اسحاق کو خود بہت سے محدثین نے ضعیف بتایا ہے۔

(۲) ابن اسحاق نے اپنے راوی کا نام بھی ظاہر نہیں کیا بلکہ صرف خاندان ابو بکرؓ کا ایک شخص کہہ دیا ہے اور اس راوی نے حضرت عائشہؓ کا نام لے دیا ہے، حالانکہ اس کے اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درمیان دو راوی اور ہونے چاہئیں۔

(۳) اگر خود ابن اسحاق کو ثقہ بھی تسلیم کیا جائے تو بھی سرے سے تین راوی ہی غائب ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ ایسی روایت کہاں تک قابل اعتناء ہو سکتی ہے۔

اس کے برخلاف ام المومنین حضرت عائشہؓ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم کی معراج جسمانی تھی۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

الذی یدل علیہ صحیح قولھا انہ بجسدہٖ

"یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا صحیح قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسم مبارک کے ساتھ تھی۔

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے محض اس بات سے انکار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب ذوالجلال کو شب معراج اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگر ان کے نزدیک معراج خواب کا واقعہ ہوتا تو وہ رؤیت کا انکار ہی نہ کرتیں۔

فرقۂ معتزلہ کا انکار

اسلام کا ایک گم کردۂ راہ فرقہ جس نے عباسی خلفاء کے دور میں بہت اودھم مچایا اور آج کل صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے معتزلہ کے نام سے مشہور تھا۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج جسمانی کے بھی منکر تھے۔ اور اپنے انکار کی دو دلیلیں پیش کرتے تھے۔ ایک تو ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ مشہور قول کہ شب معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک غائب نہیں ہوا تھا۔ دوسری یہ کہ جب حضرت امیر معاویہؓ سے معراج نبوی کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ ایک رؤیائے صالحہ تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: "وما جعلنا الرویا التی اریناک الا فتنۃ للناس" چنانچہ خود رب العالمین نے معراج کو خواب کا واقعہ بتایا ہے۔"

حضرت صدیقہؓ کے قول کی نسبت ابھی لکھا جا چکا ہے۔ اور اگر بفرض محال انہی کا ارشادِ گرامی تھا تو اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ آپ کا جسم مبارک روح سے مفقود و مفارق نہیں ہوا تھا بلکہ دونوں مجتمع تھے یعنی معراج صرف روح کو نہیں تھی بلکہ جسم اور روح دونوں کو ہوئی۔ اور امیر معاویہؓ کے بیان کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رویائے صالحہ یعنی رویائے چشم آپ چشم دید واقعہ تھا۔ تمام نشان ہائے قدرت بیداری میں ظہور پذیر

Marfat.com

ہوئے تھے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ رؤیا رؤیت کے معنی میں ہے۔رؤیا اور رؤیت دونوں رائی کے مصدر ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے رای رؤیا (ایسا دیکھا جو دیکھنے کا حق ہے) پس یہ دید عینی تھی۔اور اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو کسی شخص کو انکار کی گنجائش اور ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر کافر و منکر اور فاسق و فاجر بھی نیند کی حالت میں طرح طرح کے خواب دیکھ لیتا ہے۔حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ تھی۔اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے شب معراج جو کچھ دیکھا وہ سب آپ کی بیداری کے عینی مشاہدات تھے۔اور جو اس ارشاد ربانی سے استدلال کیا گیا ہے۔

وما جعلنا الرؤیا التی ارینک الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن ...... (۱۷ : ۲۰)

"اور ہم نے اس نظارہ کو جو آپ کو (شب معراج عیاناً) دکھایا اور اس درخت (تھوہر) کو جس پر قرآن میں نفرین کی گئی ہے، لوگوں کی آزمائش (کا ذریعہ) ٹھہرایا۔"

اس کے متعلق التماس ہے کہ اوّل تو احتمال ہے کہ اس آیت میں غزوۂ بدر یا عمرۂ مکہ کا خواب مراد ہو جیسا بعض مفسرین نے لکھا ہے اور اگر واقعۂ معراج ہی مراد ہو تو رؤیا بمعنی رؤیت ہے کیونکہ جس طرح قربیٰ اور قرابت دونوں قرب کے مصدر آتے ہیں اسی طرح رای کے رؤیا اور رویت دونوں مصدر زبانِ عرب میں مستعمل ہیں۔

اور آیت میں رؤیا کے بمعنی رؤیت استعمال کئے جانے کی تائید اس کی شان نزول سے بھی ہوتی ہے چنانچہ مسند ابو یعلی موصلی، تفسیر ابراہیم بن منذر، ابن جریر، ابن ابی حاتم، اور ابن مردویہ میں اس آیت کی جو شان نزول کئی صحابہ سے منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شب معراج کی صبح کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے معراج کا واقعہ بیان کیا تو وہ لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگے۔پھر اس کی نشانی اور علامت طلب کی تو آپ نے بیت المقدس کا پورا نقشہ کھینچ دیا اس وقت حضرت سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ، کا باپ ولید بن مغیرہ بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کامل درجہ کا ساحر ہے تو اس وقت آیۂ مذکورہ

Marfat.com

نازل ہوئی۔

اس آیت میں جو واقعہ معراج اور تھوہر کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ان کو لوگوں کی آزمائش کا سبب بنا دیا، سو حق پرستوں نے معراج جسمانی کی تصدیق کی اور باطل پرستوں نے اس واقعہ کو جھوٹ جانا اور درخت زقوم کی نسبت قرآن میں فرمایا گیا تھا کہ یہ دوزخیوں کی غذا ہوگی اس بیان پر بھی اہل حق ایمان لائے اور منکروں نے یہ اعتراض کیا کہ ہرا درخت آتش دوزخ میں کیونکر ہوگا؟ ان دونوں باتوں نے اہل ایمان اور اہل باطل میں امتیاز کی ایک نئی دیوار کھڑی کر دی۔

ایک اور شبہ کا حل

بعض لوگوں کو شریک کی حدیث سے جس کے آخر میں ثم استیقظت (پھر جاگ گیا) کا لفظ ہے شبہ پڑ گیا ہے کہ شاید معراج کا سارا واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں پیش آیا، مگر یہ غلط ہے کیونکہ شریک محدثین کے نزدیک حافظ حدیث نہیں۔ دوسرے اس لفظ کی زیادتی دوسرے حفاظ کے خلاف ہے جنہوں نے معراج کی حدیثوں میں اس لفظ کو نقل نہیں کیا۔" اس لئے یہ زیادت غیر مقبول ہے (روح المعانی)

یا تعدد واقعہ پر محمول کر کے اس زیارت کو قبول کر لیا جائے کہ جاگ اٹھنے کا لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روحانی عروج کے متعلق فرمایا ہوگا کیونکہ علماء نے لکھا ہے کہ جسمانی معراج سے پہلے آپ کو روحانی عروج بھی بہت دفعہ ہوا تھا۔

معراج جسمانی کے مؤیدین

صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین کی بہت بڑی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ حال نبوت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراء اور معراج کے دونوں سفر جسم کے ساتھ حالت جسم کے ساتھ حالت بیداری میں طے فرمائے وہ بزرگان ملت جن سے خاص طور پر اس کی صراحۃ مروی ہے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابی بن کعب، حضرت بریدہ اسلمی، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت حذیفہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت کمرہ بن جندب، حضرت شداد بن اوس، حضرت صہیب، حضرت ابوامامہ باہلی، حضرت ابوایوب انصاری حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوسعید حذری، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابوحبہ بخاری ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، ام المومنین حضرت ام سلمہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہم اور سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، ضحاک قتادہ، ابن شہاب، ابن زید، حسن بصری، ابراہیم نخعی، مسروق، عکرمہ، ابن جریج، طبری امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین، اور یہی تمام فقہائے متاخرین، محدثین، متکلمین اور مفسرین کا مذہب و مسلک ہے۔

مخالفین کا استدلال اور اس کا شافی جواب

لیکن ایک قلیل جماعت کا خیال ہے کہ بیت المقدس تک تو اسراء جسم کے ساتھ حالت بیداری میں ہوا تھا لیکن وہاں سے آسمان تک صرف روح کو معراج ہوئی۔ ان کا استدلال سورۂ بنی اسرائیل کی یہ پہلی آیت ہے:۔

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۝ (بنی اسرائیل: ۱)

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے گرداگرد ہم نے برکت نازل کر رکھی ہے تاکہ ہم اپنے بندہ کو اپنی نشانیاں دکھائیں، وہی دیکھنے والا اور سننے والا ہے۔"

وہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مسجد اقصیٰ ہی غایت اسراء بتائی گئی ہے اور اسی قدر اسراء پر عظیم قدرت باری تعالیٰ پر اظہار تعجب کیا گیا ہے اور اسی معراج پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرف ہونے کی مدح کی گئی ہے۔"

Marfat.com

اس کی نسبت گذارش ہے کہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں صرف اس سیر کا ذکر ہے جو مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کرائی گئی۔ بیت المقدس سے آسمانوں پر جانے کا تذکرہ رب العالمین کی لسانِ وحی نے سورۂ النجم میں فرمایا ہے۔ عروج سماوی کا بیان آیت اسراء کے متصل شاید اس وجہ سے نہ کیا گیا کہ دونوں میں بلحاظِ وقوع اتصال نہ تھا۔ بلکہ بیچ میں بیت المقدس کے مقام پر انقطاع ہو گیا تھا۔ گویا دونوں سیاحتیں الگ الگ تھیں۔ معراج سماوی کی نسبت ارشادِ خداوندی ہے:

ولقد راٰه نزلةً اُخریٰ o عند سدرة المنتهیٰ o عندها جنة الماویٰ o اذ یغشی السدرة ما یغشیٰ o ما زاغ البصر وما طغیٰ o لقد راٰی من ایٰت ربه الکبریٰ o

(النجم: ۱۳ تا ۱۸)

"نبی (ﷺ) نے تو (شب معراج) سدرۃ المنتہٰی کے پاس جہاں (نیک بندوں کی) آرام گاہ بہشت ہے جبریل علیہ السلام کو ایک دفعہ اور بھی (ان کی اصلی صورت میں اپنے پاس) دیکھا جب کہ سدرۃ المنتہٰی پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا (یعنی نور) اس وقت بھی نہ پیغمبر کی نظر بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی کچھ شک نہیں کہ پیغمبر نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔"

بلکہ اصل یہ ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک کی سیر میں آپ نے جو نشان ہائے قدرت دیکھے، وہ ان آیات بینات کے مقابلہ میں کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتے، جتنے اہم و کثیر نشان ہائے قدرت آسمانوں پر پہنچ کر آپ کے مشاہدہ میں آئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آیات سماویہ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آسمانوں پر انبیائے کرام بھی تیام فرماتھے، آیات ارضیہ سے اعظم واکمل ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو مسجد اقصیٰ سے آگے آسمانوں پر بھی لے جایا گیا۔ اسی بناء پر تفسیر روح المعانی "من اٰیتنا" تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے:

Marfat.com

"ای لنرفعه الی السماء حتی یریٰ ما یریٰ من العجائب"

"تا کہ اپنے بندے کو آسمانوں کی طرف اٹھائیں یہاں تک کہ وہ وہاں کے عجائباتِ قدرت کا معائنہ کرے۔

سورۂ نجم کی ان آیتوں کے علاوہ جو اوپر درج ہوئیں صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو جو آپ نے اپنے عروج کے باب میں فرمایا:

فانطلق بی جبرئیل حتی الی السماء الدنیا

"پھر جبریل علیہ السلام مجھ کو لے گئے یہاں تک کہ آسمان دنیا پر پہنچے۔"

(بخاری و مسلم عن قتادہ عن انسؓ)

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ثم عرج بنا الی السماء

"پھر ہم کو آسمان پر چڑھایا"............ (مسلم عن ثابت البنانی عن انسؓ)

تیسری حدیث میں ہے:

ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء

"پھر جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھ کو آسمان کی طرف لے چڑھے۔" (بخاری عن مسلم عن ابن شہاب عن انسؓ)

ظاہر ہے کہ سورۂ نجم کی متذکرۂ صدر آیتوں میں یا ان ارشاداتِ نبویہ میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ آسمانوں پر آپ کی روحِ مطہر کو معراج ہوئی تھی بلکہ ان سے آپ کا یہ نفسِ نفیس تشریف لے جانا آفتاب نصف النہار کی طرح عیاں ہے۔

واقعۂ معراج کے زمانہ اور دن کی تعیین

اس بارہ میں اہل علم کا اختلاف ہے کہ معراج اعظم کب ہوئی؟ لیکن علمائے امت کی اکثریت اس کا وقوع ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاوّل میں مانتی ہے۔ ابن حزم نے نہ صرف اس قول کی توثیق کی ہے بلکہ اس پر اجماعِ امت ہوتا بیان کیا ہے۔ رہا دن

Marfat.com

کا معاملہ سو اس کے متعلق ابن ابی شیبہ نے حضرت عباس اور حضرت جابر انصاری رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے، اسی دن نبوت ملی، اسی کی رات کو معراج ہوئی اور اسی روز آپ نے رحلت فرمائی (عینی شرح بخاری)

واقعہ معراج کے مبادیات

ایک رات حضور آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ زہد میں استراحت فرماتے کہ گھر کی چھت شق ہوئی اور حضرت جبریل علیہ السلام نزول فرما ہوئے۔ (بخاری و مسلم عن ابن شہاب)

عن انس عن ابی ذو النفاری بعض روایتوں میں اُم ہانیؓ کا گھر مذکور ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ کی ہمشیر تھیں۔ لیکن اس میں کوئی منافات نہیں کیونکہ ابوطالب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی مشترک مکان تھا جس کے ایک حصہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا رہتی تھیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک چھت کھولنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ کو ابتدائے امر ہی سے معلوم ہو جائے کہ میرے ساتھ کوئی خارق عادت معاملہ ہونے والا ہے (نشر الطیب) اور حسب بیان علامہ ابن حجر عسقلانیؒ چھت کھلنے میں یہ حکمت اس مقصد مراد کی طرف بھی اشارہ تھا کہ آپ کو علو کی جانب عروج بخشا جانے والا ہے۔ (فتح الباری)

جبریل علیہ السلام آپ کو بیت اللہ شریف کے پاس حطیم میں لے گئے۔ حطیم کو حجر بھی کہتے ہیں۔ حطیم یا حجر اس کھلی جگہ کا نام ہے جو کعبۃ اللہ کے شمال میں ہے۔ یہ جگہ پہلے کعبہ میں داخل تھی لیکن جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے چند سال پہلے قریش نے کعبہ معلٰی کو از سر نو تعمیر کیا تو چندہ کا روپیہ تھوڑ جانے کے باعث اتنی جگہ کھلی چھوڑ دی گئی تھی۔ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جبریل کے ہمراہ اپنے گھر سے حجر میں تشریف لائے تو اس وقت آپ کے چچا حمزہؓ اور عم زاد بھائی جعفرؓ بن ابی طالب حیطم میں سو رہے تھے چونکہ اس وقت نیند کا اثر تھا، آپ بھی حطیم پہنچ کر ان دونوں کے بیچ میں لیٹ گئے، اور آپ کی آنکھ لگ گئی

Marfat.com

لیکن آپ کی آنکھیں سوتی اور دل جاگتا تھا (نسائی، فتح الباری)

اسراء کے لئے رات کی تخصیص میں حکمت

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ رات کی تخصیص میں یہ حکمت تھی کہ عادۃً وہ وقت خلوت کا ہے۔ اس میں بلانا زیادہ اختصاص کی دلیل ہے۔ (نشر الطیب)

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حدیث معراج سے دن کے سفر پر رات کے سفر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اسراء رات کو ہوا۔ اسی بناء پر آپ کی اکثر عبادتیں رات ہی کو ہوتی تھیں، اور آپ سفر بھی زیادہ تر رات ہی میں کرتے تھے۔ اور آپ نے فرمایا:۔

علیکم بالدلجۃ فان الارض تطوی باللیل

"اوّل رات میں سفر کو لازم کرلو کیونکہ رات کے سفر میں زمین لپیٹی جاتی ہے۔" (فتح الباری)

حسن اخلاق کی ایک دلیل (ایک جزوی نکتہ)

ابن ابی حمزہؓ لکھتے ہیں کہ دوسروں کے بیچ میں استراحت فرمانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع وانکسار کی دلیل ہے کہ باوجود اس علو منزلت کے آپ لوگوں کے ساتھ سوتے اور ان میں بیٹھتے تھے اور اپنے نفس کریمہ کو دوسروں پر فوقیت و مزیت نہ دیتے تھے۔ اس سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ایک ہی جگہ دوسروں کے ساتھ سونا جائز ہے۔ بشرطیکہ ہر ایک نے الگ الگ کپڑے اوڑھ کر اپنے جسم دوسروں سے چھپا رکھے ہوں۔

(المعراج الکبیر للمفیطی)

صاحبِ معراجؐ کا شقِ صدر

جبریل علیہ السلام آپ کو بیدار کر کے چاہ زمزم کے پاس لے گئے۔ (بخاری، نسائی) اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ کا سینہ مبارک اوپر سے اسفل بدن تک چاک کیا اور سینہ اور جوف کو بالکل خالی کر دیا۔ (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انس)

Marfat.com

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ خارق عادت واقعہ سننے والوں کے لئے بھی سخت تعجب خیز اور وحشت انگیز ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت خود اس نفس قدسی کی کیا حالت تھی جس پر یہ حالت گذری تھی۔ یہ لازم ہے کہ اگر کسی کا شکم چاک کیا اور دل نکالا جائے تو وہ فوراً دم توڑ دیتا ہے لیکن حبیب رب العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا اور نہ کوئی درد محسوس کیا چہ جائیکہ مرگ وہلاک تک نوبت پہنچتی۔ ابوحمزہ کا قول ہے کہ خدائے قدیر کو اس بات کی قدرت تھی کہ شق کئے بغیر آپ کے قلب مبارک کو ایمان و حکمت سے بھر دے لیکن چاک کرنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ کی قوتِ یقین میں اضافہ ہو۔ آپ خود مشاہدہ کر چکے تھے کہ آپ کا شکم مبارک چیرا گیا ہے لیکن آپ اس عمل سے کچھ بھی متاثر و ہراساں نہ ہوئے۔ (فتح الباری)

آپ ﷺ کے باطن کا ایمان اور حکمت سے معمور کیا جانا

شق صدر کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ کا قلب مبارک نکالا اور سونے کے ایک طشت میں جس میں آب زمزم تھا ڈال کر اس کو دھویا، پھر ایک اور طشت جو ایمان و حکمت سے معمور تھا آیا، جبریل نے آپ کے قلب مبارک اور سینہ اور حلق کی رگوں کو ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انسؓ)

دوسری روایت میں ہے کہ دل کو نکال کر دھویا اور اسے اس کے اصلی مقام پر رکھ کر سینہ برابر کر دیا۔ (بخاری عن قتادہ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعہ)

ایمان وحکمت جس سے آپ کا باطن معمور کیا گیا جواہر غیبیہ کی قسم سے کوئی ایسی چیز تھی جو ایمان وحکمت میں ترقی واضافہ کا ذریعہ تھی۔ اس کی مثال یوں سمجھے جیسے لوگ دنیا میں تفریح اور اعضائے رئیسہ کی تقویت کے لئے یاقوتیاں اور جوارشیں استعمال کرتے ہیں۔ اس تصرف کا مقصد یہ تھا کہ آپ کا سینہ اور قلب مبارک آئینہ سے بھی بڑھ کر مصفیٰ ومجلیٰ ہو جائے۔

آبِ زمزم کے وجوہِ ترجیح

امام سہیلیؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ زمزم نبی ﷺ کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ

Marfat.com

السلام کی والدہ محترمہ کے لئے جبریل جبریل ہی کے عمل سے عرصہ وجود میں آیا تھا، جبریل علیہ السلام نے مناسب خیال کیا کہ خدائے قدوس کی بارگاہ میں حاضر ہونے اور اس سے مناجات کرتے وقت زمزم ہی کے پانی سے آپ کے قلب مبارک کو مجلٰی و مزکّٰی کیا جائے (فتح الباری)

آپ کے قلب شریف کو آب زمزم سے دھونے کی دوسری وجہ ترجیح امام بلقینیؒ نے یہ قرار دی ہے کہ وہ آب کوثر سے بھی زیادہ افضل ہے اس لئے ضرور تھا کہ آپ کا قلب مبارک افضل ترین پانی سے دھویا جاتا۔ تیسری وجہ حافظ زین الدین عراقی نے یہ بتائی ہے کہ آب زمزم بالخاصہ دل کو تقویت دیتا اور خوف و وحشت کو دور کرتا ہے۔ اسی بناء پر شب معراج آب زمزم استعمال کیا گیا کہ ملکوت کی عموماً اور آیات بینات کی خصوصاً رویت کے وقت صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب صافی مضبوط و مستحکم رہے۔ (المعراج الکبیر للفیطی)

طلائی ظرف کی خصوصیت (جزوی نکتہ)

شیخ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ دھونے کے لئے طشت اس لئے مخصوص کیا گیا کہ یہ عرفاً سب سے زیادہ مشہور آلہ غُسل ہے، اور سونے کا طشت اس بنا پر اختیار کیا گیا کہ سونا حسی ظروف کے تمام اقسام میں سب سے اعلیٰ واصفی ہے۔ سونے میں وہ خواص ہیں جو کسی دوسری دھات میں نہیں پائے جاتے۔ اس کو نہ آگ کھاتی ہے، مٹی اور نہ زنگ لگتا ہے۔ سونا دنیا میں لوگوں کی سب سے زیادہ محبوب و مرغوب متاع ہے، مزید برآں اثقل الجواہر ہے۔ جسے ثقل وحی سے بھی مناسبت تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سونے کا برتن جنتی ظروف میں سے ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی مناسبات تھیں۔ (فتح الباری)

طلائی ظرف کے استعمال کا شرعی پہلو (جزوی نکتہ)

امام نووی شارح مسلم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کسی کو طلائی ونقرئی ظروف کے استعمال کا وہم جواز ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود طلائی برتن استعمال نہیں کیا بلکہ یہ فعل فرشتہ کا تھا اور یہ ضروری نہیں کہ ملائکہ بھی

Marfat.com

ہماری طرح مکلف ہوں۔"

لیکن علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس خیال کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ یہ کہنا قرینِ صواب نہیں کہ استعمال کرنے والے نبی علیہ السلام نہیں تھے بلکہ فرشتے تھے کیونکہ اگر طلائی ظرف کا استعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حرام تھا تو فرشتے بھی ایسے امر میں مبادرت نہیں کر سکتے تھے جس کا تعلق آپ کے بدنِ مکرم سے تھا۔ البتہ یہ کہنا اقرب الی الصواب ہے کہ طلائی و نقرئی برتنوں کے استعمال کی تحریم، احوالِ دنیا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن جو واقعات شب معراج میں پیش آئے ان کا تعلق احوال غیب سے تھا پس وہ احکام آخرت سے ملحق ہیں۔ (فتح الباری)

اس سے قطع نظر معراج کا واقعہ مکہ معظمہ کا ہے جہاں ابھی چاندی، سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع نہیں ہوا تھا۔ ان کے استعمال کی ممانعت مدینہ منورہ میں اس وقت ہوئی جب مسلمان فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے لگے تھے۔ (نووی شرح مسلم و فتح الباری)

عالم برزخ کی سواری بھیجنے کا مقصد

شق صدر و تطہیر جنان سے فراغت کے بعد حضرت روح الامین کو حکم ہوا کہ حبیب رب العالمین کے لئے وہ سواری جو برق سے زیادہ تیز رفتار ہے مہیا کریں۔ کارپردازان عناصر کو حکم بھیجا کہ دنیائے آب و گل کے تمام مادی قوانین تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں، اور مکان و زمان کی تمام طبعی پابندیاں برطرف کر دی جائیں۔

شیخ محی الدین ابن عربیؒ لکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ اس بات کی قدرت رکھتا تھا کہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام درمیانی واسطوں کے بغیر زمین طے کرادے لیکن عالم برزخ کی سواری بھیجنے کا مقصد ایک تو ذرائع و اسباب کا اثبات تھا، دوسرے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تمام درمیانی واسطوں کے بغیر زمین طے کرادے لیکن عالم برزخ کی سواری بھیجنے کا مقصد ایک تو ذرائع و اسباب کا اثبات تھا، دوسرے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی تقویت و ترویج تھی اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ رقم فرما ہیں کہ

Marfat.com

کو صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں بھی زمین طے کرائی جاسکتی تھی کہ لیکن آپ کو سوار کر کے سیر کرانے میں ایک تو یہ حکمت تھی کہ خرق عادت کی بجائے آپ سواری پر مانوس رہیں، دوسرے قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کسی ایسے شخص کو طلب کرتا ہے جو اس کی درگاہ میں خصوصیت رکھتا ہو تو اس کے لئے سواری بھیجنے کا بھی حکم دیتا ہے۔ پس سواری میں اور بالخصوص براق کی سواری میں آپ کی زیادہ سرفرازی تھی۔ اگر آپ بہ نفسِ نفیس فرماتے تو پیادہ کی حیثیت رکھتے اور سوار پیدل چلنے والے سے زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے۔ (فتح الباری)

براق کے اوصاف اور برق رفتاری

آپ علیہ السلام کی سواری کے لئے سفید رنگ کا ایک جانور، جس کا نام براق تھا، لایا گیا۔ یہ خچر سے چھوٹا اور گدھے سے کسی قدر بڑا لیکن اس قدر تیز رفتار تھا کہ اس کا ہر قدم اس کے منتہائے نظر تک پہنچتا تھا۔ (صحیح مسلم)

شیخ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔ براق کے اس صفت پر موصوف ہونے میں یہ حکمت تھی کہ آپ ایسے امن اور سلامتی کے ساتھ عروج کریں جس میں کسی خوف و وحشت کا شائبہ نہ ہو اور براق کے اس صفت پر پیدا کئے جانے میں یہ معجزہ تھا کہ اتنی تیز رفتاری ایسے قد و قامت کے جانور کے لئے عادۃً محال ہے جو اس صفت سے موصوف نہ ہو۔ (فتح الباری)

اہل لغت نے براق کو برق (یعنی بجلی) کے تحت میں لکھا ہے۔ محققین کا بیان ہے کہ غیر معمولی شفافیت اور اس کی انتہائی تیز رفتاری کی بنا پر اسے براق کہتے ہیں۔ تو جب دنیا کی سب سے اہم شخصیت کو کرہ ارض کے باہر چشم زدن میں دوسرے جہانوں کی سیر کرائی گئی تو گویا آج کی زبان میں سواری کے لئے بجلی کا گھوڑا عنایت ہوا اور بجلی کی شرح رفتار ایک سیکنڈ یعنی چشم زدن میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل آج کی سائنسی دنیا میں مسلّم ہے۔ اس سے براق کی تیز رفتاری کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

براق کی رانوں پر دو پر تھے اور انہی پروں میں اس کی تیز رفتاری کا راز مضمر تھا۔ براق کی پیٹھ خوب لمبی تھی اور کان بھی بہت لمبے تھے۔ (ابن سعد) شیخ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ

Marfat.com

میں نے ابن سعد کے سوا کسی دوسرے کی روایت میں پروں کا ذکر نہیں پایا۔" براق زین اور لگام سے آراستہ تھا۔

براق کی شوخیاں

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہونے لگے تو براق نے شوخی کی۔ جبریل علیہ السلام نے اس سے کہا تجھے کیا ہوا کہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے شوخی کرتا ہے۔ آج تک کوئی ایسا شخص جو خدائے قدوس کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ومقبول ہو تجھ پر سوار نہیں ہوا۔" یہ سن کر براق ندامت سے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ (ترمذی)

براق پر سوار دو یا ایک؟

اکثر روایتوں میں براق پر جبریل علیہ السلام کے سوار ہونے کا ذکر نہیں کیا گیا، لیکن بعض میں مذکور ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو براق پر اپنے پیچھے سوار کیا۔ چنانچہ ابویعلیٰ اور حاکمؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ براق لایا گیا اور میں جبریل علیہ السلام کے پیچھے سوار ہوا۔ اور صحیح ابن حبان میں عبداللہ مسعودؓ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کو اپنے پیچھے سوار کرایا۔ اسی طرح حارث نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ براق لایا گیا۔ آپ جبریل علیہ السلام کے پیچھے سوار ہوئے اور وہ دونوں کو لے کر چلا۔ (فتح الباری)

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اوّل اوّل جبریل علیہ السلام خود بھی اس مصلحت سے سوار ہو لئے ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً خوف معلوم نہ ہو۔ پھر اتر کر رکاب تھام لی ہو اور دونوں حالتوں میں گاہ گاہ حسبِ ضرورت آپ کو تھامنے کے لئے ہاتھ پکڑ لیتے ہوں۔

اب براق نے برق تاباں کی سی تیزی کے ساتھ سفر شروع کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں جس کی ابویعلیٰ اور بزار نے تخریج کی ہے یہ بھی مذکور ہے کہ جب وہ پہاڑ پر پہنچتا تو اپنے پچھلے پیر اٹھا لیتا اور جب پہاڑ سے اترتا تو اپنے اگلے پاؤں اٹھاتا۔ (فتح

Marfat.com

البار ی)

عجائباتِ برزخ کا مشاہدہ

دلائل بیہقی کی ایک روایت معلوم ہوتا ہے کہ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے برزخ کی کیفیات کا مشاہدہ کرایا گیا۔ اور ایسے لوگ دکھائے گئے جن کو ان کے جرائم کی پاداش میں عبرتناک سزائیں دی جارہی تھیں۔

مجاہدین فی سبیل اللہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گذر ہوا جن کی فصل ایک ہی دن میں پک کر تیار ہو جاتی ہے اور وہ اسے ہر روز کاٹ لیتے ہیں۔

اور جب کاٹ چکتے ہیں تو وہ پھر ویسی ہی تیار ہو جاتی ہے۔ آپ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے سرفروشی کی ان کی ہر ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھ جاتی ہے۔ یہ لوگ جتنا بھی خرچ کریں حق تعالیٰ ان کو اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزاق ہے۔ (دلائل بیہقی)

تارکینِ صلوٰۃ و مانعینِ زکوٰۃ

پھر آپ ایک ایسی جماعت پر گذرے جن کے سر پتھر سے کچلے جاتے ہیں، جب یہ سر کچلے جا چکتے ہیں تو حالت سابقہ پر عود کر آتے ہیں اور اس سلسلہ میں ذرا بھی انقطاع نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آپ کی امت کے بے نماز ہیں۔ انہیں فریضۂ صلوٰۃ کی طرف توجہ نہیں۔'' پھر آپ ایک جماعت پر گذرے جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے پٹے ہوئے تھے اور مویشیوں کی طرح چر رہے تھے۔ تھوہر اور جہنم کے پتھر ان کی غذا تھی۔ آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے ظلم نہیں کیا اور ظلم کرنا اس ذات بے چوں کے شایاں نہیں۔

Marfat.com

حرام کار

پھر آپ ایسے لوگوں کے پاس پہنچے جن کے پاس ہنڈیا میں پکا ہوا نفیس گوشت رکھا تھا اور دوسری ہنڈیا میں کچا سڑا ہوا گوشت تھا آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ پکے ہوئے نفیس و خوش ذائقہ سالن کی طرف التفات نہیں کرتے، بلکہ پاس کا کچا متعفن گوشت کھا رہے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ مرد ہیں جن کے گھر میں حلال طیب بیوی موجود ہے لیکن وہ اس کو چھوڑ کر پرائی ناپاک عورت کے پاس جاتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں میں ایسی عورتیں بھی ہیں جو اپنے حلال طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی ناپاک مرد کے پاس جاتی ہیں۔ (طبرانی و بزار)

غیبت کرنے والے اور دروغ گو

اس کے بعد آپ نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے ناخن تانبے کے تھے۔ یہ لوگ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ آپ نے حضرت رُوح الامین سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو غیبت کر کے لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ (احمد و ابو داؤد)

اسی طرح آپ ایک اور جماعت کے پاس پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا کھڑا ہے۔ کھڑے ہونے والے کے ہاتھ میں لوہے کا گرز ہے کہ بیٹھے ہوئے کی باچھ میں ڈال کر اتنا چیرتا ہے کہ باچھ کٹ کر کندھے تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر دوسری باچھ میں ڈال کر ایسا ہی کرتا ہے۔ اتنے میں پہلی باچھ اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ دروغ گو آدمی ہے اسے جھوٹ بکنے میں باک نہیں۔ (بخاری)

حقوق العباد سے غافل

پھر ایک شخص کے پاس پہنچے جس نے لکڑیوں کا بہت بڑا گٹھا جمع کر رکھا تھا۔ آپ

Marfat.com

نے دیکھا کہ وہ اس کو اٹھانے کی کوشش کرتا ہے مگر زیادہ بوجھل ہونے کی وجہ سے اٹھا نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ اور لکڑیاں لا لا کر گٹھے پر رکھتا چلا جاتا ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کون شخص ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے ذمے لوگوں کے قرض، امانتیں اور دوسرے حقوق ہیں لیکن یہ حقوق عباد کی طرف سے بے اعتنائی برتتا ہے اس لئے دن بدن زیادہ گراں بار ہوتا جا رہا ہے۔ (طبرانی وبزار)

علمائے سُوء

پھر آپ ایسے لوگوں پر گذرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آہنی مقراضوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ جب زبانیں اور ہونٹ کٹ چکتے ہیں تو پھر حالت سابقہ پر عود کر آتے ہیں اور بننے اور بگڑنے کا یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ آپ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے۔ جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کے ہادیانِ بے عمل اور ایسے علماء سوء ہیں جو لوگوں کو آپ کی سنت کے راستہ سے ہٹا کر گمراہی میں ڈالتے ہیں۔ (ترمذی، طبرانی، بزار، بیہقی، فی شعب)

اور دوسری روایت میں جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو دوسروں سے کہتے ہیں لیکن خود نہیں کرتے۔ کتاب اللہ پڑھتے ہیں، لیکن اس پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ (کنز العمال بحوالہ ابن ابی داؤد فی المصاحف وابن حبان)

بدگو، حرام خور

پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے سے پتھر پر ہوا جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ بیل اسی پتھر میں جانا چاہتا ہے لیکن جا نہیں سکتا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو بری بات منہ سے نکال کر نادم ہوتا ہے لیکن اس کو واپس لینے پر قادر نہیں۔ پھر آپ نے بہت سے خوان دیکھے جن پر پاکیزہ گوشت رکھا تھا لیکن ان کو کھانے والا کوئی نہیں تھا اور دوسرے خونوں پر سڑا ہوا گوشت رکھا تھا جن پر بہت سے آدمی بیٹھے کھا رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو حلال روزی کو چھوڑ کر حرام کھاتے اور اسی کے دلدادہ ہیں۔

Marfat.com

یتیموں کا مال اور سود کھانے والے

اسی طرح آپ کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے پیٹ کٹھلوں کے مشابہ تھے جب کھڑے ہونے لگتے تو پیٹ کی گرانی کے باعث فوراً گر پڑتے، جبریل علیہ السلام نے کہا یہ لوگ سود خور ہیں۔ اور آپ ایسے لوگوں پر بھی گذرے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی مانند تھے۔ یہ لوگ آگ کی چنگاریاں نگل رہے تھے اور نگلنے کے بعد یہ چنگاریاں اسفل کی طرف سے خارج ہو رہی تھیں۔ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں۔ (طبرانی و بزار)

آپ نے فرمایا کہ میرا گذر ایسے لوگوں پر بھی ہوا جن کے شکم اتنے بڑے تھے جتنا کوئی مکان ہو۔ ان شکموں میں سانپ بھرے ہوئے تھے، جو شکموں سے باہر دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ سود خوار ہیں۔ (احمد، ابن ماجہ)

حُسن کی نمائش کرنے والی عورتیں

اسی طرح آپ نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جو پستانوں سے بندھی ہوئی لٹک رہی تھیں۔ آپ نے دریافت کیا کہ کس قماش کی عورتیں ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ عورتیں زیب و زینت کر کے گھر سے نکلتی ہیں اور پرائے مردوں کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ (بیہقی)

چُغل خور

اور آپ کا گذر ایسے لوگوں پر ہوا کہ جن کے پہلوؤں کا گوشت کاٹ کاٹ کر انہی کو کھلایا جاتا تھا۔ آپ کے دریافت کرنے پر جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ لوگ چغل خوری اور عیب چینی کے عادی ہیں، اسی طرح آپ نے ہر قسم کے مجرموں اور بداعمالوں کو مختلف قسم کی سزائیں بھگتتے دیکھا اور وہاں سے آگے روانہ ہوئے۔ (بیہقی)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے جنت کی اِستدعا

آگے چل کر ایک روح افزا اور طرب انگیز وادی میں پہنچے جہاں ایک طرف سے نہایت پاکیزہ سرد ہوا آ رہی تھی اور کستوری کی سی خوشبو تھی جس نے مسامِ جان کو معطر کر دیا۔ اتنے میں ایک طرف سے کچھ آواز آئی۔ آپ نے پوچھا یہ آواز کیسی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو کہ رہی ہے کہ اے میرے خالق کردگار! مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اس سے مجھے مسرور فرما کیونکہ میرے بالاخانے اور استبرق اور سندس قسم کے ریشمی لباس اور بیش بہا جواہرات اور چاندی، سونے کے ظروف، شہد، دودھ، شراب طہور، سواریاں، تزک و احتشام اور انواع و اقسام کے سامانِ عیش و راحت بہت کثرت کو پہنچ گئے۔ اب میرے وعدے کی چیز مجھے عطا فرمائی جائے (یعنی اہل بہشت کو میرے اندر آباد کر، کہ ان نعمتوں کو استعمال کریں۔)

رب قدیر کا ارشاد ہوا کہ ہم تیرے لئے تجویز کر رکھا ہے کہ ہر مسلم و مسلمہ اور مومن و مومنہ جسے مجھ پر اور میرے رسولوں پر اور یوم قیامت پر ایمان ہے اور میرے ساتھ (میری ذات و صفات یا عبادت میں) کسی کو شریک نہیں کرتا اور مجھ سے ڈرتا (تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرتا) ہے۔ وہ امن میں ہوگا اور جو کچھ مجھ سے مانگے گا وہ اس کو عطا کروں گا۔ اور جن اعمالِ حسنہ کا میرے پاس ذخیرہ کرے گا میں اسے ان کی جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اسے کفایت کروں گا۔ میں رب مستعال ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ میں عدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ بے شک مومن فوز و فلاح کو پہنچ گئے۔" جنت نے کہا میں اس انعام و اکرام پر مطمئن و مسرور ہوں۔"

جہنم کی آواز

پھر سرورِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ایک وادی میں پہنچے۔ وہاں ایک وحشت ناک آواز سنائی دی اور بدبو محسوس ہونے لگی۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ جبریل امینؑ نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہ رہی ہے اے رب قدیر! (دوزخیوں سے بھرنے کا) مجھ سے جو

Marfat.com

وعدہ تو نے کیا تھا اس کا ایفا فرما کیونکہ میری زنجیریں، گرز، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ سانپ، بچھو اور انواع و اقسام کے دوسرے عذابوں کی بڑی فراوانی ہے۔ میرا قعر بہت عمیق ہو گیا اور حرارت بڑی شدت اختیار کر گئی۔" رب العالمین نے ارشاد فرمایا میں نے تیرے لئے تجویز کر رکھا ہے کہ ہر مشرک، مشرکہ، کافر، کافرہ، اور ہر متکبر عنید جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا تیرے حوالے کروں گا۔" دوزخ نے کہا میں اس عطیہ و نوازش پر خوش ہوں۔

(طبرانی و بزار عن ابی ہریرہؓ)

اُمم سابقہ اور خیر الامت کا مشاہدہ

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ شب معراج بعض ایسے انبیاء پر آپ کا گزر ہوا جن کے ساتھ بڑا مجمع تھا اور ایسوں کو بھی دیکھا جن کے پیرو قلیل التعداد تھے اور ایسے انبیاء بھی نظر آئے جن کی کسی نے پیروی نہیں اختیار کی تھی۔ جب آپ ایک جم غفیر کے پاس سے گزرے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لوگ ہیں۔ اس کے بعد آپ سے کہا گیا کہ اپنا سر اوپر کی طرف اٹھا کر دیکھئے۔ سو آپ کیا دیکھتے ہیں کہ اتنا بڑا ہجوم ہے کہ جس نے تمام آفاق کو گھیر رکھا ہے۔ آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی امت میں ستر ہزار اشخاص ایسے ہیں جو بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ ستر ہزار وہ لوگ ہیں جو داغ نہیں لگاتے اور جھاڑ پھونک نہیں کرتے اور شگون نہیں لیتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (ترمذی) یعنی شرک و بدعت سے بچتے ہیں۔

مدینہ منورہ، طور سیناء اور بیت اللحم میں نماز کی ادائیگی

آگے چل کر جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا کہ یہاں اتر کر نماز پڑھئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ جبریل بولے کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ اس کے بعد خود ہی کہنے لگے کہ آپ نے طیبہ (مدینہ) میں نماز پڑھی ہے جو آپ کا دار الہجرت ہوگا۔ پھر میں سوار ہوا اور کچھ مسافت طے کرنے کے

Marfat.com

بعد جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اتریئے اور نماز پڑھیئے میں نے اتر کر نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا۔
یہ طور سینا ہے جہاں خدائے قدوس نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ پھر میں سوار ہوا جب آگے بڑھا تو جبریل علیہ السلام نے کہا اتریئے اور نماز پڑھیئے۔ میں نے اتر کر نماز پڑھی جبریل علیہ السلام نے کہا یہ بیت اللحم ہے جہاں مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا۔ (نسائی، بزار، ابن ابی حاتم، طبرانی واخرجہ ایضاً البیہقی وصححہ)

ربطِ بُراق کی حکمت

ثابت بُنانیؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیت المقدس پہنچ کر میں نے بُراق کو اس حلقے سے باندھ دیا۔ جس سے انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے (رواہ مسلم)
شیخ محی الدین ابن عربیؒ (فرماتے ہیں کہ براق کو باندھنا اس حکمِ عادت کے ماتحت تھا جو اللہ تعالیٰ نے چار پایوں میں جاری کر رکھی ہیں۔ اور اگر آپ اس کو باندھے بغیر یوں ہی کھڑا کر دیتے تو وہ بھی کھڑا رہتا لیکن عادت مستمرہ ایسا کرنے سے مانع تھی۔
(الیواقیت والجواہر)

اور امام نوویؒ نے ربطِ براق کے باب میں فرمایا ہے کہ جب اعتمادِ ذاتِ خداوندی پر ہو تو اسباب و ذرائع سے فائدہ اٹھانا اور احتیاط کا سر رشتہ ہاتھ میں رکھنا توکل کے منافی نہیں۔" اور امام سہیلیؒ نے فرماتے ہیں کہ براق باندھنے میں اس بات کی تنبیہ و تعلیم تھی کہ صحت توکل کے ساتھ احتیاط برتنا دانش مندی کی دلیل ہے۔

انبیاء اور ملائکہ کی امامت

ہمارے ہادی و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچ کر براق سے اس مقام پر اترے تھے جس کو آج باب محمد کہتے ہیں۔ جب آپ وہاں سے فناء مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو وہاں ایک جم غفیر موجود پایا۔ یہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ

Marfat.com

احزابِ مقدسین آپ کے خیر مقدم کے لئے جمع ہوئے تھے۔اب ایک مؤذن (جبریل علیہ السلام) نے آذان دی۔اس کے بعد تمام حاضرین نے صفیں درست کیں اور اقامت کہی گئی۔اس وقت ہر شخص یہ دیکھنے کے لئے منتظر تھا کہ کون امام بنتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔میں نے سب کو نماز پڑھائی۔نماز سے فراغت پا کر جبریل علیہ السلام مجھ سے پوچھنے لگے کیا معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔انہوں نے کہا کہ تمام انبیائے سلف نے جو آج تک مبعوث ہوئے اور ملائکہ نے آپ کے پیچھے نماز ادا کی ہے۔
(نسائی، بیہقی)

تین اولوالعزم رسولوں کی زیارت

دوسری روایت میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور جبریل علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور دونوں نے دو دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھی۔(بیہقی)

اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو انبیاء کی جماعت میں دیکھا۔اس وقت موسیٰ علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ان کا بدن دُبلا اور بال گھنگھریالے تھے گویا کہ وہ قبیلۂ شنوءہ میں سے ہیں اور میں نے دیکھا کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) کھڑے نماز پڑھتے ہیں اور وہ شکل وصورت میں عروہ بن مسعود ثقفیؓ (صحابی رئیس طائف) سے زیادہ مشابہ ہیں۔اور میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ کھڑے نماز پڑھتے ہیں اور وہ تمام دوسرے آدمیوں کی نسبت تمہارے ساتھی (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کے زیادہ مشابہ ہیں۔ (صحیح مسلم عن ابی ہریرہؓ)

ملائکہ کا استفسار

نماز کے بعد ملائکہ نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ کے ہمراہ کون بزرگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ملائکہ نے پوچھا کیا ان کے لئے رب العالمین عز اسمہٗ کی طرف سے پیام بھیجا گیا تھا؟ جبریل علیہ

Marfat.com

السلام نے کہا ہاں۔ فرشتوں نے کہا اللہ تعالیٰ ان پر تحیت نازل فرمائے کہ بہت اچھے بھائی اور بہترین خلیفۃ اللہ ہیں۔ (بیہقی عن ابی سعید)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فراغت نماز کے بعد جبریل علیہ السلام نے آپ سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دوزخ کے داروغہ مالک ہیں ان کو سلام کیجئے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے خود ہی آپ کو سلام کیا۔ (صحیح مسلم)

انبیاء علیہم السلام مثالی جسموں میں

اوپر لکھا گیا ہے کہ انبیائے کرام نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی۔ اور آگے چل کر معلوم ہوگا کہ بعض انبیاء علیہم السلام سے آسمانوں پر بھی آپ کی ملاقات ہوئی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا سب کے سب اپنی قبروں میں تھے وہ پہلے بیت المقدس اور اس کے بعد آسمانوں پر کس طرح پہنچ گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے عنصری یعنی خاکی جسم تو واقعی قبروں میں تھے لیکن مثالی جسم اوّلاً بیت المقدس میں اور پھر آسمانوں پر جلوہ گر ہوئے تھے۔ دوسروں کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی بظاہر مثالی جسم میں بیت المقدس تشریف فرما تھے البتہ آسمان پر جو ان سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہاں وہ جسم عنصری کے ساتھ موجود تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان کی طرح بیت المقدس میں بھی جسم عنصری کے ساتھ قدوم فرما ہوں اور بحکم الٰہی امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جشنِ تہنیت میں شرکت فرمائی ہو۔

عالم مثال اور مثالی جسم

یہاں ضمناً یہ بتلا دینا مناسب ہے کہ مثالی جسم کہتے ہیں اور عالم مثال کیا ہے؟ معلوم ہو کہ کتاب وسنت کے بہت سے شواہد دلالت کرتے ہیں اور اہل کشف کو مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس عالم عنصری کے علاوہ ایک اور عالم بھی ہے جسے عالم مثال کہتے ہیں۔ عالم مثال زمین و آسمان میں کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص و محدود نہیں بلکہ وہ اسی عالم جس

Marfat.com

کا دوسرا پہلو ہے، عالم مثال مادّی اور مجرد عالموں کے درمیان ایک ذوجہتین عالم ہے۔ یہ عالم مجرد (ملائکہ وارواح) کی طرح اس درجہ لطیف ہے کہ ظاہری حواس اس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ اس کے ادراک واحساس کے لئے حاسۂ باطنی یا نگاہ کشفی کی ضرورت ہے۔ دوسری جہت کے اعتبار سے یہ مادّی عالم سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ مقدار یعنی طول عرض، عمق، رنگ وغیرہ جسمانی خواص سے خالی نہیں ہے۔ غرض وہ مجرد اور مادّی کے درمیان ایک تیسری چیز ہے، جتنی چیزیں اس عالم شہادت میں پائی جاتی ہیں! ان سب کے نمونے عالم مثال میں موجود ہیں۔ اسی لئے اس کو عالم مثال کہتے ہیں۔

عالم مثال کا انکشاف کچھ اہل اللہ اور حق پرستوں یا اہل مذہب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ وہ ایسے عوام پر بھی جزواً منکشف ہوتا ہے جو وجود باری تعالیٰ کے منکر یا خشیتِ الٰہی کے مفہوم سے بالکل نا آشنا ہیں۔ زندگی میں ہر انسان کو تجربہ ہوا ہوگا کہ بہت سی باتیں قبل از وقوع خواب میں معلوم ہوگئیں یا ایسے واقعات کا انکشاف ہوگیا۔ جو پردہ خفا میں مستور تھے۔ بسا اوقات انسان خواب میں دیکھتا ہے کہ کسی دوسرے شہر میں پھر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہاں اس شخص کا جسم گیا یا روح گئی؟ ظاہر ہے کہ جسم خاکی ہرگز نہیں گیا کیونکہ وہ تو بستر خواب پر پڑا ہے اور اگر کہا جائے کہ روح گئی تو بھی درست نہیں کیونکہ اس شخص نے تو خواب میں اپنے جسم کو چلتے پھرتے اور طرح طرح کے اشغال میں مصروف دیکھا ہے۔ اس کے علاوہ نہ تو روح کے اعضاء ہیں اور نہ چلنا پھرنا اور کسی کام میں مصروف ہونا اس کے افعال وخواص میں داخل ہے۔ پس جب وہ نہ روح تھی نہ جسم تو پھر کیا تھا جو دور دور کی سیر کرتا پھرا؟ سو معلوم ہو کہ یہ وہی مثالی جسم تھا جو عالم مثال سے تعلق رکھتا ہے۔

عالم برزخ

یہاں موقع کی رعایت سے عالم برزخ کا جان لینا بھی مناسب ہے عالم آخرت دو زمانوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا زمانہ موت سے حشر اجسا (یعنی مردوں کے جی اٹھتے تک ہے۔ دوسرا قیامت سے ابدالآباد تک۔ پہلے زمانہ کو برزخ کہتے ہیں۔ برزخ عالم اجسام سے

Marfat.com

لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہے اور یہ عالم عناصر اور عالم ارواح کے درمیان ایک واسطہ و ذریعہ ہے۔ موت کے بعد میت کا راحت پانا یا دُکھ اٹھانا اسی عالم برزخ سے متعلق ہے۔ دنیاوی زندگی میں جسم اور روح کے درمیان ایک مضبوط اتصالی علاقہ قائم ہے۔ یہ علاقہ مرنے کے بعد ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس انقطاع تعلق کے بعد روح اور بدن ایک دوسرے سے بالکل بیگانہ نہیں ہو جاتے بلکہ ان میں احساس وادراک کا تعلق اب بھی قائم رہتا ہے۔ اس تعلق کا نام بھی برزخ ہے جو کسی جگہ اور مقام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ محض ایک کیفیت کا نام ہے۔ حیاتِ برزخ کا ابتدائی اہم مرحلہ منکر ونکیر کا سوال ہے جس کے بعد ثواب یا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ اسی کو قبر کا عذاب یا ثواب کہتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ قبر ہے۔ قبر حقیقت میں عالم برزخ کا نام ہے۔

عالم مثال اور عالم برزخ کا فرق

عالم مثال اور عالم برزخ میں یہ فرق ہے کہ اوّل الذکر میں کوئی حس نہیں بخلاف عالم برزخ کے کہ اس میں احساس موجود ہے۔ مثالی شکل میں احساس اسی وقت ہوتا ہے جب وہ بوقت حاجت کسی ذی روح کی شکل اختیار کرے لیکن یہ احساس ہنگامی اور عارضی ہوتا ہے۔ ضرورت اٹھ جانے کے بعد روح جسم مثالی سے علیحدگی ہوگی تو حس بھی مفقود ہو جائے گی۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ عالم برزخ صرف روح اور جسم سے متعلق ہے لیکن عالم مثال کا تعلق تمام کائنات سے ہے چنانچہ وہ انسانی اعمال وافعال، عقائد اور نیکی و بدی سے بھی متعلق ہے۔

(من افادات المولانا اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ مع الاضافات)

دودھ نوش فرمانا

جب سرورِ عالم ﷺ تمام معروفیتوں سے فارغ ہو کر مسجد اقصیٰ سے باہر نکلے تو پیاس نے غلبہ کیا۔ آپ نے پانی پینے کی خواہش کی۔ صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے سامنے دو برتن پیش کئے۔ ایک شراب کا اور دوسرا دودھ کا۔ آپ نے دودھ کا برتن لے لیا جبریل علیہ السلام نے کہا آپ نے فطرت (

Marfat.com

صحیح دینی مسلک) کو اختیار فرمایا ہے۔

گو اس وقت تک اسلام میں شراب حرام نہ ہوئی تھی لیکن چونکہ شراب نشے آور سامانِ نشاط فاسدہ ہے، آپ نے اس کو پسند نہ کیا اور نظر انداز فرما دیا۔ البتہ دودھ کو جو فطرت صالحہ ہے پسند فرمایا۔ جس طرح دین روحانی غذا کا ذریعہ ہے اسی طرح دودھ سے جسمانی غذا حاصل ہوتی ہے اور گو غذائیں اور بھی بہت ہیں، مگر دودھ کو سب پر ترجیح ہے کہ یہ کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتا ہے اور جسم اور جوہر دماغ کا مقوی ہے اور دودھ کے ساتھ جو شراب پیش کی گئی تو ممکن ہے کہ وہ جنت کی شراب طہور ہو۔

سیڑھی کا نصب کیا جانا

یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس سے آسمان پر کس طرح پہنچے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

فانطلق بی جبریل حتی ابی السماء الدنیا.

(بخاری و مسلم عن قتادہ عن انس)

”پھر جبریل مجھ کو لے گئے یہاں تک کہ آسمانِ دنیا پر پہنچے۔“

اس ارشاد سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر بھی بُراق ہی کی سواری پر تشریف لے گئے گو درمیان میں بیت المقدس وغیرہ مقامات پر اترتے رہے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ جب خواجۂ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی مصروفیتوں سے فارغ ہوئے تو آپ کے لئے ایک سیڑھی کھڑی کی گئی جس سے بڑھ چڑھ کر آپ آسمان پر پہنچے۔ آپ کا عروج سماوی بذریعہ براق نہیں ہوا تھا جیسا کہ بعض لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ براق کو تو آپ نے مسجد اقصیٰ کے دروازے پر مکہ واپس جانے کے قصد سے باندھ دیا تھا۔ حافظ سیوطیؒ نے بھی اسی پر جزم کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ (المعراج الکبیر)

ان بیانات کی تائید مفصلہ ذیل روایتوں سے ہوتی ہے۔ بیہقیؒ نے حضرت

Marfat.com

ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر (بیت المقدس سے فارغ ہونے کے بعد) میرے سامنے ایک زینہ لایا گیا جس کی راہ سے بنی آدم کی روحیں (بعد از مرگ) چڑھتی ہیں۔ سو اس زینہ سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز مخلوق کی نظر سے نہ گذری ہوگی۔ تم نے کسی میت کا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھنا مشاہدہ کیا ہوگا۔ سو وہ میت اسی زینہ کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔

شرف المصطفیٰ میں ہے کہ یہ زینہ جنت الفردوس سے لایا گیا۔ اس کے داہنے بائیں فرشتے اوپر تلے اس کو گھیرے ہوئے تھے، اور کعب، کی روایت میں ہے کہ آپ کے لئے ایک سونے کا اور ایک چاندی کا زینہ رکھا گیا یہاں تک کہ آپ اور جبریل علیہ السلام اس پر چڑھے۔ اور ابن اسحاق کی روایت میں آپ کا ارشاد ہے کہ جب میں بیت المقدس کی مصروفیت سے فارغ ہوا تو یہ زینہ لایا گیا اور میرے رفیق سفر جبریل علیہ السلام نے مجھ کو اس پر چڑھایا یہاں تک کہ دروازہ آسمان پر پہنچے۔

(نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب لمولانا اشرف علی تھانویؒ)

آسمان اوّل پر وُرود

حضرت سید کونین ﷺ جبریل علیہ السلام کی رفاقت میں آسمانِ دنیا تک پہنچے۔ جبریل علیہ السلام نے آسمان کے محافظ فرشتے سے کہا کہ دروازہ کھولو! اس نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبریل ہوں۔ پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں محافظ نے کہا مرحبا! تشریف لائیے۔ اہل آسمان اس بشارت پر مسرور ہیں اور یہ بھی کہا کہ آسمان کا کوئی فرشتہ نہیں جانتا کہ خدائے قدوس زمین پر چاہتا ہے جب تک اس کو معلوم نہ کرایا جائے۔ (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انسؓ)

ابن وجیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آسمانوں کے دروازے بند رہتے ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہنچنے سے پہلے ان کو کھول کر نہیں رکھا گیا تھا۔ حالانکہ کھول رکھنے میں آپ کا زیادہ اکرام تھا، لیکن کھلے رکھنے کی صورت میں شاید آپ یہ

Marfat.com

گمان کرتے کہ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے ہی رہتے ہوں گے۔ پس عین وقت پر کھولے گئے تاکہ آپ کو احساس ہو کہ محض میری خاطر کھولے گئے ہیں۔ (المعراج الکبیر)

شیخ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں "فرشتوں کا یہ سوال کرنا" کہ "آپ کے ساتھ کون ہے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے جبریل علیہ السلام کے ساتھ ان کے کسی رفیق کا بھی احساس کیا ورنہ وہ یوں سوال کرتے کہ کیا کوئی آپ کے ساتھ بھی ہے۔

اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ملائکہ کے اس سوال میں کہ کیا ان کو طلب کیا گیا ہے، یہ حکمت تھی کہ حق تعالیٰ نے اپنے نبی کو یہ اطلاع دینی چاہی کہ ملا اعلیٰ میں بھی آپ کی شہرت و ناموری ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ملائکہ میں یہ بات مشہور تھی کہ آپ کسی وقت طلب کیے جائیں گے ورنہ وہ یوں سوال کرتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ (فتح الباری)

نہر کوثر

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے وہاں ایک نہر دیکھی جس کے کناروں پر مروارید اور زبرجد کے محل بنے تھے۔ اس میں ہاتھ ڈالا تو اس کی مٹی بالکل خالص کستوری کی مانند تھی۔ پوچھا اے جبریل! یہ کیا ہے؟ کہا یہی نہر کوثر ہے جو خدائے مہیمن نے آپ کے لئے تیار رکھی ہے۔ (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انسؓ)

دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں ایک نہر پر پہنچا جس کے کناروں پر یاقوت، مروارید اور زبرجد کے پیالے رکھے تھے اور نہر پر جا بجا نہایت لطیف قسم کے سبز پرند تھے۔ جبریل نے کہا۔ یہ نہر کوثر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ یہ نہر یاقوت اور زمرد کے سنگریزوں پر جاری ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے۔ یہاں کے برتن سونے اور چاندی کے ہیں۔ میں نے ایک برتن لے کر کوثر کا پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

ایک اور روایت میں مذکور ہے کہ وہاں ایک چشمہ تھا جس کو سلسبیل کہتے ہیں۔ اس سے دو نہریں نکلتی ہیں۔ ایک کوثر اور دوسری نہر رحمت۔ (بیہقی عن ابی سعیدؓ)

Marfat.com

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ دوسری روایت سے حوضِ کوثر کا جنت میں ہونا منصوص ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی اصل جنت میں اور یہاں اس کی شاخ ہوگی جیسا اس کی ایک شاخ میدان قیامت میں ہوگی۔

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریل نے کہا یہ آپ کے باپ آدمؑ ہیں، ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے اس کا جواب دیا اور کہا اے فرزندِ صالح اور نبی صالح! مرحبا۔ اس کے بعد میرے لئے دعائے خیر کی۔ میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کی داہنی اور بائیں جانب بہت سی دھندلی صورتیں ہیں۔ وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ صورتیں جو ان کے دائیں بائیں ہیں ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ ان میں سے دائیں طرف والے جنتی اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں۔ اس لئے آپ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر روتے ہیں۔

(بخاری عن ابن شہاب عن ابی ذر)

ایک علمی اشکال کا حل

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:

"آدم علیہ السلام کے داہنے بائیں جو صورتیں نظر آئیں وہ ارواح کی مثالی صورتیں تھیں اور بزار کی روایت میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ارواح اس وقت آسمان پر موجود اور مستقر نہ تھے بلکہ اپنے اپنے ٹھکانے پر تھے اور اس ٹھکانے اور مقامِ آدم علیہ السلام کے درمیان دروازہ تھا، اس دروازہ سے صورتوں کا عکس اس مقام پر پڑتا ہوگا، یا وہ ہوا جو آتی تھی آخر وہ بھی جسم ہے اس انطباع وانعکاس کی خاصیت ہوگی جیسے ہوا شعاعوں سے متکیف ہو کر رویت کے قابل ہو جاتی ہے کیونکہ اس رویت میں

Marfat.com

دروازہ کا ہونا مذکور ہے۔ یہ ظاہراً اس کا قرینہ ہے کہ وہ دروازہ وہاں تک ان صورتوں کے اثر پہنچنے کا واسطہ تھا۔ پس اس میں اشکال نہ رہا کہ نص قرآنی: "ان الذین کذبوا بایتنا واستکبروا عنها لا تفتح لهم ابواب السماء" سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی روحیں آسمان پر نہیں جاسکتیں۔ پھر آسمانِ دنیا پر کافروں کی یہ روحیں جو بائیں طرف تھیں کیسے پائی گئیں؟" (نشر الطیب)

لفظ صالح پر توارُد

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی صالح سے خطاب کیا اور آپ کے تمام اوصاف میں سے اسی صفت پر اکتفا کیا اور آپ کا اس پر توارد ہوا کیونکہ صلاح ایک ایسی صفت ہے جو خیر کی تمام خصلتوں پر مشتمل ہے اسی بناء پر ہر نبی نے اس صفت کا اعادہ کیا اور صالح وہ ہے جو ان تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد پر قیام کرے جو اس پر لازم۔ اور لفظ "ابن صالح" (صالح فرزند) میں آدم علیہ السلام کا حضرت امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت پر اظہار فخر ہے۔ (فتح الباری)

انبیاء علیہم السلام کی ارواح کی تمثیل

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبل جمیع انبیاء میں بھی آدم علیہ السلام سے مل چکے تھے اور وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں۔ اسی طرح آپ نے دوسرے آسمانوں میں دوسرے انبیاء کو بھی دیکھا۔ سب کے متعلق یہی سوال پیدا ہوتا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسم سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثل ہوا تھا یعنی عنصری جسد سے (جس کو صوفیاء مثالی جسم کہتے ہیں) روح کا تعلق ہوگیا۔ اور جسد میں تعدد بھی اور ایک

Marfat.com

وقت میں روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے۔ لیکن انبیاء علیہم السلام کے اپنے اختیار سے نہیں بلکہ محض بقدرت و مشیتِ حق، اور ظاہراً یہ مثالی جسم جو دو جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لئے بیت المقدس میں ملاقات ہونے کے باوجود آپ نے ان انبیاء کو آسمان پر نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ آسمان پر مع الجسد ہیں، ان کو آپ نے مع الجسد دیکھا لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا، وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال تھا کہ مثالی جسد کے ساتھ روح کا تعلق قبل الموت بھی خرق عادت ممکن ہے اگرچہ اس کا بھی امکان ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور وہ آسمان سے آ گئے ہوں، یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں کہ پہلے آسمان سے بیت المقدس آئے ہوں اور پھر یہاں سے آسمان پر پہنچ گئے ہوں مگر خلاف ظاہر ہے۔ واللہ اعلم (نشر الطیب)

یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جبریلؑ مجھ کو ساتھ لے کر چڑھے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھولنے کو کہا۔ کہا گیا کون ہے؟ کہا جبریل۔ محافظ نے کہا ساتھ کون ہیں؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ پوچھا بلائے گئے ہیں؟ کہا ہاں، کہا مرحبا! کیا خوب آنا ہوا۔ غرض دروازہ کھولا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ یحییٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) موجود ہیں اور دونوں باہم خلیرے[1] بھائی ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا۔ دونوں نے جواب دے کر کہا مرحبا! اے

---

[1] یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کی خالہ تھیں، اس اعتبار سے حضرت مسیح جناب یحییٰ علیہ السلام کی خالہ زاد بہن کے لڑکے یا بھانجے تھے۔ چونکہ نانی بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی نانی کو ماں قرار دے کر مجازاً خلیرا بھائی فرمایا گیا۔ عرب میں اس قسم کا استعمال عام طور پر رائج ہے۔ (نشر الطیب)

Marfat.com

برادر صالح و نبی صالح۔ اس کے بعد دونوں نے میرے حق میں دعائے خیر کی۔

یوسف علیہ السلام کی زیارت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبریل مجھ کو تیسرے آسمان پر لے گئے اور دروازہ کھلوایا۔ وہاں بھی محافظ فرشتہ سے وہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ جب دروازہ کھلا تو میں نے دیکھا کہ وہاں یوسف علیہ السلام ہیں جبریل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا اور یوسف علیہ السلام نے جواب دے کر کہا مرحبا اے برادر صالح و نبی صالح، میں کیا دیکھتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک بڑا حصہ عطا کیا گیا ہے۔ انہوں نے میرے لئے دعائے خیر کی۔ (رواہ مسلم عن ثابت البنانی عن انسؓ)

علامہ ابن حجرؒ رقم فرما ہیں کہ بیہقی نے ابوسعید خدریؓ سے اور ابن عائذ اور طبرانی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ رسولِ امین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک مرد سے ملا جو خلق اللہ سے زیادہ حسین تھا اور اسے حسن میں لوگوں پر اسی طرح تفوق بخشا گیا تھا جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔"

اس سے ثابت ہوا کہ یوسف علیہ السلام تمام لوگوں سے زیادہ حسین و جمیل تھے حالانکہ ترمذی نے انسؓ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں فرمایا جو حسین اور خوش آواز نہ ہو اور تمہارا نبی ان سب سے زیادہ حسین و خوش جمال اور سب سے زیادہ خوش الحان ہے۔" پس حدیث معراج اس پر محمول ہوگی کہ اس میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر دوسرے لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ اس بیان کی تصدیق اس شخص کے قول سے ہوتی ہے جس کا بیان ہے کہ متکلم اپنے عموم خطاب میں داخل نہیں ہوتا۔

اس کے بعد علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے جس کی امام بخاریؒ نے تخریج کی ہے، ابن منیر نے یہ مراد لی ہے کہ جو حسن و جمال ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

Marfat.com

بخشا گیا تھا، اسی کا کچھ حصہ یوسف علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ (فتح الباری)

حُسنِ یوسف علیہ السلام و جمالِ محمد ﷺ کی تحقیق

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر نہائت شاندار بحث فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں:

"شاید کسی کو شبہ ہو کہ یوسف علیہ السلام کا حسن تو ایسا تھا کہ زنانِ مصر نے آپ کی صورت دیکھ کر بدحواسی میں ہاتھ کاٹ ڈالے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ بات کہاں تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حسن کی انواع ہیں۔ حسن کی ایک نوع یہ ہے کہ وہ دیکھنے والے کو دفعتاً متحیر کر دے اور پھر رفتہ رفتہ اس کی سہار ہوتی جائے۔ یوسف علیہ السلام کا حسن ایسا ہی تھا، چنانچہ زلیخا کو آپ علیہ السلام کے حسن کی سہار ہو گئی تھی۔ انہوں نے ایک دن بھی ہاتھ نہیں کاٹے۔ اور ایک نوع حسن کی یہ ہے کہ دفعتاً تو متحیر نہ کرے مگر جوں جوں اس کو دیکھا جائے تحمل سے باہر ہوتا جائے۔ جس قدر غور کیا جائے اسی قدر دلیل بھی گھٹتا جائے۔ اسی کو شاعر بیان کرتا ہے۔

یزیدک وجہہٗ حسنا

اذا ما زدتہٗ نظرًا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن ایسا ہی تھا کہ اس میں دفعتاً متحیر کر دینے کی شان ظاہر نہ تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں خداداد عظمت و جلال کی ایک شان ایسی تھی کہ دیکھنے والے پر سب سے پہلے اس کا اثر پڑتا تھا جس کی وجہ سے دیکھتے ہی نیا آدمی مرعوب ہو جاتا تھا۔ اس کو حسنِ صورت پر آنکھ بھر کر نگاہ ڈالنے کی مہلت ہی نہ ملتی تھی تا کہ تحیر کی نوبت آئے۔ کما فی حدیث من راٰہ بداھۃ ھابہٗ. اخرجہ الترمذی فی الشمائل (جامع) اس پر تکشف ہوتا تھا اور دن بدن دل گھر کرتا چلا جاتا تھا۔ کما فی حدیث علی المذکور من خالطہ بشاشۃ احبہٗ، یوسف علیہ السلام کے حسن پر عورتوں کا عاشق ہو جانا منقول ہے مگر فی نفسہٖ یہ زیادہ بعید نہیں بلکہ ایک فطری امر ہے جو عادت کے مطابق

Marfat.com

ہے، گوکسی درجہ میں خارقِ عادت بھی ہے اور نبی پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر مرد عاشق تھے جن میں بچے تھے، بوڑھے بھی تھے۔ مردوں کا عاشق ہونا اور وہ بھی بچوں اور بوڑھوں کا فی نفسہٖ بھی بہت عجیب ہے۔ ایک عاشق صحابی فرماتے ہیں: رأیتهٔ صلی الله علیه وسلم لیلةً فی حلة حمراء قمر طالع، و کنت اری القمر مرّةً والٰی وجهه صلی الله علیه وسلم مرّةً فو الله کان وجههٔ احسن منه (او کما قال) یعنی ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ (دھاری دار) جوڑے میں دیکھا، اس وقت چاند نکلا ہوا تھا، تو میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر نظر کرتا کبھی چاند کو دیکھتا۔ بخدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ خوبصورت تھا۔

اسی کو شاعر نے عجیب لطیف عنوان سے تعبیر کیا ہے۔

بسوئے تُو گاہے بسوئے مہ می نگرم
کند مقابلہ چوں کس کتاب را تنہا

یعنی کتاب کے مقابلہ کے لئے تو دو آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے
میں تنہا کیونکر مقابلہ کروں۔

ایک مرتبہ حضرت طلحہ صحابی رضی اللہ عنہ نے لڑائی میں اپنے ہاتھوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سپر بنایا تھا۔ کفار کے جتنے تیر آتے تھے وہ سب کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی تیر نہ لگنے پائے۔ یہ عشق نہ تھا تو اور کیا تھا؟ اس کے علاوہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی محبت کے واقعات کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گھر بار چھوڑا، بیوی بچے چھوڑے، اپنے عزیزوں کو جب کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف ہوئے بے دریغ قتل کیا، حتیٰ کہ خود اپنی جانیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دیں اور سر کٹوائے۔ اسی حسن کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

لواحی زلیخا لو رأین جبینهٗ
لاثرن بالقطع القلوب علی الید

Marfat.com

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسن دل میں گھستا تھا، اگر آپ علیہ السلام کو زنانِ مصر دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھ کے دلوں کو چیر پھاڑ دیتیں۔

موسیٰ علیہ السلام کا مرحبا کہنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چوتھے آسمان پر گئے۔ وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمانوں پر ہو چکے تھے اور دروازہ کھولا گیا۔ وہاں بھی وہی سوال و جواب ہوئے جو پہلے آسمانوں پر ہو چکے تھے اور دروازہ کھولا گیا۔ وہاں میں نے ادریس علیہ السلام کو پایا۔ انہوں نے بھی مرحبا کہہ کر میرے لئے دعائے خیر کی۔ اس کے بعد چھٹے آسمان پر پہنچے۔ جہاں موسیٰ علیہ السلام کو پایا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ ان کو سلام کیجئے میں نے سلام کیا اور انہوں نے جواب دیا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے مرحبا کہہ کر میرے حق میں دعا کی اور کہا الٰہی! میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کسی کو مجھ پر فضیلت دی جائے گی۔ (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انس)

جب میں آگے بڑھا تو موسیٰ علیہ السلام روئے آواز آئی کیوں روتے ہو؟ کہا اے خدا! میں اس لئے روتا ہوں کہ یہ لڑکا جو میرے بعد مبعوث ہوا ہے اس کی امت کے لوگ میرے امتیوں سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔ (مسلم عن قتادہ عن انس بن مالک بن صعصعہ)

غِبطہ کا محمود ہونا

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا رونا اپنی امت پر حزن و حسرت اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تابعین پر غبطہ کے طور پر تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امرِ خیر میں غبطہ محمود ہے۔ غبطہ اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کریں کہ میرے پاس بھی یہ نعمت ہوتی۔ البتہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی تمنا سے بچنا چاہئے ورنہ یہ حسد ہوگا اور حسد حرام ہے۔

Marfat.com

موسیٰ علیہ السلام کی شفقت

علماء نے فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا گریہ و بکاء (معاذ اللہ) کسی حسد سے ہمکنار نہ تھا۔ کیونکہ حسد سے تو آحاد المسلمین بھی محفوظ ہیں چہ جائیکہ اس ذاتِ گرامی کی طرف سے اس کا احتمال ہو جسے خدائے جلیل نے برگزیدہ فرمایا بلکہ موسیٰ علیہ السلام کو اس بات کا صدمہ تھا کہ ان سے وہ اجر فوت ہو گیا جس سے رفع درجہ مترتب ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ امت موسوی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں بڑی سرگرمی دکھائی اور انتہائی شدت اختیار کی۔ جس کی وجہ سے ان کے ثواب میں نقص ہوا اور اجر میں کمی رہی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر نبی کو انہی افراد کے برابر اجر ملتا ہے جنہوں نے اس کی متابعت کی ہو کہ امت محمدی کے مقابلہ میں امت موسوی کی مدت طویل ہوئی تاہم موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تعداد میں پیروانِ اسوۂ محمدی سے کم رہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کا آپ کو لڑکا کہنا ازراہِ نقص نہ تھا بلکہ قدرتِ الٰہی کی عظمت اور اس کے غیر معمولی فضل و کرم کے اظہار کے لئے تھا کہ اس مولائے کریم نے اس چھوٹی عمر میں حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمالات عطا فرمائے جن سے کسی نبی کو زیادہ عمر رکھنے کے باوجود نہ نوازا تھا۔ اور اس امت کے حق میں موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نماز کے بارہ میں وہ شفقت و عنایت ظاہر ہوئی جس کا کسی دوسرے نبی سے اظہار نہ ہوا تھا۔

ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے سہارا لگائے دیکھنا

حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم ساتویں آسمان پر پہنچے۔ وہاں میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے جد امجد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا مرحبا اے فرزند صالح اور نبی صالح۔ میں نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں ان کا ہم شکل فرزند ہوں۔ اس وقت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کی طرف پشت کا سہارا لئے بیٹھے تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے

Marfat.com

ہیں جو پھر دوبارہ نہیں آتے۔ (مسلم عن ثابت البنائی عن انسؓ)

اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ شافع ہر دوسرا علیہ التحیۃ والسلام نے فرمایا کہ شب معراج ابراہیم خلیل اللہ نے مجھ سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو اطلاع دینا کہ جنت کی مٹی پاکیزہ اور اس کا پانی شیریں ہے۔ بہشت ایک وسیع چٹیل میدان ہے اور " سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر " کا پڑھنا اس میں درخت لگانا ہے۔ (ترمذی)

مختلف آسمانوں کے ساتھ انبیاء کے اختصاص کی حکمت

اس میں اختلاف ہے کہ ہر نبی کو اس آسمان سے کیا خصوصیت تھی جہاں جہاں پیغمبر ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک سے ملاقات فرمائی اور پھر جن انبیائے کرام سے آپ ملاقی ہوئے وہی اس ملاقات کے لئے کیوں مخصوص ہوئے؟ دوسروں کو اس شرف سے کیوں سرفراز نہ کیا گیا؟ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی قوم کے ساتھ وہی معاملات پیش آرہے تھے جو ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی اُمتوں کی طرف سے پیش آئے تھے اس لئے وہی اس ملاقات کے لئے مخصوص فرمائے گئے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری میں امام سہیلیؒ اور علامہ ابن منیرؒ سے ان مناسبات و خصوصیت کو بالتفصیل قلم بند کیا ہے۔ راقم یہاں ان کا ملخص درج کرتا ہے۔

آدم علیہ السلام

آدم علیہ السلام کی ملاقات میں اس حقیقت پر انتباہ تھا کہ جس طرح ابوالبشر علیہ السلام جنت سے نکال کر دنیا میں پہنچائے گئے، اسی طرح نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے وطنِ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ جائیں گے۔

دونوں حضرات کو یکساں مشقت کا سامنا کرنا پڑا اور دونوں وطن مالوف کے فراق کا صدمہ سہنے پر مجبور ہوئے اور پھر دونوں کا مآل یہ ہے کہ اپنے اپنے اس وطن کو جہاں سے نکالے گئے واپس لائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ آدم علیہ السلام کے آسمانِ اوّل پر موجود ہونے

Marfat.com

میں یہ حکمت تھی کہ وہ انبیاء میں سب سے اوّل اور آباء کرام میں سب سے مقدم اور سب کی اصل وبنیاد ہیں اس لئے سمائے اولیٰ ہی ان کے استقرار کے لئے مناسب وموزون تھا۔

عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام

جس طرح عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام نے یہود کی طرف سے ایذائیں اٹھائیں، اسی طرح حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کے بعد یہودیوں کے ہاتھوں سے دکھ سہنے پڑے۔ جس طرح یہودیوں نے یحییٰ نبی کو شربتِ شہادت پلایا اور مسیح علیہ السلام کو مصلوب کر کے ان کا چراغ ہدایت گل کرنے کی کوشش کی، اسی طرح وہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی جان لینے میں برابر کوشاں رہے اور آپ کو پیہم تکلیفیں پہنچائیں۔ اس کے علاوہ عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام آپ کو دوسرے آسمان پر ملے کیونکہ وہ زمانے کے لحاظ سے دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں آپ کو سب سے زیادہ قریب ہیں۔

یوسف علیہ السلام

یوسف علیہ السلام سے آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح ان کے بھائیوں نے انہیں کوئیں میں ڈالا، اسی طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم قریش کے ہاتھوں سے سخت دکھ اٹھائے اور جس طرح برادرانِ یوسفؑ نے انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کی، اسی طرح قریش نے بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نقشِ ہستی محو کرنے کی انتہائی کوششیں کیں اور جس طرح یوسف علیہ السلام انجام کار اپنے بھائیوں پر غالب آئے، اسی طرح خدائے قدیر نے امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جبابرۂ قریش پر غلبہ نصیب کیا۔ چنانچہ آپ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ میں بھی آج تمہارے متعلق وہی کہتا ہوں جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا" لا تثریب علیکم الیوم "(آج تم پر کوئی الزام نہیں) یوسف علیہ السلام سے ایک مناسبت یہ ہے کہ امت محمدی یوسف علیہ السلام ہی کی شکل وصورت میں بہشت میں داخل ہوگی۔ (فتح الباری)

Marfat.com

ادریس علیہ السلام

ادریس علیہ السلام کے ساتھ آپ کی یہ مناسبت تھی کہ جس طرح وہ جنت میں داخل کر کے رفیع منزلت سے بہرہ مند کئے گئے اور حق تعالیٰ نے ان کی نسبت فرمایا" **ورفعناہ مکانا علیا** " اسی طرح آپ کو ایسی بلندی پر پہنچایا گیا جہاں پر کوئی نبی اور کوئی ملک مقرب نہیں پہنچا تھا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ہمارے نبی علیہ السلام تو اپنے حینِ حیات یعنی شبِ معراج جنت میں داخل ہوئے تھے، لیکن ادریس علیہ السلام کو بعد از مرگ جنت کا داخلہ میسر ہوا تھا۔ ایک اور مناسب یہ ہے کہ جس طرح ادریس علیہ السلام نے ملوکِ عالم کو خطوط بھیج کر توحید کی طرف بلایا تھا اسی طرح آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شاہانِ عالم کو اسلام کے دعوت نامے بھیجے تھے۔ (المعراج الکبیر)

ہارون علیہ السلام

حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ یہ مشابہت تھی کہ جس طرح ان کی قوم نے پہلے ان کو ایذائیں دیں اور پھر ان کی محبت پر مائل ہوئی اسی طرح قریش بھی سالہا سال کی ایذا رسانیوں اور عداوت کوشیوں کے بعد انجام کار آپ کی محبت سے سرشار ہوئے۔

موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام سے یہ مناسبت تھی کہ جس طرح حضرت کلیم علیہ السلام کو ان کی قوم نے ایذائیں دیں، اسی طرح آپ کی قوم بھی آپ سے برسر عناد رہی اور شیوۂ جور و جفا اختیار کئے رکھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے:

"**لقد اوذی موسیٰ باکثر من ھذا فصبر**"

"موسیٰ کو اس سے بھی زیادہ ایذائیں دی گئیں لیکن انہوں نے صبر کیا۔"

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

جس طرح ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور سے پیٹھ لگائے بیٹھے ہیں، اسی طرح

Marfat.com

آپ نے بھی مناسک حج ادا کئے اور بیت اللہ کا احترام ملحوظ رکھا، اور ساتویں آسمان پر ان سے ملاقات کرنے میں ایک مناسبت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ ہجری میں مکہ معظمہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا۔ علاوہ ازیں حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے آباء کرام میں سے آخری باپ ہیں۔ پس مناسب ہوا کہ آپ ان کی ملاقات سے از سر نو مانوس ہوں۔ کیونکہ اس کے تھوڑے زمانہ بعد آپ دوسرے عالم کی طرف توجہ فرمانے والے تھے۔ مزید برآں گو خلیل علیہ السلام کی منزلت اس بات کی متقضی تھی کہ وہ بلحاظ درجات سب سے افضل ہوں، لیکن حبیب کا درجہ خلیل کے مقام سے بھی بلند ہے۔ اسی کے اظہار کے لئے آپ حضرت خلیل علیہ السلام کی منزلت سے بلند ہو کر "قاب قوسین او ادنیٰ" تک پہنچے۔ (فتح الباری)

مناسبت کے متعلق ایک اور بیان

مولانا تھانویؒ رقم فرما ہیں کہ متذکرہ صدر روایات میں صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرات آدم، یحییٰ، عیسیٰ، یوسف، ادریس، ہارون، موسیٰ، ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات فرمانے کا ذکر ہے جو آپ کے استقبال اور خیر مقدم کے لئے اپنے اپنے مقام پر موجود تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی اس ترتیب میں ابتداء اور انتہاء اور اوسط کی یہ مناسبت ہے کہ جناب ابوالبشر علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد اوّل اور جناب خلیل علیہ السلام پدر آخر ہیں، اور بیچ کے چھ پیغمبر آپ کے اخوان یعنی دینی بھائی تھے۔ گو دوسرے جلیل القدر اور اولوالعزم انبیاء بھی آسمانوں پر موجود تھے، لیکن ان نام بردہ حضرات کا انتخاب اس فطری مناسبت کے باعث ہوا جو ان میں فرداً فرداً اور امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتماعی حیثیت سے موجود تھی (نشر الطیب)

نوح علیہ السلام سے ملاقات نہ ہونے کی علت

جن انبیاء و مرسلین نے شب معراج خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اپنے مستقر پر خیر مقدم کیا، نوح علیہ السلام کے سوا ان میں تمام اولوالعزم رسول داخل تھے۔ بظاہر

Marfat.com

مقامِ حیرت ہے کہ ایسا جلیل القدر رسول جس نے تمام انبیاء و رسل سے زیادہ طویل زمانہ تبلیغ و رسالت کے فرائض ادا کئے اور راہِ خدا میں بڑے بڑے دکھ اٹھائے، آپ کے شرف دید سے کیوں محروم رہا۔ اس کی وجہ بعض علماء نے یہ لکھی ہے کہ شب معراج رحمت و برکت اور خوشی کی رات تھی، اس لئے مصلحت خداوندی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ وہ جلیل القدر نبی علیہ السلام حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر مقدم میں شرکت نہ فرمائے جس نے اپنی قوم کے لئے بارگاہِ الٰہی سے عذاب و ہلاکت کی درخواست کی تھی۔ نوح علیہ السلام قریباً ہزار برس تک خلوت اور جلوت میں ترغیب و ترہیب کے مختلف پہلوؤں سے اپنی ضلالت پسند قوم کو سمجھاتے رہے، لیکن ان کی امت دعوت کے افراد ایسے قسی القلب تھے کہ انہوں نے نصیحت قبول کرنا تو درکنار سننا بھی گوارا نہ کیا۔ آخر نوح علیہ السلام نے قرنہا قرن کے بعد ان پر ہلاکت و بربادی کی بددعاء کی، چنانچہ طوفان نے سب کو قعر ہلاک میں ڈال کر نابود کر دیا۔

سدرۃ المنتہیٰ کے قُرب میں ورود

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جبریل علیہ السلام مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے گئے۔ حکم الٰہی سے اس پر جو چھانا تھا وہ چھا چکا تو اس کی ہیئت بدل گئی۔ پھر کسی انسان کی طاقت نہیں کہ اس کے حسن کی تعریف کر سکے۔ (مسلم عن ثابت البنانی عن انسؓ)

اور دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ سدرہ پر کچھ رنگ چھائے ہوئے تھے۔ جن کی حقیقت میں نہیں جانتا (بخاری و مسلم عن ابن شہاب عن انس عن ابی ذر) خدائے قدیر نے سورۂ نجم میں فرمایا: "اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ" (جب سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں) روای کہتا ہے کہ اس سے سونے کے پروانے مراد ہیں۔ (مسلم، ترمذی، نسائی عن عبداللہ بن مسعودؓ)

لیکن یہ محض تشبیہ ہے ورنہ سونے کے پروانے دراصل ملائکہ ہیں جن سے طلائی چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں پروانوں کی بجائے فرشتوں کا لفظ مذکور ہے۔ مندرجہ بالا روایتوں کا ماحصل یہ ہے کہ جب اس درخت پر خدائے قدوس کی خاص تجلی

Marfat.com

ہوئی تو اس کا روپ ہی بدل گیا اور حسن و جمال اس انتہا کو پہنچ گیا کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔

سدرۃ المنتہیٰ کی وجہ تسمیہ

معلوم ہو کہ یہ درخت فرشتوں کے اوپر جانے یا ان کے معلومات کی آخری حد ہے اسی لئے اس کو منتہیٰ کہتے ہیں۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز زمین سے اوپر جاتی ہے وہ سدرہ پر پہنچ کر رک جاتی ہے، اور جو چیز اوپر کی طرف سے آتی ہے وہ بھی یہیں رہ جاتی ہے۔ (مسلم عن عبداللہ بن مسعود) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی متنفس اس حد سے آگے نہیں جاسکا۔ ایک راوی کا بیان ہے کہ سدرہ پر تمام دنیا کا علم منتہی ہوتا ہے۔ اس سے اوپر کا کسی کو علم نہیں۔ (ترمذی)

احادیث متذکرۂ صدر کا مفہوم یہ ہے کہ سدرہ ساتویں آسمان میں ایک درخت ہے عالم بالا سے جو رزق و احکام وغیرہ آتے ہیں وہ پہلے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں۔ پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں۔ اسی طرح دنیا سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں۔ پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں۔ اس کی مثال ڈاکخانہ کی سی ہے کہ خطوط کی آمد و برآمد میں سے ہوتی ہے غرض سدرۃ المنتہیٰ کو نیچے اور اوپر کی حد فاضل سمجھنا چاہئے نیچے کے لوگ اس سے اوپر نہیں جاسکتے اور اوپر والے اس سے نیچے نہیں اترتے، اسی سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جنت ہے۔

صریف الاقلام

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے مقام تک بلند کیا گیا جہاں آپؐ نے صریف الاقلام کو سنا۔ (لکھتے وقت قلم سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو صریف الاقلام کہتے ہیں) یہاں فرشتے امور الٰہیہ اور احکام خداوندی کو لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ اور ابوحبہ انصاریؓ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر جبرائیل امین مجھے ایسے بلند مقام تک لے گئے جہاں قلموں سے لکھنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔

(بخاری ۱/۵۴، مسلم محولہ بالا، زرقانی ۲/۸۸)

Marfat.com

مقام قاب قوسین

مقام صریف الاقلام سے چل حجابات طے کرتے ہوئے آپ بارگاہ خداوندی میں پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی سواری کے لئے ایک رَفرف (مسند) آئی جس پر سوار ہو کر آپ قاب قوسین تک پہنچے یعنی آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے لئے ایک رفرف اتری۔ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ بلند کئے گئے یہاں تک کہ اپنے پروردگار کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی حدیث میں ہے کہ میرے لئے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا اور میں نے اعظم کو دیکھا اور پردہ میں سے موتیوں کی ایک رفرف (مسند) کو دیکھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جو کلام فرمانا چاہا وہ فرمایا۔ امام طبرانی اور ترمذی نے حضرت انسؓ کی روایت ہے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نور اعظم کو دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی یعنی مجھ سے بلا واسطہ کلام فرمایا۔

(زرقانی ۹۵۔۶۔۲/۹۸)

اس کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے!

ثم دنا فتدلیٰ ० فکان قاب قوسین او ادنیٰ ० فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ ० (النجم: ۸ تا ۱۰)

"پھر آپ قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ پھر......

اور دوسری روایت میں ہے کہ جب جبرائیل امین وہاں پہنچ کر رک گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اس مقام پر اپنے ساتھی کا ساتھ چھوڑ جاؤ گے؟ جبرائیل نے کہا کہ اگر میں (ایک قدم بھی مزید) آگے بڑھا تو آگ مجھے جلا ڈالے گی۔ (حلبی ۲/۱۲۸)

جبرائیل علیہ السلام کی خواہش

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جبرئیل کیا اللہ تعالیٰ کے ہاں تیری کوئی

Marfat.com

حاجت ہے؟ انہوں نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ سے سوال کیجئے گا کہ میں آپ کی اُمت کے پل صراط سے گزرتے وقت اس (پل صراط) پر اپنے پروں کو بچھانا چاہتا ہوں، جب تک وہ پل عبور نہ کر جائیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کے ہاں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جبرائیل کی حاجت کیا تھی؟ میں نے کہا کہ اے اللہ آپ زیادہ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل کی درخواست قبول کر لی۔ مگر یہ صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو آپؐ سے محبت کرتے ہیں اور آپؐ کی اتباع کرتے ہیں۔ (سیرت حلبیہ ۱۲۹۔۱۳۰/۲)

اللہ تعالیٰ کے انعامات

ثعلبیؒ اور قشیری نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی فرمائی تھی اس میں یہ بھی تھا کہ اے محمد جب تک آپؐ جنت میں داخل نہیں ہوں گے اس وقت انبیاء پر جنت حرام ہے۔ (یعنی جنت میں سب سے پہلے آپؐ داخل ہوں گے اور ان کی امتوں پر بھی جنت اس وقت تک حرام ہے جب تک آپؐ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔

قشیریؒ کہتے ہیں کہ یہ بھی وحی کی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حوض کوثر کی خصوصیت عطاء فرمائی ہے اور تمام اہل جنت پانی پر آپؐ کے مہمان ہوں گے اور ان کے لئے شراب، دودھ اور شہد ہوگا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ سورۃ بقرہ کا آخری حصہ اور سورۂ ضحیٰ اور الم نشرح کا بعض حصہ بھی اس وقت عطاء فرمایا گیا۔ (سیرت حلبیہ ۱۳۱/۲)

ترمذی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور مسلم نے محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ کی روایت سے بیان کیا کہ شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں۔

(۱) پانچ نمازیں۔

(۲) خواتیم سورۂ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں۔

Marfat.com

(۳) جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ اس کے کبیرہ گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ یعنی کبیرہ گناہ کرنے والوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت سے معاف فرما دے گا اور بعض کو اپنی خاص رحمت سے معاف فرما دے گا۔

(مسلم کتاب الایمان باب الاسراء، ترمذی، تفسیر سورۂ نجم)

روح الامین علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دوبارہ دیکھنا

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جبریل امین حامل نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمیشہ انسانی شکل وصورت میں وحی لے کر آیا کرتے تھے اور آتے وقت عموماً دحیہ کلبیؓ نام ایک صحابی کی شکل و ہیئت اختیار کی ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ابتداء نبوت میں آپ نے جبریلؑ سے یہ درخواست کی تھی کہ مجھے اپنی اصلی صورت بھی دکھاؤ۔ چنانچہ آپ ان کو غار حراء کے پاس ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے اور جسم اور پروں نے آسمان کے دونوں کنارے چھپا رکھے تھے اسی طرح شب معراج میں بھی آپ نے حضرت جبریلؑ کو دوسری مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ چنانچہ سورۂ نجم کی ان آیات میں اس کا تذکرہ موجود ہے:

> ”اور انہوں نے تو (معراج کے وقت) سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جہاں (نیک بندوں کے) رہنے کی جگہ بہشت ہے جبریل کو ایک دفعہ اور بھی (ان کی اصلی صورت پر) دیکھا تھا جب کہ اس بیری کے درخت پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ اس وقت بھی (پیغمبر کی) نظر نہ کسی طرف کو بہکی نہ حد سے بڑھی۔ بے شک انہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی نشانیاں دیکھیں۔“

لیکن اس رویت ثانیہ کی تفصیل کسی حدیث، تفسیر، یا سیرت کی کتاب میں نظر سے نہیں گذری اور یہ بھی معلوم نہیں کہ حضرت روح الامینؑ دوسری مرتبہ کسی مصلحت وضرورت سے اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوئے۔

Marfat.com

نماز پنجگانہ کی فرضیت

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ہم سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچے تو مجھ پر ایک کہر سی چھا گئی، میں سجدہ میں گر پڑا۔ آواز آئی کہ میں نے جس روز آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اسی روز تم پر اور تمہاری امت پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں۔ اب تم اور تمہاری امت ان کو قائم کرو۔" پھر میں ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس پہنچا۔ انہوں نے (اس بارہ میں) مجھ سے کوئی امر دریافت نہ فرمایا وہاں سے میں موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس آیا (نسائی عن یزید بن ابی ملک عن انسؓ) موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا خدا نے آپ کو کیا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا مجھے رات دن میں پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔" موسیٰ نے کہا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر جا کر درخواست کیجئے تا کہ خدائے برتر اس میں تخفیف کر دے۔" میں نے جبریل امین سے کہا آپ اس بارہ میں کیا صلاح دیتے ہو؟ جبریل نے کہا ہاں! آپ جا کر التماس کر سکتے ہیں۔ چنانچہ میں (بارگاہ ایزدی میں درخواست کرنے کے لئے) اسی مقام پر جہاں مناجات کی تھی پہنچا (یعنی جہاں نماز کا حکم ہوا تھا) اور التماس کی الٰہی! پچاس نمازوں میں تخفیف فرما دے کہ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ حق تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں (بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انسؓ) پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے دس نمازوں کی تخفیف کا ذکر کیا، انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں دوبارہ جایئے اور تقلیل رکعات کی درخواست کیجئے۔ خدا نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض کی تھیں۔ وہ اس کو بھی ادا نہ کر سکے تھے۔ (نسائی)

موسیٰ علیہ السلام کا آپ کو بار بار تخفیف کے لئے بھیجنا

غرض موسیٰ علیہ السلام آپ کو بار بار بھیجتے رہے یہاں تک کہ پانچ پانچ کی تخفیف ہوتے ہوتے پانچ نمازیں فرض رہ گئیں موسیٰ علیہ السلام اب کی بار کہنے لگے ای محمدؐ! خدا کی قسم میں نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے اس سے بھی کم محنت کی خواہش کی تھی لیکن انہوں نے کمزوری دکھائی اور اس کو بھی انجام نہ دے سکے۔ آپ کی امت کا جسم، قلب، بصارت اور

Marfat.com

سماعت اور بھی زیادہ ضعیف ہے۔ پھر جایئے تاکہ خدا اس میں بھی تخفیف کر دے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ ان کی رائے معلوم کریں، جبریلؑ نے کہا ہاں! جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اب آپ حضرت روح الامین علیہ السلام کی معیت میں پانچویں دفعہ وہاں تشریف لے گئے اور التماس کی اے میرے پروردگار! میری امت کے جسم، قلب، بصارت، سماعت اور بدن ضعیف ہیں ان لئے ہمارے حق میں تخفیف فرما۔"

پانچ نمازیں ثواب میں پچاس کے برابر

ایک پکارنے والے نے پکارا اے محمدؐ! آپ نے عرض کی لبیک (حاضر ہوں) ارشاد فرمایا میرا قول نہیں بدلتا۔ جس طرح میں ام الکتاب (لوح محفوظ) میں تم پر فرض کر چکا ہوں اسی طرح رہے گا لیکن ہر نیکی کا بدلہ دس نیکیوں کے برابر ہوگا۔ اس لئے یہ نمازیں ام الکتاب میں تو پچاس ہی رہیں گی لیکن تمہارے نزدیک وہی پانچ ہیں۔" حضرت سید موجوداتؐ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس مراجعت فرما ہوئے۔ وہ پوچھنے لگے آپ کیا کچھ کر آئے؟ فرمایا خدائے رؤف نے تخفیف فرمادی ہے لیکن اس کی یہ صورت ہے کہ ہم کو ہر نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا ثواب عنایت فرمایا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کی اصلاح میں تکلیف اٹھا چکا ہوں۔ آپ کی امت ہر روز پانچ نمازیں نہیں ادا کر سکے گی آپ پھر جایئے اور اپنی امت کے لئے کمی کی درخواست کیجئے۔" آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار سے بار بار درخواست کی یہاں تک کہ مجھے شرم آئی۔ اب تو میں راضی ہوں اور اسی کو قبول کرتا ہوں"۔

(بخاری عن شریک بن عبداللہ عن انسؓ)

دوسری روایت میں آپ نے فرمایا ہے کہ جب باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پانچ نمازیں پچاس کے برابر ہیں۔ تم اور تمہاری امت ان نمازوں کو قائم کرو تو میں نے جان لیا کہ یہ خدائے برتر کی طرف سے قطعی حکم ہے اس لئے میں موسیٰ (علیہ السلام) کے کہنے پر مزید تخفیف کی درخواست کرنے کے لئے نہ گیا۔ (نسائی عن یزید بن ابی ملک عن انسؓ)

Marfat.com

حضرت خلیل علیہ السلام نے طلب تخفیف کا کیوں مشورہ نہ دیا؟

ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں میں طلب تخفیف کا مشورہ دیا، اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آپ کو کوئی صلاح نہ دی حالانکہ حضرت خلیلؑ ابوت اور اتباع فی الملۃ کے مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبۃً بہت زیادہ اختصاص رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ خلت رضا و تسلیم کا مقام ہے۔ اس مقام پر جنبش لب خلت کے منافی ہے اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کلیم تھے۔ اور ان کا مقام ادلال و انباط کا مقام تھا، وہ لب کشائی اور اظہار رائے پر مبادرت کر سکتے تھے۔ (المعراج الکبیر)

رسول اللہ ﷺ کا خدا سے ہم کلام ہونا

صحیح بخاری میں معراج کی سب سے پہلی جو حدیث ہے وہ قتادہ عن انس بن مالک عن مالک بن صعصعہ کی روایت سے مروی ہے فرضیت نماز کے تذکرہ میں مروی ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں بارگاہِ رب العزت میں تخفیف کی درخواست کرتا رہا یہاں تک مجھے شرم محسوس ہونے لگی لیکن اب میں حکم ربی پر رضا مند ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔" پھر جب میں وہاں سے چلا تو ایک منادی نے ندا کی کہ میں نے اپنا فرض نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے۔"

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد کہ مجھے ایک پکارنے والے نے آواز دی، اس دعویٰ کی قطعی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ شب معراج اپنے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ ہم کلام ہوا۔ (فتح الباری)

دو مزید عطیے

اس موقع پر حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو دو مزید نوازشوں سے بھی سرفراز کیا گیا۔ ایک سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں، دوسرے ان مسلمانوں کی بخشش جو اللہ وحدہٗ لاشریک

Marfat.com

کی ذات، صفات یا عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج تین چیزیں عطا ہوئیں۔ نماز پنجگانہ یا سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں اور آپ کی امت میں سے ان لوگوں کے کبیرہ گناہوں کی بخششیں جو خدائے تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔ (مسلم، ترمذی، نسائی)

لیکن جائے افسوس ہے کہ نفی کے سینکڑوں ہزاروں دلائل کی موجودگی میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد شرک جلی میں گرفتار ہے۔ ان لوگوں نے حضور ہادیٔ انام صلی اللہ علیہ وسلم کو صفات خداوندی میں خدائے واحد کا شریک بنا رکھا ہے اور برملا کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر، سمیع و بصیر ہیں اور نہ صرف سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بلکہ ان کے زعم میں اللہ کا ہر ولی غیب دان، سمیع و بصیر اور حاجت روائے خلق ہے۔ دُعا ہے کہ خدائے موفق ان لوگوں کو راہِ حق پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔

جنت کی سیر

جنت جو مادی چیز ہے، عالم آخرت میں مومن متقیوں کا دارالجزاء ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو عالم اوّل کے فنا ہونے کے بعد اس عالم کے نیکوکار اور قابل مغفرت لوگوں کا مسکن بنے گا۔ جنت وسعت میں تمام آسمانوں اور زمینوں کی محیط ہے۔ اس کی جسمانیت اتنی لطیف ہے کہ اس کو ظاہری نگاہ نہیں دیکھ سکتی البتہ کشفی نظر سے دکھائی دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سدرۃ المنتہیٰ دیکھنے کے بعد میں جنت میں داخل کیا گیا۔ میں نے دیکھا وہاں (جو محل ہیں) ان کے گنبد مروارید کے ہیں اور اس جگہ کی مٹی کستوری کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

حسب بیان ابن دحیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر جنت آپ کے حق میں کرامت عظیمہ تھی، کیونکہ آپ اپنی امت کو جنت کی خریداری کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اللّٰہ اشتریٰ من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم

Marfat.com

الجنۃ۔

"اللہ تعالیٰ نے جنت کے بدلے مومنوں کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں"

پس رب ودود نے چاہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام کا معائنہ کرادے۔ جس کے حصول کی آپ اپنی امت کو ترغیب دیا کرتے تھے تا کہ جنت کا وصف مشاہدہ پر مبنی ہو آپ کو جنت دکھلانے کا یہ مقصد بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے عینی مشاہدات کے مقابلہ میں آپ پر دنیا کی خست و بے حقیقی بخوبی منکشف ہو جائے۔ (المعراج الکبیر)

دوزخ کا سامنے کیا جانا

حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی سیر و سیاحت کے بعد دوزخ کو میرے سامنے کیا گیا۔ اس میں اللہ کا غضب اور عذاب ہے۔ اگر اس میں پتھر اور لوہا بھی ڈال دیا جائے تو ان کو بھی کھالے۔ جب میں دوزخ کو دیکھ چکا تو اس کو بند کر دیا گیا۔

(بیہقی عن ابی سعید)

الفاظ حدیث سے مترشح ہوتا ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہے اور دوزخ اپنی جگہ پر۔ درمیان سے حجاب اٹھا کر آپ کو دکھلا دیا گیا۔

حسب زعم ابن دحیہ دوزخ آپ کو اس لئے دکھلایا گیا جب فردائے قیامت کو دوسرے تمام انبیاء نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے تو ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی پکاریں گے۔ اس تفاوت کا باعث یہ ہوگا کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام نے دوزخ کو پہلے نہیں دیکھا ہوگا اس کی اچانک نمود پر حواس باختہ ہو کر نفسی نفسی پکارنے لگیں گے۔ (المعراج الکبیر)

حق تعالیٰ فرمائے گا اے جبریل! میرے سامنے دوزخ کو لاؤ۔ جبریل اس کو لینے جائیں گے اور ستر ہزار مہاروں سے کھینچتے ہوئے لائیں گے۔ یہاں تک کہ جب مخلوق سے سو برس کی راہ پر ہوگا تو ایک سانس لے گا جس سے مخلوق کے دل اُڑ جائیں گے۔ پھر دوسرا سانس لے گا۔ جس سے تمام مقرب فرشتے اور نبی مُرسل گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔

Marfat.com

پھر تیسرا سانس لے گا جس سے عقلیں زائل ہو جائیں گی۔ ابراہیم خلیل اللہ گھبرا کر کہیں گے اے خداوند! بذریعہ اپنی خلت کے آج اپنے سوا کسی کی نسبت سوال نہیں کرتا، اور موسیٰ علیہ السلام کہیں گے بوسیلہ اپنے کلام کے آج اپنے سوا کچھ سوال نہیں کرتا، عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے خدایا! ببرکت اس کے کہ تو نے میرا اکرام فرمایا ہے آج اپنی جان کے سوا کسی کے لئے کچھ نہیں مانگتا حتیٰ کہ مریم جن سے میں پیدا ہوا ہوں ان کی نسبت بھی سوال نہیں کرتا۔
(تلبیسِ ابلیس مصنفہ امام ابن جوزیؒ)

الغرض دوسرے انبیاء علیہم السلام نے قیامت سے پہلے جہنم اور اس کی ہولناکیوں کا مشاہدہ نہ کیا ہوگا، اس لئے وقفِ اضطراب ہو جائیں گے اور اس حواس باختل اور پریشانی میں انہیں اپنی امتوں کے لئے کچھ عرض معروض کرنے کی طرف سے ذہول ہو جائے گا، لیکن چونکہ جہنم اور اس کی ہولناکیوں کا حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے پورا پورا احساس ہوگا، آپ پر کسی اضطراب اور بدحواسی کا اثر نہ ہوگا اور آپ پوری دل جمعی کے ساتھ بارگاہِ رب العزت میں اپنی امت کیلئے شفاعت خواہ ہوں گے۔
(المعراج الکبیر)

خازنِ جہنم کا تبسم سے اجتناب

دوزخ کی زہرہ گدازی کا یہ عالم ہے کہ دوزخ کے داروغہ مالک کو مذاق و دل لگی تو کجا تبسم تک کی کبھی نوبت نہیں آئی جو فرحتِ قلب اور حظِ نفس کی علامت ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امینؑ سے فرمایا کہ کیا وجہ ہے کہ میں شب معراج اہل سماء میں سے جس کسی کے پاس گیا اس نے مجھے مرحبا کہا اور ہنسا سوائے ایک متنفس کے کہ جب میں نے اس کو سلام کیا تو اس نے جواب تو دیا لیکن نہ مرحبا کہا اور نہ ہنسا۔ جبریلؑ نے کہا محمدؐ! یہ جہنم کے خازن مالک ہیں۔ جب سے پیدا ہوئے کبھی نہیں ہنسے۔ اگر وہ کسی اور کو دیکھ کر ہنسے ہوتے تو آپ کی ملاقات کے وقت بھی ضرور ہنستے اور اظہار فرحت کرتے۔ (فتح الباری)

Marfat.com

مقادیر کی کتابت

حضرت مفخر موجودات علیہ التحیۃ والسلام فرماتے ہیں کہ (لقاء) ابراہیم علیہ السلام کے بعد مجھ کو پھر عروج کرایا گیا یہاں تک کہ میں ایک ہموار میدان میں پہنچا۔ جہاں قلموں کی آواز (جو لکھنے کے وقت پیدا ہوتی ہے) سنی۔

(بخاری عن ابن شہاب عن ابن حزم عن ابن عباس وابی حبۃ الانصاریؓ)

مولانا اشرف علیؒ لکھتے ہیں، ''معلوم ہوتا ہے کہ یہ روزمرہ کے جزئی احکام تھے جو احکام تکوینی کے متعلق لوح محفوظ سے نقل کئے جاتے ہیں۔'' اور قاضی عیاض مالکیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ نگارش مالک الملک عزاسمہٗ کے فیصلے اور اس کی وحی ہے جو لوح محفوظ سے نقل کی جاتی ہے یا جو کچھ رب العزت اپنی مخلوق میں کسی تدبیر کا ارادہ کرے، اس کو قلمبند کیا جاتا ہے۔ یہ حدیث مسلک اہل سنت کی مؤید ہے جن کا ایمان ہے کہ وحی اور مقادیر قلموں سے لکھے جاتے ہیں۔ اس باب میں کتاب عزیز کی آیات اور احادیث صحیحہ میں جو کچھ مندرج ہے ظاہر پر محمول ہے لیکن اس کی کیفیت، صورت، اور جنس کو حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ہاں اگر خدائے عزیز ملائکہ ورسل میں سے کسی کو کسی بات پر مطلع فرمادے تو اسے بھی اتنی مقدار کا علم ہوسکتا ہے۔ کوتاہ نظر اور ضعیف الایمان لوگوں کے سوا نہ تو کوئی اس کی تاویل کرتا ہے اور نہ اسے محال سمجھتا ہے۔ کیونکہ جس امر کے متعلق شریعت وارد ہوئی ہو اور دلیل معقول اس کی شہادت دے رہی ہو، وہ محال نہیں ہوسکتا۔ (المعراج الکبیر)

اور شیخ عبدالحق دہلویؒ رقم فرما ہیں کہ ملائکہ ان قلموں سے اقدار الٰہی کی کتابت کرتے ہیں۔ اگرچہ قضا اور تقدیر الٰہی قدیم ہے لیکن مقاویر کی کتابت حادث (یعنی نو پید) ہے، اور کتابت لوح محفوظ کہ جہاں کائنات ثبت ہے اس وقت سے موجود ہے جب کہ ہنوز زمین اور آسمان بھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ حدیث کے الفاظ '' جف القلم بما ھو کائن '' میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (مدارج)

منتہائے عروج

علامہ نجم الدین غیطی ''المعراج الکبیر'' میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

امام رضی الدین قزوینی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک نے عرش معلّٰی کو پامال کیا تھا اور کیا "رب السموات والارض" نے اپنے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ میرے حبیب! عرشِ عظیم کو اپنے نعل مبارک سے مشرف فرما؟ امام رضی الدینؒ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نعلِ مبارک کا عرشِ الٰہی کو پامال کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں بلکہ آپ کا عرش کی بلندی تک پہنچنے کا بھی کسی خبر صحیح یا حسن سے ثبوت نہیں ملتا۔ یہ محض بے اصل قصہ ہے۔ احادیث میں یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچا ہے کہ آپ کا انتہائی عروج سدرۃ المنتہٰی تک تھا۔ اس سے آگے پہنچنا صحیح طور پر ثابت نہیں البتہ ضعیف اور منکر روایتوں میں مذکور ہے۔ لیکن وہ روایتیں کسی طرح قابل اعتماد اور درخور اعتناء نہیں۔"

(المعراج الکبیر مطبوعہ مصر صفحہ: ۹۰)

کیا خیر البشرؐ نے باری تعالیٰ کو دیکھا؟

صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ سے اس مسئلہ میں اختلاف چلا آتا ہے کہ حضور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج باری تعالیٰ عز اسمہٗ کو برأی العین دیکھا تھا یا نہیں؟ یہاں جانبین کے دلائل حوالۂ قرطاس کئے جاتے ہیں:

قائلینِ رؤیت کے دلائل

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا (ترمذی) اور امام احمدؒ نے بسند صحیح حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رأیت ربی عزوجل" (میں نے اپنے پروردگار عزوجل کو دیکھا) ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ حضور خیر المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا، ایک مرتبہ بصر سے اور دوسری مرتبہ قلب سے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط قال ابن حجر واسنادہٗ قوی)

اور عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خلت حضرت ابراہیم

Marfat.com

خلیل اللہؑ کو، کلام موسیٰ کو اور رویت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی، اور عبدالرزاق نے بواسطہ معمر روایت کی کہ امام حسن بصریؒ اس پر قسم کھاتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دیکھا۔ شیخ ابوالحسن اشعریؒ اوران کے پیرو بھی اسی کے قائل ہیں۔ کعب احبار اور زہری اور معمر نے بھی اسی پر جزم کیا ہے۔ اسی طرح امام احمدؒ سے بھی اثبات رویت منقول ہے۔ امام احمدؒ سے کسی نے سوال کیا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا قول ام المومنین کا جواب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے '' رایت ربی " (میں نے اپنے رب کو دیکھا)

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے شریک بن عبداللہ نے معراج کی جو روایت کی ہے اس کے اخیر میں ہے:۔

حتیٰ جاء سدرة المنتهیٰ ودنا الجبار رب العزة فتدلیٰ حتیٰ کان منه قاب قوسین او ادنیٰ. (بخاری کتاب التوحید)

"آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے تو صاحب عزت جبار اتر کر یہاں تک قریب ہوا کہ اس کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔

لیکن حضرات محدثین نے شریک کی اس روایت کے اتنے ٹکڑے پر سخت اعتراضات کئے ہیں۔ امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے باب المعراج میں شریک کی یہ سند اور متن کا کچھ حصہ درج کر کے اس کو ناتمام چھوڑ دیا ہے۔ اس کے بعد مسلمؒ نے ان پر یہ اعتراض کیا ہے کہ شریک نے اس روایت میں واقعات کو مقدم و مؤخر کر دیا ہے، اور گھٹا بڑھا دیا ہے۔

اسی طرح امام خطابی لکھتے ہیں:۔

لیس فی هذا الکتاب یعنی صحیح البخاری حدیث اشنع ظاهرًا ولا اشنع مذاقًا من هذا الفصل فانه یقضی تحدید المسافة بین احد المذکورین وبین الاخر وتمییز

Marfat.com

مكان كل واحد منها هذا الىٰ ما فى التدلى من التشبيه والتمثيل له بالشىءِ الذى تعلق من فوق الىٰ اسفل.

"صحیح بخاری میں باعتبار ظاہر بھی اور ذوق سلیم پر شاق گذرنے کے لحاظ سے بھی کوئی حدیث فاصلے کی اس روایت سے زیادہ بیہودہ نہ مل سکے گی کیونکہ یہ خدائے عزیز اور صاحب المعراج صلی اللہ علیہ وسلم میں فاصلے کی حد بندی کرتی ہے اور اس سے ہر ایک کے لئے مکان ممیز ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت کے بموجب اتر کر قریب ہونے میں اس چیز سے مشابہت اور تمثیل لازم آتی ہے جو اوپر سے نیچے کی طرف لٹکی ہو۔"

اور علامہ عبدالحق کتاب "الجمع بین الصحیحین" میں رقمطراز ہیں:

زاد فيه يعنى شريكا زيادة مجهولة واتىٰ فيه بالفاظ غير معروفة وقد روى الاسراء جماعة من الحفاظ فلم ياتِ احد منهم بما اتىٰ به شريك وشريك ليس بالحافظ

"اور غیر معروف الفاظ بیان کئے ہیں حالانکہ حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے بھی معراج کے واقعات روایت کئے ہیں لیکن شریک کے بیان کردہ الفاظ کسی نے نقل نہیں کئے۔ اصل یہ ہے کہ شریک حافظ حدیث نہیں تھے۔

اور علامہ ابن حزمؒ نے شریک کی اس روایت کی نسبت لکھا ہے۔

لم نجد للبخارى و مسلم فى كتابيهما شيئًا لا يحتمل مخرجًا الا حديثين ثم غلبه فى تخريجه الوهم مع اتقانهما وصحة معرفتهما وفى هذا الحديث الفاظ مجمة.

(فتح الباری جلد ۱۳ کتاب الوحید ص ۳۷۳)

"ہم نے دو حدیثوں کے سوا بخاری اور مسلم کی کسی کتاب میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جس کی تاویل نہ ہو سکتی ہو بخاری پر اس حدیث کی تخریج میں

Marfat.com

وہم غالب آگیا حالانکہ وہ دونوں قوی الحفظ ہونے کی وجہ سے اس حدیث کی صحت کو بخوبی پرکھ سکتے تھے۔ یہ حدیث مہمل الفاظ پر مشتمل ہے۔

قرب مکانی یا زمانی مراد نہیں

لیکن اگر حدیث کے اس حصے کو بھی صحیح باور کرلیا جائے تو قاضی عیاضؒ کی تصریح کے بموجب اس سے کوئی اعتقادی خرابی لازم نہیں آتی۔ چنانچہ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف یا حق سبحانہٗ کی طرف سے قرب و اتصال کی اضافت میں نہ تو قرب مکانی مراد ہے اور نہ قرب زمانی ہی ہوسکتا ہے۔ یہ قرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کی عظیم منزلت اور شرف رتبہ کو ظاہر کرتا ہے، اور اگر رب العزت کی طرف نسبت کریں تو اس سے منجانب اللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تانیس و اکرام...... ہے۔ اس قرب اور نزدیکی کا وہی مطلب و مفہوم سمجھنا چاہئے جو اس حدیثِ قدسی میں قرب سے مراد ہے۔

"جس شخص نے میری طرف ایک بالشت قرب چاہا، میں اس کے ایک گز قریب ہو جاتا ہوں اور جو مجھ سے ایک گز نزدیکی ڈھونڈے میں اس سے ایک باع (یعنی دونوں ہاتھوں کے پھیلانے کی مقدار) نزدیک ہو جاتا ہوں۔ اور جو شخص میری طرف چل کر آتا ہے، میں اس کے پاس دوڑ کر پہنچتا ہوں۔ (رواہ مسلم)

اُم المومنین صدیقہ طاہرہ کا انکار رؤیت

اب نفی رؤیت کے دلائل سنئے! بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ مسروق تابعیؒ نے ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ مادر من! کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا تھا؟ بولیں یہ سن کر تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں تین باتیں ایسی ہیں اگر کسی نے ان میں سے ایک بھی کہی تو اس نے خدا پر بہتان باندھا، میں نے پوچھا وہ تین باتیں کیا ہیں؟ فرمایا جو تم سے یہ بیان کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ کہا۔ اس کے بعد فرمایا کہ آنحضرت صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم نے خدا کو نہیں دیکھا البتہ حضرت جبریلؑ کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا تھا۔ مسروق عرض پیرا ہوئے ام المومنین! خدا نے تو خود فرمایا ہے" ولقد راٰہ نزلۃ اُخریٰ۔" بولیں سب سے پہلے خود میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جبریل تھے۔ میں نے دو دفعہ کے سوا ان کو اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے اور امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ صحابہؓ میں سے کوئی بزرگ حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کی اس تفسیر کا مخالف نہیں۔ ان دونوں کو رؤیت بصری سے سخت انکار تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بھی یہی مسلک تھا۔ حضرت ابوذرؓ غفاری رضی اللہ عنہ کے متعلق لوگ مختلف البیان ہیں۔ لیکن صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا تھا" نور انّٰی اراہ " وہ تو نور ہے میں اس کو کہاں دیکھ سکتا ہوں اور مسلم کی دوسری روایت میں آپ نے فرمایا کہ میں نے صرف ایک نور دیکھا۔ اسی سے ظاہر ہو گیا کہ نور سے ابوذر کی کیا مراد تھی لیکن رؤیت میں اور آنکھوں میں نور حائل ہو گیا۔

(فتح الباری ج ۸ صفحہ ۴۲۹ : ۴۳۰)

دل کی آنکھوں سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ

پھر قائلین رؤیت میں بھی اس بارہ میں اختلاف ہے کہ صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم نے رب جلیل کو آنکھوں سے دیکھا یا دل سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ کیا۔ رؤیت قلبی کے متعلق بھی روایتیں موجود ہیں۔ چنانچہ ابن خزیمہ نے روایت کی کہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا تھا۔

(فتح الباری جلد ۸ ص ۴۲۹)

علامہ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ سے بھی مطلق اور مقید دونوں

Marfat.com

طرح کے قول مروی ہیں۔ پس واجب ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے۔ مسلم نے بطریق ابی العالیہؒ روایت کی کہ ابن عباسؓ نے "ما کذب الفؤاد ما رای" اور "ولقد راه نزلة اخری" کی تفسیر میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور مسلم نے بطریق عطاء روایت کی کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ نے اپنے رب ودود کو دل سے دیکھا اور اس سے بھی بہت زیادہ صریح وہ ہے جو ابن مردویہ نے عطاء ہی کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو آنکھ سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا۔" پس ابن عباسؓ کے اثبات اور حضرت عائشہ کی نفی میں جمع اس طرح ہو سکتی ہے کہ نفی کو رؤیت بصری پر اور اثبات کو رؤیت قلبی پر محمول کیا جائے اور کہا جائے کہ آپ نے رب العالمین کو دل کی آنکھ سے دیکھا تھا۔

اس کے بعد عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ رؤیت قلبی سے مراد یہ ہے کہ جو بینائی آپ کو حاصل ہوئی وہ اس طرح قلب میں پیدا کر دی گئی جس طرح دوسروں کے لئے آنکھ پیدا کی گئی ہے اور عقل کے رو سے رویت کے لئے کوئی شے اور جگہ مخصوص نہیں اگرچہ عادت یہی جاری ہے کہ بینائی آنکھ میں پیدا کی گئی ہے۔ (فتح الباری مطبوعہ مصر، جلد ۸ ص ۴۲۹، ۴۳۰)

درمیانی راستہ

شیخ عبدالحق دہلویؒ لکھتے ہیں کہ سلف کی ایک جماعت نے توقف کی راہ اختیار کی ہے۔ ان کا قول ہے کہ ہم اثبات یا نفی میں سے کسی طرف بھی جزم نہیں کرتے۔ قرطبی نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ دلیل قاطع کسی جانب نہیں۔ قائلین رؤیت وعدم رؤیت نے جن روایتوں سے استدلال کیا ہے، وہ باہم متعارض ہیں، اس لئے کسی پر وثوق نہیں کیا جا سکتا اس سے قطع نظر یہ مسئلہ عملیات میں سے نہیں کہ اس میں ادلۂ ظنیہ پر اکتفا کیا جائے بلکہ معتقدات میں سے ہے جن میں قطعیات کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

لیکن راقم الحروف (مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ) کے نزدیک سب سے احوط طریق اور معتدل راستہ بَین بَین کا ہے یعنی رؤیت قلبی کا اعتقاد رکھنا۔ اس سے تمام روایتوں

Marfat.com

میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے اور نزاعات مٹ جاتے ہیں۔ داخلہ جنت سے پہلے کسی انسانی آنکھ کو اس کی صلاحیت نہیں بخشی گئی۔ کہ رب العالمین عزاسمہ کو برأی العین دیکھ سکے۔ اسی بنا پر موسیٰ علیہ السلام کی طلب دیدار پر منجانب اللہ جواب ملا تھا "لن ترانی" (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) چونکہ خدائے حکیم کو دارِ دنیا میں اس کلی اصول کا توڑنا منظور نہ تھا اور حضرت سلطان الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و محبوبیت بھی اس کی مقتضی تھی کہ آپ نوازشِ خاص سے سرفراز فرمائے جائیں۔ اس لئے خدائے ودود نے شب معراج اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو یہ صلاحیت بخش دی کہ اپنے خالق کردگار کا اسی طرح دیدار کرے جس طرح اہل جنت ان دو آنکھوں سے ذاتِ باری کو عیاناً دیکھیں گے۔ اسی صلاحیت پذیری کے لئے عروج سماوی سے پہلے آپ کے دل مبارک کو سونے کے ظرف میں آب زمزم سے دھونے کا تکلف و اہتمام کیا گیا تھا تاکہ قلب شریف میں عالم ملکوت اور ذاتِ باری تعالیٰ کے مشاہدہ کی کامل استعداد پیدا ہو جائے۔

معراج میں دیدارِ باری تعالیٰ

دنیا میں خدا کو دیکھنا محالِ عادی و شرعی ہے۔ محالِ عقلی تو نہیں کیونکہ محال عقلی کا وجود کسی جگہ نہیں ہوتا اور حق تعالیٰ کا دیدار آخرت میں ہوگا جیسا کہ نصوص سے ثابت ہے اور دنیا میں بھی وجہِ استحالہ رویت ادھر سے نہیں بلکہ ہماری طرف سے ہے، ہم اس کے متحمل نہیں۔ ورنہ حق تعالیٰ میں خفاء نہیں وہ تو یہاں بھی ظاہر ہیں، اس پر شاید کسی کو شبہ ہو کہ حق تعالیٰ کی صفت باطن بھی تو ہے، چنانچہ نص میں ہے:(ھو الظاھر والباطن) پھر تمہارا یہ کہنا کیونکر صحیح ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء نہیں۔ صفت باطن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ میں خفاء ہے اس کا جواب محققین نے یہ دیا ہے کہ حق تعالیٰ جو باطن ہیں اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان میں خفاء ہے بلکہ غایت ظہور سے بطون (چھپا ہوا ہونا) ہو گیا، رہا یہ کہ غایت ظہور سے بطون کیسے ہو گیا؟ اس سے تو ظہور ہونا چاہئے تھا، تو بات یہ ہے کہ ہمارے ادراک کے لیے غیبت و خفاء کی بھی ضرورت ہے۔ اگر کسی چیز میں غیبت بالکل نہ ہو اس کا ادراک نہیں ہو

Marfat.com

سکتا۔ کیونکہ ادراک التفات سے ہوتا ہے اور التفات غیب کی وجہ سے ہوتا ہے جو چیز من کل وجہ حاضر ہو۔ اس کی طرف التفات (توجہ) نہیں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی روح حالانکہ بہت ظاہر ہے اور انسان سے جتنا قرب روح کو ہے کسی چیز کو بھی نہیں، پھر بھی روح کا ادراک نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ رگ رگ میں سرایت کی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی درجہ غیبت کا نہیں۔ اس لئے اس کی طرف التفات نہیں ہوتا اور جب التفات نہیں تو ادراک کیسے ہو؟ اسی طرح بلاتشبیہ کیونکہ یہ تشبیہ بھی ناقص ہے حق تعالیٰ میں چونکہ کوئی درجہ غیبت وخفاء کا نہیں۔ اس لیے وہ بوجہ غیبت ظہور کے باطن ہیں، ہم کو دھوپ کا ادراک اس لئے ہے کہ وہ کبھی غائب بھی ہو جاتی ہے، اگر غائب نہ ہوتی تو آپ اس کو دیکھتے تو سہی مگر ادراک نہ ہوتا۔ دھوپ کا ادراک ظلمت ہی کی وجہ سے ہے اور ظلمت خفا ضوء ہی کا نام ہے۔ نیز اگر غیبت نہ ہوتو پھر روشنی سے لذت بھی نہ آتی۔ دن میں جو لذت ہے وہ اسی لیے ہے کہ رات میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم
گر نیست فلسے نہ دہد لذتِ حضور

دیدارِ الٰہی

غرض چونکہ حق تعالیٰ ہر وقت ظاہر ہیں۔ اسی لیے خفا ہو گیا کیونکہ ہمارا ادراک ایسا ضعیف ہے جو غائب من وجہ کے ساتھ ہی متعلق ہو سکتا ہے ظاہر من کل وجہ کے ساتھ متعلق نہیں ہو سکتا۔ ہاں آخرت میں یہ ادراک قوی ہو جائے گا تو ظاہر من کل وجہ کے ساتھ بھی متعلق ہوگا۔ وہاں روح کا انکشاف ہوگا اور حق تعالیٰ کا بھی دیدار ہوگا اور معلوم ہو جائے گا کہ حق تعالیٰ تو بے حجاب تھے حجاب ہماری طرف سے تھا، ہماری آنکھوں میں اس وقت اس کے دیکھنے کی قوت نہیں جیسے خفاش میں آفتاب کے دیکھنے کی قوت نہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

شد ہفت پردہ بر چشم ایں ہفت پردۂ چشم
بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

Marfat.com

یعنی آنکھ کے سات پردے ہی دیدار سے مانع ہو گئے تو یہ آنکھ خود ہی مانع ہو رہی ہے ادھر سے مانع کوئی نہیں۔ اگر آفتاب چمک رہا ہے اور تم آنکھ پر ہاتھ دھرلو تو مانع تمہاری طرف سے ہوگا آفتاب کو مخفی نہ کہا جاوے گا اور وہ جو حدیث میں آخرت میں حجاب کا ذکر آتا ہے (لا یبقی علیٰ وجهه الارداء الكبرياء) یعنی اس کے چہرہ پر کبریائی کی چادر کے سوا کوئی اور چیز باقی نہیں رہتی، وہ حجاب ادراکِ کنہ سے مانع ہے، دیدار سے مانع نہیں۔ آخرت میں ہماری آنکھوں کی قوت بڑھ جائے گی تو خدا تعالیٰ کو دیکھیں گے تو مگر کنہ کا ادراک نہ ہوگا اور رؤیت کے لئے ادراکِ کنہ لازم نہیں۔ ہم یہاں بھی بہت چیزوں کو دیکھتے ہیں مگر کنہ کا ادراک نہیں ہوتا۔ بہر حال دنیا میں رؤیت الٰہی محال عادی ہے، چنانچہ حدیث مسلم ہے "انكم لم تروا ربّكم حتى تموتوا" (تم اپنے رب کو نہیں دیکھ سکو گے یہاں تک کہ تم کو موت آ جائے) اور نص میں موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار کے جواب میں ارشاد ہے "لن ترانی" (تو ہرگز مجھے نہ دیکھ سکے گا) یہ جواب قابلِ دید ہے، حق تعالیٰ نے لن ترانی فرمایا ہے لن اریٰ نہیں فرمایا۔ بتلا دیا کہ میں تو اب بھی قابل ہوں کہ دیکھا جاؤں۔ میری طرف سے کوئی حجاب نہیں مگر تم میں قوتِ دیدار نہیں تم مجھے اس وقت تک نہیں دیکھ سکتے۔ محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ دنیا میں رؤیت محال عادی ہے ہاں تجلی ہوئی تھی اور حق تعالیٰ نے حجابات اٹھا دیے تھے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھنے سے پہلے ہی بے ہوش ہو گئے۔

آنحضرت ﷺ کو دیدارِ الٰہی معراج میں ہوئی ہے

البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت اختلاف ہے کہ معراج میں آپ نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں۔ جس میں اکثر علماء اور صوفیہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول یہی ہے کہ آپ نے دیکھا ہے، مگر اسی کے ساتھ محققین کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ آیاتِ سورۂ نجم کی تفسیر اس حدیث سے صحیح نہیں ہے کیونکہ (علّمهٗ شديد القوى ذو مرّة) یقیناً حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، ان صفات کا

Marfat.com

عنوان بیان اس کو مقتضی ہے کیونکہ حق تعالیٰ پر شدید القویٰ کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ایک مقدمہ تو یہ ہوا، اب آگے چلئے: "فاستویٰ وھو بالافقِ الاعلیٰ" کا مرجع جبرئیل علیہ السلام ہی ہیں کیونکہ "اِستویٰ بالافق" بھی انہی کی صفت ہو سکتی ہے، اس کے بعد "ثم دنیٰ فتدلّٰی فکان قاب قوسینِ اَو اَدنیٰ" میں سب ضمیریں جبرئیل علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہیں، حق تعالیٰ کی طرف راجع نہیں ورنہ انتشار ضمائر لازم آئے گا۔ یہ رؤیت جبرئیل تو دنیا میں ہوئی تھی، آگے فرماتے ہیں: "ولقد راٰہ نزلۃً اُخریٰ عند سدرۃ المنتھیٰ" یہ دوبارہ رؤیت "سدرۃ المنتہیٰ" پر ہوئی اور گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو بہت دفعہ دیکھا ہے مگر یہاں اصلی صورت میں دیکھنے کا ذکر ہے، وہ دو مرتبہ ہوئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان آیات کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود پوچھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ھو جبرئیل" یعنی یہ رویت جبرئیل علیہ السلام کی تھی۔ باقی جو علماء معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس رویت کے قائل ہیں وہ دوسرے دلائل سے استدلال کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں حق تعالیٰ کو دیکھا ہے اور ان کی سند صحیح ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول تو مسلم میں ہے اور سیوطی نے مستدرک حاکم سے اس باب میں حدیث مرفوع نقل کی ہے بس قرآن میں گو اس رویت کا ذکر نہیں۔ مگر جب یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات کا اثبات کرتے ہیں تو یقیناً انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی وجہ

اب ان علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قاعدہ سے کہ دنیا میں رویت محال عادی ہے مستثنیٰ کہا ہے، کیونکہ دلیل سے آپ کا دیکھنا ثابت ہو چکا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں استحال رویت کی علت رائی کی عدمِ قابلیت تھی ورنہ مرئی میں تو کوئی مانع ہی نہیں، مگر شیخ ابن عربیؒ نے عجب تحقیق لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اس قاعدہ میں استثناء کی ضرورت نہیں

Marfat.com

بلکہ یہ اپنے عموم پر بحالہا باقی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت سے اس پر نقض وارد نہیں ہوتا کیونکہ ہم تو معراج میں رویت کے قائل ہیں۔ اور معراج عرش تک ہوئی ہے سماوات و عرش مکانِ آخرت ہیں۔ وہ دنیا میں داخل نہیں بلکہ اس سے خارج ہیں، تو ممکن ہے کہ اس مکان کی یہ خاصیت ہو کہ جو شخص وہاں پہنچ جاوے خواہ مرنے کے بعد یا مرنے سے پہلے اس میں قوتِ تحملِ (برداشت) رویت پیدا ہو جائے جیسے عیسیٰ علیہ السلام اس وقت آسمان پر موجود ہیں اور وہاں کھانے پینے اور بول و براز (پائخانہ، پیشاب) سے منزہ ہیں، صرف ذکر اللہ سے ان کی حیات ہے کیوں؟ اس لیے کہ وہ اس وقت دنیا میں نہیں ہیں بلکہ مکانِ آخرت میں ہیں اور مکانِ آخرت کی خاصیت مکانِ دنیا سے الگ ہے۔ اگر یہاں کی یہ خاصیات ہے کہ غذا سے فضلات پیدا ہوں تو ممکن ہے کہ وہاں کی یہ خاصیت نہ ہوں۔ اسی طرح یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ اعراض میں وزن نہ ہو اور وہاں کی یہ خاصیت ہے کہ اعراض میں وزن ہو۔ یہاں کی یہ خاصیت ہے کہ ایک دن موت ضرور آتی ہے، وہاں کی یہ خاصیت ہے کہ جو وہاں پہنچ جائے اسے کبھی موت نہ آئے۔

دنیا و آخرت میں فرق

اتنی بات تو مشاہدہ ہے کہ دنیا میں بھی ہر جگہ یکساں خاصیت نہیں۔ بلکہ بعض جگہ کی کچھ خاصیت ہے بعض شہروں کی کچھ خاصیت ہے، بعض ملکوں میں عمریں کم ہوتی ہیں اور بعض ملکوں میں لمبی لمبی ہوتی ہیں، بعض مقامات کے آدمی کمزور ہوتے ہیں اور بعض مقامات کے بہت قوی اور توانا و تندرست ہوتے ہیں، بعض ملکوں میں بیماریوں کی کثرت ہے، آئے دن طاعون و ہیضہ پھیلا رہتا ہے۔ اور بعض ملکوں میں کوئی ان بیماریوں کا نام بھی نہیں جانتا۔ جب ایسا اختلاف خاص دنیا کے مکانات میں بھی مشاہد ہے تو اس میں کیا اشکال ہے کہ مکانِ آخرت کی خاصیت دنیا سے بالکل الگ ہو، ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے کی کیا وجہ ہے، اس تحقیق سے سب معادیات سہل ہو جاویں گی۔ اب نہ وزنِ اعمال میں اشکال ہے نہ رویت خداوندی میں کچھ شبہ ہو سکتا ہے معتزلہ کی عقل ماری گئی جو انہوں نے خواہ مخواہ ان امور کا

Marfat.com

انکار کیا جس کا منشاء بجز قیاس الغائب علی الشاہد کے کچھ نہیں اور قیاس کا فاسد ہونا ظاہر ہے۔

غرض شیخ ابن عربیؒ کی تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ ایک تو زمانِ آخرت ہے اور ایک مکانِ آخرت ہے، زمانِ آخرت تو مرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور مکان آخرت اسی وقت موجود ہے۔

چنانچہ جنت اور دوزخ کے بارے میں جملہ اہل سنت کا قول ہے کہ وہ اس وقت موجود ہیں تو کیا وہ دنیا میں ہیں۔ اگر دنیا میں ہیں تب تو اس شخص کا قول صحیح ہو جاوے گا جو کہتا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کا جغرافیہ پڑھا۔ جنت و دوزخ کا اس میں کہیں پتہ ہی نہیں۔ اس کا جواب اہلِ حق کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ تم نے دنیا کا جغرافیہ پڑھا ہے اور ایک جغرافیہ آخرت کا ہے تم نے وہ نہیں پڑھا۔ وہ تمہارے کورس میں داخل نہیں ہے اس لیے تم کو جنت و دوزخ کا پتہ نہیں چلا۔ اگر آخرت کا جغرافیہ پڑھتے تب ان کا پتہ چلتا۔ بس اہلِ حق جنت و دوزخ کو دنیا میں موجود نہیں مانتے بلکہ ان کو مکانِ آخرت میں موجود مانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مکانِ آخرت اس وقت بھی موجود ہے اور جس طرح زمانِ آخرت میں رویت ممکن ہے اسی طرح مکانِ آخرت میں بھی ممکن ہے۔ گو دیکھنے والا بھی زمان آخرت میں داخل نہ ہوا ہو۔ پس قاعدہ مذکورہ منفق نہیں ہوا۔ جس رویت کو آپ کے لیے ثابت کیا جاتا ہے وہ دنیا میں نہ تھی بلکہ مکانِ آخرت میں تھی۔ اور دنیا میں آپ کے واسطے بھی رویت ممکن نہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کو قوئی بشریہ میں سب سے اکمل ہیں مگر پھر بھی بشر ہیں۔

(تحصیل المرام ص ۵)

سماوی عروج خدائے قدوس کی طرف نہ تھا

عوام الناس میں مشہور ہے کہ شب معراج خدا نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بحیثیت مہمان اپنے پاس بلایا تھا مگر یہ خیال سخت بے ہودہ اور مضحکہ خیز ہے۔ شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں:۔

حق تعالیٰ نے سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لئے عالم ملکوت کی سیر کرائی کہ

Marfat.com

آپ کو ان آیات بینات کا معائنہ کرائے جو عالم بالا ہی کے ساتھ مخصوص تھیں اور وہ عجائبات دکھائے جو خدائے قدیر کی قدرت بے پایاں پر دال ہیں۔ گویا خدائے حکیم اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندہ کو محض ان آیات بینات کے مشاہدہ کی غرض سے سیر کرائی۔ یہ سیر میری طرف نہ تھی کیونکہ میں لامکان ہوں اور کسی مکان میں میری سمائی نہیں اور جس حالت میں کہ ہر جگہ اپنے بندوں کے ساتھ ہوں میرا اپنے بندۂ خاص کو اپنی طرف بلانا کوئی معنی نہ رکھتا تھا۔ (الیواقیت والجواہر)

شیخ عبدالحق کا استعجاب

شیخ عبدالحق دہلوی لکھتے ہیں کہ اخبار و آثار کے اعتبار سے علماء کا کلام یہی ہے جو مذکور ہوا لیکن دل میں یہ خلجان رہ جاتا ہے کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات میں سے بلند ترین مقام اور آپ کے کمالات میں سے اقصیٰ کمال تھا یہاں تک کہ انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو اس شرف میں آپ کی شرکت نصیب نہ ہوئی۔ پس سخت حیرت کی بات ہے کہ آپ کو اس بلند ترین مقام تک رسائی ہو، لیکن آپ دیدار الٰہی سے جو آپ کا سب سے اعلیٰ مطلوب تھا مشرف نہ ہوں۔ (مدارج)

اس کی نسبت گذارش ہے کہ اسراء اور عروج سماوی کے جو مقاصد و اغراض تھے وہ آپ کو سب کے سب علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو گئے یہاں تک کہ آپ دیدار الٰہی سے بھی جو آپ کا سب سے اعلیٰ مطلوب تھا مشرف ہوئے۔ لیکن دیدار خداوندی کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ آپ اس ذات بے چوں کو سر ہی آنکھوں سے دیکھیں بلکہ اس کے بجائے آپ کی چشم دل کو نعمتِ دیدار سے مشرف کیا گیا۔ ٹھیک اس طریق پر جس طرح آپ اپنے خالق یکتا کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر فائز المرام ہوتے۔ حصولِ مقصد کے لحاظ سے ان دو حالتوں میں سرِ مو فرق نہیں۔

مراجعت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے بیت المقدس تک براق پر جانا تو متفق علیہ حدیثوں سے قطعی طور پر ثابت ہے لیکن بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک کے عروج اور سدرۃ المنتہیٰ

Marfat.com

سے مکہ مکرمہ تک کی واپسی کے متعلق مختلف روایتیں ہیں جن میں کوئی بھی ایسی نہیں جس سے آپ کے جانے اور واپس تشریف لانے کی کیفیت پر کامل وثوق ہو سکے ان میں ایک روایت وہ ہے جسے علامہ کمال دمیری نے کتاب ''حیواۃ الحیوان'' میں نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے براق پر آسمانوں کی سیر کی اور براق ہی پر مراجعت فرما ہوئے۔ البتہ حضرت حذیفہؓ کے قول کی سند معلوم نہیں ہوئی۔ لیکن مولانا اشرف علی تھانویؒ رقم فرما ہیں کہ کمال دمیری جیسے محقق کی نقل سیر و تاریخ کے باب میں غالباً کافی ہے۔

گھر والوں سے معراج کا تذکرہ

حضرت علیؓ کی بڑی بہن محترمہ ام ہانی ہند بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فراغت پانے کے بعد محوِ خواب ہو گئے اور ہم بھی سو گئے۔ صبح سے پیشتر آپ نے ہم کو بیدار کیا۔ نماز فجر کے بعد آپ نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے تم لوگوں کے ساتھ نماز عشاء ادا کی جیسا تم نے دیکھا تھا۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا اور مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی اور اب صبح کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی ہے جیسا تم دیکھ رہی ہو۔ (سیرت ابن ہشام)

مجمع قریش میں معراج کا تذکرہ

جب آپ گھر سے باہر جانے لگے تو حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے گذارش کی یا رسول اللہ رات کے سفر کا تذکرہ کسی سے نہ کیجئے گا۔ ورنہ لوگ آپ کی تکذیب کریں گے اور آپ کو ایذا دیں گے'' آپ نے فرمایا اس کا اظہار ضروری ہے۔'' ام ہانیؓ نے ایک لونڈی سے کہا کہ آپ کے پیچھے پیچھے جا اور آ کر مجھے بتلا کہ اس بارہ میں آپ نے لوگوں سے کیا گفتگو فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک مجمع میں جا کر واقعات معراج کا تذکرہ فرمانے لگے۔ لوگوں کو سخت تعجب ہوا، اور کہا محمدؐ! کیا اس دعویٰ کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہو جو ہم کو یقین دلا دے؟ ہم نے ایسی اعجوبہ بات کبھی نہیں سنی تھی۔''

Marfat.com

دو قافلوں کی نشاندہی

آپ نے فرمایا اس کا ثبوت یہ ہے کہ میں ملک شام کو جاتے ہوئے فلاں وادی میں سرِ راہ تمہارے فلاں قبیلہ کے قافلہ پر گذرا تھا۔ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور انہوں نے میرے بتلانے پر اس اونٹ کو پکڑا تھا۔ پھر واپسی پر جب ضجنان کے مقام پر فلاں قبیلہ کے قافلہ پر پہنچا تو میں نے لوگوں کو سوتے پایا۔ وہاں پانی کا ایک چھوٹا سا برتن تھا۔ جو ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے اس کا پانی پی کر اس کو پھر ڈھک دیا۔ اس وقت وہ قافلہ بیضاء سے ثنیۃ النعیم کو آرہا ہے ابھی جا کر دیکھ سکتے ہو۔ سب سے آگے خاکستری رنگ کا ایک اونٹ ہے جس پر دو بورے لدے ہیں۔ ایک سیاہ دوسرا دھاری دار۔ (سیرت ابن ہشام)

بلا اجازت پانی پینے کا اعتراض

قارئین کرام نے اوپر پڑھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قافلہ کے برتن میں سے پانی پی کر اس کو ڈھک دیا، لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پانی جو آپ نے پیا، وہ غیر کی ملک تھا اور اس وقت تک اعدائے دین کے املاک اور خون مباح نہ ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مالک کی اجازت کے بغیر از خود پانی کیوں پیا؟

امام سہیلی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جاہلی عرب میں مسافروں کو عام اجازت تھی کہ وہ دورانِ سفر میں جہاں کہیں ریوڑ پائیں، حسب ضرورت دودھ لے لیں ریوڑوں کے مالک اپنے چرواہوں کو تاکید کرتے رہتے تھے کہ مسافروں کو دودھ مہیا کرنے میں کامل فیاضی اور سیر چشمی سے کام لیں۔ پس جس صورت میں کہ ابن السبیل کو دودھ لینے کی عام اجازت تھی، پانی تو ان کے لئے بدرجۂ اولیٰ مباح تھا، جس کے لئے کسی اجازت کی ضرورت نہ تھی۔

آپ ﷺ کے بیان کی تصدیق

جب آپ نے اتنی تفصیل بیان کی تو چند لوگ اس کا امتحان کرنے کے لئے شام

Marfat.com

کے راستہ کی طرف اٹھ دوڑے۔ وہی قافلہ آتا دکھائی دیا۔ آپ کے ارشاد کے بموجب سب سے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ تھا۔ جس پر دو بورے لدے ہوئے تھے۔ ایک بورا سیاہ تھا اور دوسرا دھاری دار پھر انہوں نے پانی کے برتن کی نسبت دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم نے پانی بھر کر ڈھانک دیا تھا، سوڈھکا ہوا برتن تو ملا مگر پانی نہیں تھا، اور اس قافلہ کے لوگوں سے بھی دریافت کیا گیا جن کا اونٹ بھاگ جانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تذکرہ فرمایا تھا وہ مکہ میں آچکے تھے۔ انہوں نے کہا واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس وادی میں ہمارا اونٹ بھاگ گیا تھا۔ ہم نے کسی شخص کی آواز سنی جو ہم کو اونٹ کی طرف پکار رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پکڑ لیا۔ (سیرت ابن ہشام)

صدیق کے خطاب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سرفرازی

جب مکہ معظمہ میں واقعہ معراج کا چرچا ہوا تو قریش کو از سر نو مذاق ودل لگی کا ایک مشغلہ ہاتھ آ گیا۔ بالخصوص ابوجہل کی حالت اس روز ناگفتہ بہ تھی۔ دوسرے بت پرستوں نے تو واقعۂ کو محض سامانِ خندہ زنی بنایا تھا۔ لیکن ابوجہل کے کلیجے پر غصے اور حسد کے مارے سانپ لوٹ رہے تھے۔ بعض بت پرست حضرت عبداللہ بن عثمان معروف بہ ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا کیوں صاحب! اپنے دوست کی بھی کچھ خبر ہے کہ اب انہوں نے کیا شگوفہ چھوڑا ہے؟ پوچھا انہوں نے کیا کہا ہے؟ بولے کہہ رہے ہیں کہ مجھ کو رات ہی رات بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر لے جایا گیا اور میں ایک طویل سفر سے فارغ ہو کر راتوں رات واپس بھی آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا وہ ایسا کہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ لوگ بولے کیا تم اس بیان میں ان کی تصدیق کرتے ہو کہ اتنی مسافت پر جا کر رات کے ایک حصے میں واپس بھی آ گئے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! میں تو اس سے کہیں زیادہ بعید امر میں یعنی آسمانی خبروں کے متعلق جو صبح وشام ان کے پاس آتی رہتی ہیں ان کی تصدیق کرتا رہتا ہوں۔ حالانکہ صبح یا شام کا وقت رات کی مقدار سے بھی کم ہوتا ہے۔ جب حضرت صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا علم

Marfat.com

ہوا تو آپ نے ان کو "صدیق" کا قابل فخر لقب عطا فرمایا۔ (مستدرک حاکم) اس دن سے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

نشاناتِ بیت المقدس

بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوا تو قریش نے جھٹلایا (اور بیت المقدس کے نشانات کو پوچھنا شروع کیا حالانکہ آپؐ نے بیت المقدس کو اس خیال سے نہ دیکھا تھا جیسا کہ دوسری روایات میں ہے) پس میں کعبہ کے مقام حجر (حطیم) میں کھڑا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے منکشف کر دیا۔ پس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور ان کو جواب دیتا جاتا تھا۔ (بخاری ۲/۲۲۳، ترمذی ابواب، تفسیر القرآن سورۂ بنی اسرائیل، فتح الباری ۷/۲۵۴)

مسند احمد میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوا اور صبح کو میں مکہ میں آیا تو مجھے کچھ گھبراہٹ ہوئی کہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔ پس میں مغموم ہو کر ایک طرف بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابوجہل اس طرف سے گزرا اور میرے پاس آ کر بیٹھ گیا اور تمسخر کے انداز میں کہنے لگا کہ کیا کوئی (نئی) بات ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کہ وہ نئی بات کیا ہے؟ میں نے کہا کہ رات کو مجھے معراج کرایا گیا۔ اس نے کہا کہ کہاں تک؟ میں نے کہا بیت المقدس تک۔ اس نے کہا کہ پھر صبح کو آپؐ ہمارے درمیان میں موجود ہیں، میں نے کہا ہاں! پس اس نے اس خیال سے کہ کہیں میں لوگوں کے سامنے انکار نہ کروں اس وقت جھٹلانا مناسب نہ سمجھا۔ پس اس نے کہا کہ اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو کیا جو آپؐ نے مجھ سے کہا ہے ان کے سامنے بیان کریں گے؟ میں نے کہا کہ ہاں پس اس نے قوم کو آواز دی۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے اور اور مجلس بھر گئی تو ابوجہل نے کہا کہ آپؐ نے مجھ سے جو کچھ کہا ہے وہ اپنی قوم سے بیان کر دیں۔ پس میں نے کہا کہ مجھے رات اسراء دیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ کہاں تک؟ میں نے کہا بیت المقدس تک۔ انہوں نے کہا کہ پھر صبح کو آپؐ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ پس

Marfat.com

قوم میں کچھ لوگ تالیاں بجا رہے تھے اور کچھ لوگ تعجب سے اپنے ہاتھ سر پر رکھ کر جھٹلا رہے تھے۔ پھر ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ بیت المقدس کا حلیہ اور اس کی کچھ نشانیاں بتا سکتے ہیں کیونکہ ان میں سے بعض لوگوں نے بیت المقدس کو خوب دیکھا تھا۔ میں ان کو برابر اس کا حلیہ اور نشانیاں بتاتا جاتا تھا۔ پھر بعض چیزوں میں مجھے شبہ پیدا ہو گیا کیونکہ میں نے اس خیال سے مسجد کو نہیں دیکھا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے ظاہر کر دیا اور میں اس کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے عقیل کے گھر کے برابر ہو۔ پس میں اس کو دیکھتا جاتا تھا اور جو کچھ یاد نہیں تھا وہ بھی بتاتا جاتا تھا۔ لوگوں میں سے جو جانتے تھے وہ کہنے لگے کہ یہ نشانیاں تو خدا کی قسم آپؐ نے صحیح بیان کی ہیں۔ (مسند احمد ۵۰۸/۱، فتح الباری ۲۵۴/۷، شامی ۹۴/۳)

لاٹ پادری کی شہادت

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں واقدی کے طریق سے محمد بن کعب قرظی سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت دحیہ بن خلیفہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے پاس بھیجا تو اس نے شام سے عرب تاجروں کو بلایا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کرے، اس کی تفصیلات مشہور ہیں اور بخاری و مسلم میں مفصل موجود ہیں، (لیکن آئندہ آنے والا واقعہ ان میں مذکور نہیں) ابو سفیانؓ (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کی پوری کوشش رہی کہ کسی طرح ہرقل کے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برائی کرے مگر خود ان کے بقول انہیں اس سے صرف اس امر نے باز رکھا کہ اگر میرا جھوٹ اس پر کھل گیا تو بڑی ندامت ہو گی، اسی دوران انہیں واقعہ معراج کا خیال آ گیا، انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ میں ایسا واقعہ بیان کرتا ہوں جس سے آپ بھی جان جائیں گے کہ وہ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ ابو سفیان نے کہا کہ ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا کہنا ہے کہ وہ ارض حرم سے ایک ہی رات میں چل کر تمہاری اس مسجد اقصیٰ تک آئے اور پھر اسی رات میں صبح سے پہلے پہلے واپس لوٹ گئے، میری یہ بات سن کر بیت المقدس کا لاٹ پادری جو بادشاہ کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا بولا کہ میں اس رات سے واقف ہوں، یہ سن کر

Marfat.com

قیصر نے کہا کہ تم کیا جانتے ہو؟ اس نے کہا کہ میں ہر رات کو مسجد اقصیٰ کے دروازے بند کر کے سوتا ہوں، اس رات بھی میں نے ایک دروازے کے سوا تمام دروازے بند کیے، ایک دروازہ میری کوشش کے باوجود مجھ سے بند نہ ہوسکا، پھر میں نے اپنے کارندوں کو اور جو لوگ میرے پاس موجود تھے سب کو بلایا مگر اس کے باوجود ہم دروازہ بند کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی پہاڑ ہے جسے ہم ہلانا چاہتے ہیں، پھر میں نے بڑھئی بلائے، انہوں نے کہا کہ اس وقت تو ہم کچھ نہیں کر سکتے صبح کو دیکھیں گے، چنانچہ اس دروازے کو کھلا چھوڑ دیا گیا، صبح کو جب میں وہاں گیا تو دیکھا کہ مسجد کے کونے میں جو پتھر کی چٹان تھی اس میں سوراخ ہے اور اس پہ ایسے اثرات ہیں جیسے وہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے، پادری کہتا ہے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ یہ دروازہ کسی نبی کے لئے کھلا رکھا گیا تھا اور اس نے ضرور ہماری مسجد میں نماز ادا کی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۲۳)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں براق پر سوار کر کے مسجد حرام سے بیت المقدس تک جسم مبارک کے ساتھ لے جایا گیا۔ پھر آپ بیت المقدس میں اترے اور انبیاء کو نماز پڑھائی، اور براق کو مسجد اقصیٰ کے دروازے میں لگے ہوئے کنڈے سے باندھ دیا۔ (زادالمعاد ۳/۳۴)

معراج کے جزوی حقائق، شاہ ولی اللہؒ کی نظر میں

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (محدث دہلویؒ) تحریر فرماتے ہیں:

واسری به الی المسجد الاقصیٰ ثم الی سدرة المنتهی والی ماشاء الله وکل ذلک بجسده صلی الله علیه وسلم. فی الیقظة ولکن ذلک فی موطن هو برزخ بین المثال. والشهادة جامع لا حکامها. فظهر علی الجسد احکام الروح وتمثل الروح والمعانی الروحیة اجساداً ولذالک بان لکل واقعة من تلک الوقائع تعبیر. اما

Marfat.com

شق الصدر و ملأهٔ ایمانا فحقیقته غلبة انوار الملیکة والظفاء لهب الطبیعة وخضوعها لما یفیض علیها من خطیرة القدوس. واما رکوبه علی البراق فحقیقته استواء نفسه النطقیه علی نسمته التی هی الکمال الحیوانی ، فاستوی راکباً علی البراق کما غلبت احکام نفسه المنطقیة علی البهیمیة و تسلط علیها واما سرائه الی المسجد الاقصیٰ فلانه محل ظهور شعائر الله ومتعلق همم الملاء الاعلیٰ ومطمح انظار الانبیاء علیهم السلام فکانه کوة الی الملکوت.

واما ملاقاته مع الانبیاء صلوت الله علیهم ومفاخرته معهم فحقیقتها اجتماعهم من حیث ارتباطهم بخطیرة القدس و ظهور ما اختص به من بینهم من وجوه الکمال و اما رقیة الی السموات سماءً بعد سماءٍ فحقیقتهٔ الانسلاخ الی مستویٰ.

الرحمن منزلة بعد منزلة ومعرفته حال الملائکة الموکلة بها ومن لحق بهم من افاضل البشر والتدبیر الذی اوحاه الله فیها والاختصام الذی یحصل فی ملاء ها.

واما بکاء موسیٰ فلیس بحسد ولکن مثال لفقده عموم الدعوة وبقاء کمال لم یحصله مما هو فی وجهه.

واما سدرة المنتهیٰ فشجرة الکون و ترتب بعضها علی بعض وانجما عها فی تدبیر واحد کانجماع الشجر فی الغاذیة والناصیة ونحوهما ولم تتمثل حیواناً لان التدبیر الجمل الاجمالی الشبیهة للسیاسة الکلی افرادهٔ وانما

Marfat.com

اشبه الاشياء به الشجرة دون الحيوان فان الحيوان فيه قوی تفصيلية والا رادة فيه اصرح من سنن الطبيعة.

واما الانهار فی اصلها رحمة فائضة فی الملكوت حذو الشهادة وحيوٰة ونماء فلذلک تعين هنالک بعض الامور النافعة فی الشهادة كالنيل والفرآت.

واما الانوار التی غشيها فتدليات الٰهية وتدبيرات رحمانية تلعلعت فی الشهادة حيث ما استعدت لها.

واما البيت المعمور فحقيقةُ التجلی الا لهٰی الذی يتوجه اليه سجدات البشر وتضرعاتها يتمثل بيتًا علی حتو ما عندهم من الكعبة وبيت المقدس.

ثم اتی باناء من لبن واناء من خمرٍ فاختار اللبن فقال جبريل هديت للفرة ولو اخذت الخمر لغوت امتک فكان وصلی الله عليه وسلم جامع امته ومنشاء ظهورهم وكان اللبن اختيارهم الفطرة والخمر اختيارهم لذات الدنيا وامر بخمس صلوٰت بلسان التجوز لانها خمسون باعتبار الثواب. ثم اوضع الله مرادة تدريجاً. ليعلم ان الحرج مرفوع وان النعمة كاملة وتمثل هذا المعنیٰ مستداً الی موسیٰ عليه السلام فانه اكثر الانبيآء معالجة للامة و معرفته بسياستها.

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۳۸۷)

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ تک پھر سدرۃ المنتہیٰ تک اور جہاں تک کہ خدا نے چاہا، سیر کرائی گئی۔ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ بیداری میں تھا۔ لیکن یہ ایک مقام ہے جو مثال اور شہادت کے درمیان برزخ ہے اور ہر

Marfat.com

دو عالم مذکورہ کے احکام کا جامع ہوتا ہے۔ پس جسم پر روح کے احکام ظاہر ہوئے اور روح اور معانی نے جسم قبول کر کے تمثل اختیار کیا۔ اسی لئے ان واقعات میں سے ہر واقعہ کی ایک حقیقت ہے۔

(۱) "صدر کا چاک کرنا۔ اسے ایمان سے بھر دیا جانا۔" اس کی حقیقت ہے، انوارِ ملکیہ کا غلبہ ہو جانا اور شعلۂ طبیعت کا بجھ جانا اور جو کچھ خطیرۃ القدس سے طبیعت کو فیضان ہوتا ہے اس کے لئے مطیع بن جانا۔

(۲) براق پر سوار ہونے کی حقیقت یہ ہے نفسِ ناطقہ نسمہ پر جو کمال حیوانی ہے غالب آ جائے۔ پس آنحضرت ﷺ براق پر ایسی خوبی سے سوار ہوئے جیسا کہ حضور ﷺ کے نفس انسانی کے احکامِ قوت بہیمیہ پر غالب اور متسلط تھے۔

(۳) مسجد اقصیٰ تک سیر اس لئے ہے کہ وہ شعائر الٰہیہ کے ظہور کا محل ہے۔ ملاء اعلیٰ کی ہمتیں اس سے متعلق ہیں اور وہ انبیاء علیہم السلام کی نگاہوں کی نظر گاہ ہے گویا وہ ملکوت کی جانب ایک روزن ہے۔

(۴) انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ملاقات اور مفاخرت کی حقیقت یہ ہے کہ خطیرۃ القدس سے ان کو اجتماعی ربط و ضبط حاصل ہے۔ اور پھر ان اجماعی امور کی خصوصیات کا نہایت کاملیت اور خصوصیت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور ہوا ہے۔

(۵) آسمانوں پر یکے بعد دیگرے چڑھنے کی حقیقت درجہ بدرجہ تعلقاتِ طبعی سے نکل کر مستویٰ رحمٰن کی طرف جانا ہے۔ نیز احوالِ ملائکہ کی معرفت جو اس مقام سے خصوصیت رکھتے ہیں، نیز ملائکہ اور نسل انسانی کے ان بزرگوں کے احوال کی شناخت جو ملائکہ سے ملے ہوئے ہیں۔ نیز اس تدبیر کلیہ کی معرفت جو مقام مذکور میں وحی ربانی سے بتائی گئی، نیز ان امور کی شناخت جن پر ملائکہ مسابقت کیا کرتے ہیں۔

(۶) واضح ہو کہ "گریہ موسیٰ" سے حسد کا اظہار مراد نہیں، بلکہ اظہار اس امر کا ہے کہ

Marfat.com

ان کی رسالت تمام دنیا کے لئے عام نہ تھی اور اس طرح ایک کمال باقی تھا جو حضرت موسیٰ کو حاصل نہ تھا۔

(۷) سدرۃ المنتہیٰ درخت عالم ہے کہ ایک وجود دوسرے وجود پر مترتب اور پھر سب کے سب تدبیر واحد کے اندر جمع ہیں جیسا کہ درخت کا بھی غذا اور نمو میں یہی حال ہے۔ واضح رہے کہ کسی حیوان سے اس کی تمثیل نہیں دی گئی کیونکہ وہ تدبیر کلیہ اجمالیہ جو سیاست کلیہ سے مشابہت رکھتی ہے وہ بھی مفرد ہے۔ اور اسی لئے بہترین مشابہت اس کی درخت میں پائی جاتی ہے (کہ ایک ہی تنا پر مختلف شاخیں، ڈالیاں، ٹہنیاں اور پتے ہوتے ہیں اور غذا و نمود میں برابر سب مستفیض ہیں) اور حیوان میں یہ مشابہت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ میں قوائے تفصیلیہ بھی ہیں اور قوت ارادہ بھی ہے اور سنن طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں۔

(۸) دریاؤں کی اصل وہ رحمتِ فائضہ ہے جو عالم شہادت کے محاذی عالم ملکوت میں موجود ہے نیز حیات اور نمو بھی اسی اصل میں شامل ہیں، اسی لئے ظاہرا چند اسباب نافعہ مثل نیل و فرات وغیرہ کا تعین کیا گیا ہے۔

(۹) رہے وہ انوار جنہوں نے اسے ڈھانپ لیا تھا۔ یہ وہ تدلیاتِ رحمانی اور تدبیراتِ الٰہیہ ہیں۔ جو عالمِ ظہور میں جلوہ گستر اور نور ریز ہیں، جہاں تک اس عالم میں ان کی استعداد پائی جاتی ہے۔

(۱۰) بیت المعمور کی حقیقت وہ الٰہی تجلی ہے۔ جس کی طرف بندگانِ خدا کی دعاؤں اور سجدوں کا رُخ ہوتا ہے اور وہ خانہ کعبہ و بیت المقدس کے محاذ میں جیسا کہ لوگوں کا ان ہر دو کی بابت اعتقاد ہے۔ ایک گھر کا تمثیل لئے ہوئے ہے۔

(۱۱) شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برتن دودھ کا، ایک برتن شراب کا پیش کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کو پسند فرمایا اور جبریل علیہ السلام نے بتا دیا کہ آپؐ نے فطرتِ اصلیہ کو پسند فرمایا اگر شراب کا برتن آپ لے لیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ دیکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو

Marfat.com

فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت پر جمع کرنے والے تھے اور دودھ سے مراد یہی ہے کہ امت فطرت کو پسند کرے اور خمر سے مراد یہ تھی کہ لذات دنیا کو پسند کرے۔

(۱۲) پانچ نمازوں کا تقرر[1] بھی زبان تجویز سے ہوا۔ یہ پانچ ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ گویا رب کریم نے آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ ثواب تو (۵۰ کے برابر کا) کامل ہے اور ہرج اور مرج اٹھا دیا گیا ہے۔ یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سند سے متمثل کیا گیا ہے، کیونکہ جناب ممدوح امت کی اصلاح و درستی اور اصول سیاست امت کی شناخت میں اکثر انبیاء سے بڑھے ہوئے ہیں۔"

(رحمۃ اللعالمینؐ، از منصور پوری ص ۱۰۶ تا ۱۱۰)

ملاحدہ کے اعتراضات اور ان کے جوابات

ملاحدہ نے حضور کے معراج جسمانی پر جو اعتراضات کئے ہیں ان سب کا اجمال یہ ہے کہ فلسفہ قدیمہ تو اجرام فلکیہ میں خرق والتیام کو محال بتلاتا ہے اور فلسفۂ جدیدہ افلاک کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کرتا۔ لہٰذا جب آسمان کا وجود ہی ثابت نہ ہوا تو معراج جسمانی کا ثبوت کس طرح ہوگا۔ نیز فلسفۂ جدیدہ و قدیمہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ زمین سے کچھ اوپر کرۂ زمہریر ہے اور فلسفۂ قدیمہ کے نزدیک کرہ ناری ہے اور ان دونوں مقاموں سے کسی جسم عنصری کا صحیح سالم اور زندہ عبور کرنا محال ہے لہٰذا عروج جسمانی بھی محال ہوگا بعض کہتے ہیں کہ جسم ثقیل کی اس قدر بلند اور سریع سیر عقلاً محال ہے۔

[1] اکثر مصنفین نے معراج کا ذکر بعد از واپسی طائف کیا ہے۔ مگر امام طبری نے اپنی کتاب "تاریخ الملل والامم" میں ابتدائے نبوت سے دوسرے دن ہی معراج کا ہونا تحریر کیا ہے۔ ان کی تائید اس دلیل سے بخوبی ہوتی ہے کہ جب فرضیت نماز کا حکم شب معراج میں ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمان اسی وقت سے ہی برابر یہ نماز پڑھتے تھے تو نماز کی فرضیت کا حکم گیارہ سال تک کیونکر متاخرہ سکتا ہے۔ لیکن حسب بیان شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۱ھ (مندرجہ شرح سفر سعادت ص ۳۶) کہ پہلے صرف دو نمازیں فجر و عصر کی فرض ہوئی تھیں۔ اب شب معراج کو پانچ نمازیں فرض ہوئیں، کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا۔

Marfat.com

جواب

یہ سب استبعادات اور توہمات ہیں عقلاً ان میں سے کوئی شئے بھی محال نہیں "ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین" جو شخص ان چیزوں کے محال ہونے کا مدعی ہو وہ دلیل پیش کرے۔

(۱) تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام کتب سماویہ اس پر متفق ہیں کہ قیامت قائم ہوگی اور آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔" اذا السمـاء انشقت. اذا السماء انفطرت " اور حضرات انبیاء و مرسلین کا امر محال کے وقوع پر متفق ہونا قطعاً محال اور ناممکن ہے اور فلسفۂ قدیمہ نے جو افلاک کے خرق اور التیام کے محال ہونے کے پادر ہوا دلائل ذکر کئے ہیں حضرات متکلمین نے ان کا کافی اور شافی جواب دے دیا ہے۔

(۲) رہا فلسفہ جدیدہ کا افلاک کے وجود کو نہ تسلیم کرنا سو یہ افلاک کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی شئے کا نظر نہ آنا یا اس کا ثابت نہ ہونا اس کے معدوم ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا ورنہ زمین اور آسمان کی اُن ہزار ہا چیزوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو ہماری نظر اور عقل اور علم سے مخفی اور پوشیدہ ہیں نیز عقلاء اس پر بھی متفق ہیں کہ کسی کا جہل اور عدم علم دوسرے پر حجت نہیں۔

(۳) آج کل نئی نئی قسم کے ایسے آلات ایجاد ہو رہے ہیں کہ جن کے ذریعہ سے جسم حرارت اور برودت کے خارجی اثرات سے بالکل محفوظ رہتا ہے اور خداوند ذوالجلال کی قدرت تو اس سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہے۔ مالتراب ورب الارباب مشت خاک کو خداوند افلاک سے کیا نسبت۔ سرکاری باغوں میں ایسے درخت موجود ہیں کہ بجائے پانی کے ان کے نیچے آگ روشن کی جاتی ہے وہ آگ کی گرمی سے سرسبز رہتے ہیں اگر آگ کی حرارت کم ہو جائے تو خشک ہو

Marfat.com

جاتے ہیں۔ سمندر میں ایک کیڑا ہے جو آگ میں پیدا ہوتا ہے وہ نہ آگ سے جلتا ہے نہ مرتا ہے بلکہ آگ اس کے حق میں حیات ہے اور آگ سے جدائی اس کے لئے موت ہے۔

(۴) نیز ہزار ہا من وزن کے طیاروں کا آسمانی فضا میں اڑنا اور گھنٹوں میں ہزار ہا میل کی مسافت طے کرنا ساری دنیا کے سامنے ہے پھر فقط ایک انسان کے پرواز اور طیران کے بارے میں کیوں اس قدر سرگردان اور حیران ہیں۔

(۵) آج کل ایسے زینے (لفٹ) بھی ایجاد ہوگئے ہیں کہ بجلی کا بٹن دبانے سے ایک منٹ میں سو منزل کے آخری بالا خانہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا خداوند ذوالجلال ایسے معراج یعنی سیڑھی اور زینہ سے قاصر ہے کہ جو ایک منٹ میں اس کے کسی خاص بندہ کو زمین سے آسمان پر پہنچا دے۔

(۶) ماہرین اکتشافات کے برابر اعلانات آرہے ہیں کہ فلسفۂ اور سائنس کے ذریعہ سے اب تک جو انکشافات ہوئے ہیں وہ نہایت ہی قلیل ہیں اور آئندہ جن اکتشافات کی توقع ہے وہ اس سے ہزاراں ہزار درجہ زائد ہیں حتیٰ کہ یہاں تک اعلان آچکے ہیں کہ ہم عنقریب کواکب اور سیارات تک پہنچ جائیں گے۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے متمدن بھائی جو مغربی علوم کے سودائی و شیدائی ہیں وہ ان خبروں کو نہایت مسرت اور ابتہاج کے ساتھ سنتے اور سناتے ہیں مگر جب نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کے معراج کی خبر کو سنتے ہیں تو طرح طرح کے شبہے اور وسوسے ان کے سامنے آجاتے ہیں۔ یورپ [1] کی وحی کی بے چون و چرا تصدیق کرتے ہیں اور اللہ کی وحی میں شبہے نکالتے ہیں اور ڈالتے ہیں۔

(۷) یہود کے نزدیک حضرت ایلیاء علیہ السلام کا بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر جانا اور عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر جانا اور پھر اخیر زمانہ میں آسمان سے ان کا اترنا مسلم ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] وہذا کما قال اللہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیاء هم ۱۲۔ منہ عفا اللہ عنہ

Marfat.com

اسی جسم اطہر کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس آنا قرآن وحدیث اور اجماع صحابہ وتابعین سے ثابت ہے اگر آسمان پر جانا عقلاً محال ہوتا تو صحابہ وتابعین کبھی اس پر متفق نہ ہوتے۔

(سیرت المصطفیٰ از کاندھلویؒ)

آسمان کا وجود کیوں اوجھل ہے

حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپسی میں آسمان دنیا پر پہنچے تو آپ نے نیچے کی طرف دیکھا وہاں آپ کو زبردست گرد اور دھواں نظر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کیا ہے، تو انہوں نے کہا:

"یہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہتے ہیں تا کہ وہ آسمان کی بلندیوں پر غور وفکر نہ کر سکیں (یعنی یہ شیاطین فضا میں گرد وغبار اور دھواں کئے رکھتے ہیں تا کہ انسان آسمانوں کی بلندیوں کو صحیح طور پر دیکھ کر ان پر غور وفکر کرنا نہ شروع کر دے) اسی بناء پر انسان آسمانوں کی بلندیوں کو صحیح طور پر دیکھ کر ان پر غور بھی نہیں کر پاتا کیونکہ اس دھوئیں اور گرد وغبار کی دبیز تہوں کی بناء پر وہ حقیقت کو دیکھ ہی نہیں پاتا اگر درمیان میں یہ شیطانی رکاوٹیں نہ ہوتیں تو انسان عجائبات قدرت کو دیکھ سکتا اور ان پر غور وفکر کر کے ان کی حقیقت کو پا سکتا جس کے نتیجے میں وہ ایمان ویقین حاصل کر لیتا۔"

ایک سائنسی نظریہ کی حدیث سے تائید اور تردید

موجودہ ترقی یافتہ سائنس کا یہ دعویٰ ہے کہ آسمان کا کوئی وجود نہیں ہے بلکہ یہ کائنات اور ایک عظیم خلا ہے انسانی نگاہ جہاں تک پہنچ کر رک جاتی ہے وہاں اس خلاء کی مختلف ارغوانی روشنیوں کے نتیجے میں ایک نیلگوں حد نظر آتی ہے جس کو انسان آسمان کہتا ہے۔ اب اس حدیث کی روشنی میں سائنس کے اس انکشاف پر غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا

Marfat.com

کہ نگاہ کی حد تک یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے ڈیڑھ ہزار برس پہلے فرما دی تھی کہ انسان کی آنکھ آسمانوں کی بلندیوں تک نہیں پہنچ پاتی کیونکہ خلاؤں میں جو شیاطین موجود رہتے ہیں اور جو انسان کو گمراہ رکھنے کے لئے ہر وقت کوششیں کرتے رہتے ہیں وہ انسانی آنکھ اور آسمان کے درمیان ہر وقت دھواں، گرد وغبار اور ایسی کثافتیں پیدا کئے رکھتے ہیں جو آدمی کی نظر کو آسمانوں اور ان کی بلندیوں تک نہیں پہنچنے دیتی۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جس چیز کو آسمان کہتے ہیں وہ دراصل جواز آسمان ہے ورنہ اصل میں آسمان ہمیں نظر نہیں آتا۔ تو گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امکان کو پہلے ہی ختم فرما دیا ہے کہ کوئی شخص آسمان کو نہ دیکھ سکنے کی وجہ سے اس کے وجود سے انکار کر دے۔ آسمان موجود ہیں اور اسی تفصیل اور ترتیب سے موجود ہیں جو قرآن پاک اور احادیث نے بتلائی ہیں مگر وہ ہماری نگاہوں کی زد میں نہیں ہیں کیونکہ درمیان میں شیطانی کارفرمائیاں حائل ہیں۔

لہٰذا موجودہ سائنس کے اس دعوی سے آسمان کے متعلق اسلامی عقیدے پر کوئی زد نہیں آتی بلکہ وہ عقیدہ اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے کہ اس پر نقل یعنی حدیث کے ساتھ ساتھ عقل اور سائنس کے ذریعہ بھی دلیل مل جاتی ہے۔ مگر خود سائنسداں چونکہ مذہب اور روحانیت کے نہ قائل ہیں اور نہ اس فلسفہ پر عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے وہ صرف ان ہی باتوں پر یقین رکھتے ہیں جو ان کے مشاہدے میں اور نظر کے سامنے ہوں جب کہ مذہب کا فلسفہ اس سے زیادہ وسیع اور پھیلا ہوا ہے کیونکہ وہ مشاہدات اور دید کی حد پر آ کر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ مشاہدات سے ماوراء اس کے اصل فلسفے کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ یہ دنیا اور اس کے موجودات جو مادی اور مشاہدہ میں ہے یعنی MATERIAL ہیں اور OBSERVATION میں ہیں۔ چنانچہ سائنس نے آسمان کے نہ دیکھے جا سکنے کو اس کے موجود نہ ہونے کی دلیل بنا لیا لیکن اسلام اور شریعت نے اس کے نظر نہ آنے کو خیر وشر اور شیطان وانسان کے درمیان کشمکش کو عقیدے کی بنیاد بنایا۔

جس حقیقت کو سائنس نے آج پایا اور اس میں بھی آسمان کے وجود ہی کا انکار کر

Marfat.com

کے غلطی کی اس کو پیغمبر اسلام نے آج سے چودہ برس پہلے اصل اور صحیح صورت میں بیان فرمادیا کہ آسمان اور اس کی بلندیاں، وہاں کے عجائب اور حقائق حقیقت میں انسان کو نظر نہیں آتے مگر یہ اس لئے نہیں کہ اس شئے کا وجود ہی نہیں ہے۔ اس کا وجود ہے لیکن اس وجود کو شیاطین کی کارفرمائیوں نے انسان کی نگاہوں سے اوجھل کیا ہوا ہے تاکہ وہ قدرت کے ان عظیم مظاہر اور عجائبات کو دیکھ کر ان پر غور وفکر نہ کرنے لگیں اور ان کی تہہ کو پہنچ کر سب ایمان و یقین تک نہ پہنچ جائیں۔ (بحث از مولانا محمد اسلم قاسمی مترجم سیرت حلبیہ)

نبی ﷺ کے معراجِ جسمانی پر شبہات کا جواب

منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو عقلی ہیں، کچھ نقلی۔ عقلی دلائل تو یہ ہیں کہ اس سے افلاک میں خرق والتیام لازم آتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں اور جب وہ دلائل پیش کریں گے اس وقت انشاء اللہ ہم ان سب کا لغو ہونا ثابت کردیں گے چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہو چکے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا قصہ احادیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی جلد سیر سماوات سے فارغ ہو کر واپس آگئے کہ صبح بھی نہ ہونے پائی تھی۔ یہ محالات سے ہے کہ مکہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے ساتویں آسمان تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیر کر آئیں اور یہ سارا قصہ ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں ہو جائے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس میں استحالہ کی کیا بات ہے۔ ہاں استبعاد ہو سکتا ہے، سو وہ بھی بطورِ الزام کے اس طرح مدفوع ہے کہ تمہارے نزدیک زمانہ حرکت فلک الافلاک کا نام ہے۔ چنانچہ رات، دن کا آنا، طلوع وغروب کا ہونا، یہ سب حرکتِ فلک سے مرتبط ہے۔ اگر حرکت فلک موقوف ہو جائے تو جو وقت موجود ہوگا وہی رہے گا۔ اگر رات موجود ہوگی تو رات ہی رہے گی، دن موجود ہوگا تو دن ہی رہے گا۔ تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس رات حرکتِ فلک کو تھوڑی دیر کے لئے موقوف کردیا ہو اور اس میں کچھ تعجب نہیں۔

Marfat.com

معزز مہمان کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے دنیا میں بھی یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کی سواری نکلتی ہے تو سڑک پر دوسروں کا چلنا بند کر دیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اگر آسمان اور چاند سورج سب کی حرکت کو اس رات کچھ دیر کے لئے بند کر دیا ہو کہ جو چیز جہاں ہے وہیں رہے، پس آفتاب جس جگہ تھا اسی جگہ رہا اور ستارے جہاں تھے وہیں رہے، کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنے نہ پایا۔ اس میں کیا استبعاد ہے؟ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے فارغ ہو گئے پھر فلک کو حرکت کی اجازت ہو گئی۔ تو اب ظاہر ہے کہ حرکتِ فلک جس جگہ سے موقوف ہوئی تھی وہیں سے شروع ہوئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر میں چاہے کتنا ہی وقت صرف ہوا ہو، مگر دنیا والوں کے اعتبار سے سارا قصہ ایک ہی رات میں ہوا۔ کیونکہ حرکت اس وقت موقوف ہو چکی تھی۔ اب اگر کوئی دوامِ حرکت کا دعویٰ کرے تو وہ اس کے لزوم کو ثابت کرے۔ ان شاء اللہ ایک بھی دلیل قائم نہ کر سکے گا۔

دوسرا عاشقانہ جواب اس اشکال کا مولانا نظامی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔

تن او کہ صافی تراز جانِ ماست
اگر آمد و شد بیک دم رو است

یعنی یہ بات سب کو معلوم ہے کہ خیالِ انسانی ذرا سی دیر میں بہت دور پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ آپ اسی وقت عرش کا تصور کیجئے تو ایک منٹ سے بھی کم میں عرش پر خیال پہنچ جائے گا۔ خیال کی حرکت بہت سریع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خیال روح کی ایک قوت ہے اور روح نہایت لطیف چیز ہے، وہ مادیت کی طرح کثیف نہیں ہے اس لیے اس کی سیر میں کوئی حاجب و مانع نہیں ہوتے تو مولانا نظامی فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدنِ مبارک تو ہمارے خیال سے بھی پاکیزہ تر ہے۔ جب خیال ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر زمین سے آسمان تک اور وہاں سے عرش تک ذرا سی دیر میں ہو آئے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

ایک دلیل عقلی فلاسفر جدید پیش کیا کرتے ہیں کہ ہوا کے طبقہ سے اوپر جو خلا ہے

Marfat.com

اس میں ہوا نہ ہونے کے سبب کوئی متنفس زندہ نہیں رہ سکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس میں سے گزرتے تو زندہ کیسے رہتے؟

مگر انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ بعد تسلیم اس التزام کے یہ اس وقت ہے جب متنفس کو اس میں کچھ مکث بھی ہو۔ چنانچہ آگ کے اندر اگر جلدی جلدی ہاتھ نکالا جائے تو آگ کا اثر نہیں ہوتا۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت سرعت سے اس خلا میں سے گزر جائیں تو وہ عدم تنفس میں مؤثر نہ ہوگا۔

اور دلیل نقلی ان منکرین کے پاس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے:

واللہ ما فقد جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الاسراء ......

کہ "بخدا شب معراج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مفقود یعنی غائب نہیں ہوا"۔

اس کا جواب بعض لوگوں نے تو یہ دیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں کہاں تھیں؟ (نیز اس وقت ان کی عمر بہت کم تھی شاید چار پانچ سال کی ہوں اور اگر معراج ۵ نبوی میں ہوئی جیسا کہ زہری کا قول ہے تو وہ اس سال پیدا ہوئی ہوں گی) اس لیے اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت اس واقعہ میں ان کی روایت سے مقدم ہے۔

مگر اس کا حاصل بظاہر یہ ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے تحقیق ایک بات فرما دی۔ ہم حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا پر یہ گمان نہیں کریں گے نہ کسی صاحب ادب کو ایسی جرأت ہو سکتی ہے۔ یہ مانا کہ وہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں موجود نہ تھیں اور کمسن بھی تھیں۔ مگر جو بات وہ فرما رہی ہیں وہ تو عقل و بلوغ کے زمانہ میں ان سے صادر ہوئی اور ایسے وقت میں وہ بدون تحقیق کے کوئی بات نہیں فرما سکتیں۔ یقیناً تحقیق کے بعد فرما رہی ہیں۔ ہاں! یہ ممکن ہے کہ کسی دوسرے واقعہ کی نسبت فرما رہی ہوں کیونکہ تعدد ہے۔ تو پھر کچھ بھی مضائقہ نہیں۔

Marfat.com

میرے ذہن میں اس کا جو جواب آیا ہے وہ بہت لطیف ہے۔ وہ یہ کہ فقدان[1] کے دو معنی ہیں، ایک تو چیز کا اپنی جگہ سے گم ہو جانا، ہٹ جانا۔ دوسرے تلاش کرنا[2]

چنانچہ دوسرے معنی میں فقدان کا استعمال نص میں بھی آیا ہے: **قالوا واقبلوا علیھم ما ذا تفقدون** یعنی برادرانِ یوسف علیہ السلام نے متوجہ ہو کر ندا کرنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کس چیز کو تلاش کرتے ہو؟ یہاں فقدان کے معنی طلب ہی کے ساتھ زیادہ ظاہر ہیں۔ پس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد کا صاف مطلب یہ ہے کہ

---

1 اور اگر فقدان کے وہی معنی لیے جائیں جو متبادر ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شب معراج میں گم نہیں ہوا تب بھی اس سے معراج کا روحانی یا منامی ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے اس رات جدا ہی نہیں ہوئے کیونکہ فقدان فعل متعدی ہے نہ کہ لازم۔ اس کے معنی غیبت وانفصال کے نہیں بلکہ گم کرنے کے ہیں جس کے لئے اس کا فاقد اور دوسرے کا مفقود ہونا ضروری ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کسی نے گھر سے غائب اور گم نہیں پایا اور یہ روایت درست ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب گھر والوں کے ساتھ گھر میں سوئے تھے اور معراج ایسے وقت ہوئی جو کہ عادۃً لوگوں کے گہری نیند سونے کا وقت تھا۔ پھر جاگنے کے وقت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے بلکہ خود آ کر گھر والوں کو صبح کی نماز کے لئے جگایا۔ تو ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے رات کو جاگ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہ دیکھا ہو اور اتنی بات مفقود ہونے کے لیے ضروری ہے: **قلت ولعل ھذا ھو مراد الشیخ فعبرہ بالتفتیش والا فالفقدان غیر التفقد، نعم وھو یستدعی فاقدًا کما لا یخفی. (جامع)**

2 فقدان کے معنی تو گم ہی کرنے کے ہیں مگر اس کے دو درجے ہیں، ایک مطلق گم کرنا اور ایک ایسا گم کرنا جس کے بعد اس کی تلاش میں لگ جائے۔ پس پہلا درجہ فقد مطلق ہے اور دوسرا درجہ فقد مقید۔ پس اس حدیث میں دوسرا درجہ فقد مقید۔ پس اس حدیث میں دوسرا درجہ مراد ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد ایسا مفقود نہیں ہوا جس سے تلاش کی نوبت آئی ہو کیونکہ زمانہ فقد کا اتنا قلیل تھا کہ کسی کو اس فقد کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ پس متن میں میری عبادت میں ہٹ جانے کو پہلے درجہ پر اور تلاش کرنے کو دوسرے درجہ پر محمول کیا جائے، تو اب معنی لغوی کے خلاف نہیں ہوا۔ اور بناء بر قواعد تصوف یہ بھی ممکن ہے کہ جسم عنصری ملکوت میں پہنچا ہو اور جسم مثالی ناسوت میں رہا ہو۔ اس کے دیکھتے ہوئے کسی نے اس کو جسم عنصری سمجھ کر مافقد کا حکم کر دیا ہو اور موٹی بات یہ ہے کہ اگر معراج جسم عنصری سے نہ ہوتی تو اتنا انکار اس پر نہ ہوتا اور اگر غلط فہمی سے ہوتا تو آپ بھی جواب دے دیتے کہ میں جسد عنصری سے دعویٰ نہیں کرتا کہ اس پر اس قدر استبعاد کیا جائے۔ ۱۲ منہ

Marfat.com

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر گھر سے غائب نہیں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات میں اپنے گھر سے جدا ہی نہیں ہوئے، وہیں رہے تاکہ اس سے معراج منامی یا کشفی پر استدلال کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ گھر سے جدا تو ہوئے مگر زیادہ دیر نہیں لگی جس میں گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور تلاش کی نوبت آئی ہو۔ (الرفع والوضع ص ۳۴)

حقیقت وصورتِ معراج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج سے کیا سبق ہم کو حاصل کرنا چاہئے، تو سمجھئے کہ معرج کی کیا حقیت ہے۔ لوگ معراج اس کو سمجھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین سے آسمان پر تشریف لے گئے۔ تو خوب سمجھ لیجئے کہ یہ عروج آسمانی حقیقت معراج نہیں بلکہ صورتِ معراج ہے، اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ صورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں سے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حقیقتِ معراج اسی صورت پر موقوف نہیں بلکہ اس کا تحقق دوسری صورتوں سے بھی ہو سکتا تھا، گو جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے محقق ہوئی ہے وہ سب سے افضل واکمل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی حقیقت وصورت دونوں کے جامع ہیں۔

یہاں سے ان لوگوں کی غلطی معلوم ہو گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج صوری یعنی عروجِ آسمانی کا انکار کرتے ہیں اور اس معراج کو منامی یا کشفی بتلاتے ہیں۔ سو یہ بالکل نصوص کے خلاف ہے بلکہ احادیث مشہورہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر تشریف لے جانا ثابت ہے اور بیت المقدس تک تشریف لے جانا تو نصِ قرآنی سے ثابت ہے جس کا انکار بلا تاویل کفر ہے اور بتاویل بدعت۔

ان منکرین معراج آسمانی کے پاس کچھ دلائل تو عقلی ہیں کچھ نقلی۔ عقلی دلائل تو یہ ہیں کہ اس سے افلاک میں خرق والتیام لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فلاسفہ کے پاس خرق والتیام کے امتناع پر کوئی دلیل نہیں اور جب وہ دلائل پیش کریں گے اس وقت انشاء

Marfat.com

اللہ ہم ان سب کا لغو و باطل ہونا ظاہر کر دیں گے چنانچہ متکلمین اس سے فارغ ہو چکے ہیں۔

حقیقی معراج

قرب حق تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا تو حقیقی معراج سب کو حاصل تھی، گو بعض کو صوری نہ ہوئی ہو اور ادریس علیہ السلام کو تو ایک قول پر صوری بھی ہوئی ہے اور مولانا رومی کی تحقیق کے موافق یونس علیہ السلام کو نزولی معراج ہوئی ہے۔ پس ان کو اس طرح قرب ہوا کہ اوپر سے نیچے بلائے گئے اور یہ ضروری نہیں کہ معراج بصورت نزول ناقص ہوا کرے تا کہ اس بناء پر معراج یونسی کو معراج محمدی سے مفضول کہا جاوے گو دوسرے دلائل سے آپ کی معراج سب معراجوں سے افضل ہے مگر محض نزول کو ناقص ماننا اس کی بناء نہیں ہے بلکہ صوفیہ کا مقولہ یہ ہے کہ عروج سے نزول افضل ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں ایک تو آپ کی حالت عروج تھی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے سے اوپر کو جا رہے تھے اور ایک حالت نزول تھی جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوپر سے نیچے کو آ رہے تھے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نزولی حالت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حالت سے اکمل تھی۔

اس سے یہ مت سمجھنا کہ میں یونس علیہ السلام کے نزول کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج پر ترجیح دے رہا ہوں۔ ہرگز نہیں، بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کبھی نزول اور کبھی عروج ہوا ہے تو ان دونوں میں آپ کے عروج سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول افضل تھا باقی آپ کا عروج دوسرے دلائل سے ایسا اکمل ہے کہ وہ دوسروں کے نزول سے بھی افضل ہے مگر اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ نزول فی نفسہٖ نقص نہیں۔

غرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج عروجی تو کامل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج نزولی اکمل ہے سو ان میں فرق کامل اکمل کا ہے ناقص کامل کا نہیں کیونکہ آپ کی جو حالت بھی ہے وہ کمال سے خالی نہیں۔ گو بعض سے زیادہ کامل ہوں مگر ناقص کوئی نہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج نزولی کا معراج عروجی سے افضل ہونا صرف

Marfat.com

صوفیہ کے قول ہی سے ثابت نہیں بلکہ اس پر دلائل موجود ہیں۔

ایک دلیل تو یہ ہے کہ معراج کی غایت حق تعالیٰ نے رویت آیات بیان فرمائی ہے چنانچہ سورہ نجم میں تو فرمایا ہے...... لقد رای من ایات ربه الکبری اور سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے لنریه من ایاتنا اور ظاہر ہے کہ حضور کو آیات دکھلانے سے دو فائدے ہو سکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ آپ کی معرفت زیادہ ہو۔

دوسرے یہ کہ آپ خود دیکھ کر دوسروں کو بتلا دیں۔

خلاصہ یہ کہ معراج سے دو مقصود تھے۔ ایک یہ کہ رویت آیات و ازدیاد علوم سے آپ کی تکمیل ہو۔ دوسرے یہ کہ ان علوم سے آپ دوسروں کی تکمیل کریں پہلا فائدہ لازمی ہے اور دوسرا فائدہ متعدی ہے اور ظاہر ہے کہ جو وقت فائدہ متعدیہ کے ظہور کا ہو گا وہ فائدہ لازمیہ کے وقت سے افضل ہو گا کیونکہ بعثت رسول سے اصل مقصود افادۂ خلائق ہی ہے نیز دوسروں کی تکمیل سے خود رسول کے درجات میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فائدہ متعدیہ کا ظہور بعد نزول کے ہوا تو نزول کا عروج سے افضل ہونا ثابت ہو گا۔

دوسری دلیل یہ آیت ہے: وللآخرۃ خیر لک من الاولی۔ اس کا بیان یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ دنوں نزولِ وحی میں توقف ہو گیا اور کفار نے طعن کیا تو اس سے رسول اللہ پر رنج و غم کا اثر ہوا اور آپ پر حالتِ قبض طاری ہو گئی۔ تو بعد میں حق تعالیٰ نے آپ کی تسلی فرمائی اور سورۃ ضحیٰ نازل ہوئی جس میں اول ان آیات کی قسم کھائی ہے جن کو اس حالت سے خاص مناسبت ہے فرماتے ہیں:

والضحی والیل اذا سجی. ما ودعک ربک وما قلی.

قسم ہے دن کی اور رات کی جب وہ قرار پکڑ لے۔ اس جگہ رات اور دن کی قسم بہت ہی مناسب ہے کیونکہ دن مشابہ ہے حالتِ بسط کے اور نیز رات مشابہ ہے حالتِ قبض کے۔

وجہ تشبیہ ایک تو یہ ہے کہ حالتِ بسط میں انوار کا توارد ہوتا ہے اور دن بھی محل نور ہے اور حالتِ قبض میں وہ انوار نہیں رہتے تو وہ رات کے مشابہ ہے۔

Marfat.com

دوسرے یہ کہ جس طرح دن میں یہ کاروبار زیادہ ہوتے ہیں اسی طرح حالتِ بسط میں سالک سے کام زیادہ ہوتا ہے اور حالت قبض میں کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔ نماز میں دل لگتا ہے نہ ذکر میں، نہ تلاوت میں، تو قبض میں کام کم ہو جاتا ہے۔ وہ رات کے مشابہ ہے کہ اس میں بھی کاروبار بند ہو جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس جگہ رات اور دن کی قسم سے مقام کی یعنی جوابِ قسم ماودعک ربک وما قلی، وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ کی حقیقت بتلادی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سالک پر ان دونوں حالتوں کا آنا ایسا ہے جیسے لیل ونہار کا تعاقب۔ پس جس طرح دن کے بعد رات کا آجانا غیر مقبول ہونے کی علامت نہیں۔ اسی طرح بسط کے بعد کہ تواتر وحی ہے قبض کا آنا کہ توقف وحی ہے غیر مقبول ہونے کی دلیل نہیں بلکہ جس طرح ہم نے عالم میں لیل ونہار کا اختلاف حکمت کے لئے رکھا ہے یونہی سالک پر بسط وقبض کا تعاقب حکمت کے لئے مقرر کیا ہے پس قبض سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔

نیز اس میں قبض کی ایک حکمت کی طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جس طرح دن میں اگرچہ کاروبار زیادہ ہوتا ہے مگر مخلوق کی راحت وآرام کے واسطے رات کا آنا بھی ضروری ہے اگر رات نہ آوے تو کاروبار کا تعب زائل نہ ہو سکے گا راحت وآرام کے لئے دن موضوع نہیں۔ اس کے واسطے رات ہی کا وقت مناسب ہے اسی طرح گو بسط میں سالک سے کام زیادہ ہوتا ہے مگر اس کام کے دوام کے لئے قبض کی بھی ضرورت ہے، اگر ہمیشہ بسط ہی رہے تو ایک نہ ایک دن کام کرتے کرتے اُکتا جائے گا اس لئے ہم قبض کی حالت مسلط کر دیتے ہیں تاکہ یہ زیادہ کام نہ کرے تھوڑے ہی پر اکتفا کرے اور قدرے آرام مل جائے، پھر قبض رفع ہونے کے بعد جو بسط آئے گا تو اس کو پہلے سے زیادہ نشاط عمل میں ہوگا اسی طرح قبض وبسط کے تعاقب سے یہ ہمیشہ کام کرتا رہے گا۔ اسی کو عارف فرماتے ہیں۔

از دست ہجر یار شکایت نمی کنم
گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

اس معنی خیز قسم کے بعد جواب ارشاد فرماتے ہیں: ماودعک ربک وما قلی، آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ وہ آپ سے ناراض ہے، آپ بے فکر رہیں۔ اس

Marfat.com

میں تسلی ہوگئی مگر یہاں ایک شبہ آپ کو ہوسکتا تھا یہ کہ گو قبض و بسط میں لیل و نہار کی طرح تعاقب ہیں اور قبض سے مجھے کچھ تنزل نہیں ہوا مگر بظاہر بسط اس سے افضل ہے کیونکہ اوفق للطبع ہے۔ اس میں کام بھی زیادہ ہوتا ہے۔ توجہ بھی اس میں عالم بالا کی طرف زیادہ رہتی ہے، تو بسط میں ترقی زیادہ ہوتی ہوگی، گو قبض میں بھی خود قبض کے سبب سے تنزل نہ ہوتا مگر ترقی بھی تو بسط کے برابر نہیں ہوتی ہوگی، آگے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں۔

وللاٰخرۃُ خیرٌ لک من الاولیٰ.

یعنی کل حالۃ اخرۃ لک خیر من الحالۃ الاولیٰ......

یعنی آپ کی ہر پچھلی حالت ہر پہلی حالت سے افضل ہے اس لئے زمانہ قبض کی حالت آپ کی اس بسط کی حالت سے افضل تھی جو اس سے پہلے تھی اور جب وہ پہلی حالت سے افضل تھی تو اس میں بھی ترقی بند نہیں ہوئی بلکہ برابر آپ کو ترقی ہو رہی ہے۔

معراج سے پہلا سبق

تو اب واقعہ معراج سے جو سبق ہم کو حاصل ہوا وہ دو باتیں ہیں، ایک یہ کہ معراج کی حقیقت قرب الٰہی ہے اور وہ سب انبیاء کو حاصل ہے، تو یہ نہ کہنا چاہئے کہ معراج صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہوئی ہے اور کسی کو نہیں ہوئی۔ نہیں! بلکہ معراج سب کو ہوئی ہے۔ ہاں اجمالاً اس کہنے کا مضائقہ نہیں کہ حضور کی معراج اوروں کی معراج سے افضل واکمل ہے۔ وہ بھی اس طرح سے کہا جاوے جس میں دوسرے انبیاء کی معراج کی تنقیص نہ ہو بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت و اکملیت کا بیان ہو اور معراج ہی کی کچھ تخصیص نہیں مطلقاً تمام احوال و مقامات انبیاء میں تفصیلی فضیلت جب تک منقول نہ ہو بیان نہ کرنا چاہئے جیسا عام لوگوں کی عادت ہے اور غضب ہے کہ بعض مصنفین بھی آج کل اس کا غلبہ ہے اس مرض میں مبتلا ہیں، میرا تو ایسی باتوں سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک مصنف نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حضور کی اس طرح فضیلت بیان کی ہے کہ حضور نے تو غارِ ثور میں صدیق اکبر کو جب وہ کفار کے آ جانے سے پریشان

Marfat.com

ہوئے یوں تسلی دی تھی لا تحزن ان اللہ معنا، جس میں اول لا تحزن فرما کر غم کو ہلکا کر دیا پھر اپنے ساتھ معیت حق کو بیان فرمایا۔ جس میں خدا تعالیٰ کے ذکر کو مقدم فرمایا اور معیت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی شریک فرمایا کہ صیغہ جمع معنا استعمال فرمایا اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو جب فرعون اور لشکرِ فرعون کے آ جانے سے پریشانی ہوئی اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس پریشانی کو ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا: "کلا ان معی ربی سیھدین" جس میں سب سے پہلے لفظ کلا استعمال فرمایا جو دھمکی کے واسطے موضوع ہے، عربی میں لفظ کلا ایسے ہی موقعہ میں استعمال ہوتا ہے جہاں اردو کا کلا بھی استعمال ہوتا ہے گویا کلے پر طمانچہ مار دیا۔ پھر اپنے ساتھ معیتِ حق کو جو بیان فرمایا ہے تو اپنے ذکر کو خدا تعالیٰ کے ذکر سے مقدم فرمایا یعنی لفظ معی کو ربی سے پہلے ذکر کیا گویا یہ حضرت مصنف سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو بولنا سکھاتے ہیں کہ حضرت آپ کو خدا کا ذکر اپنے ذکر سے پہلے کرنا چاہئے تھا۔ گویا ان کو آدابِ کلام بھی نعوذ باللہ معلوم نہ تھے۔

پھر یہ بھی وجہ فضیلت بیان کی کہ موسیٰ علیہ السلام نے معی بصیغہ مفرد فرمایا جس میں معیتِ الٰہیہ کو اپنے ساتھ خاص کیا قوم کو اپنے ساتھ اس دولت میں شریک نہ کیا۔ مجھے ان مصنف صاحب پر تعجب ہوتا ہے کہ ان کے قلم سے یہ مضمون نکلا کیوں کر!...... میں تو یہ کہوں گا کہ۔

سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجاست

اول تو ان کو ان جزئیات میں کلام کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ حضور کے فضائل کلیہ منصوصہ کیا کم ہیں جو جزئیاتِ غیر منصوصہ سے آپ کا افضل ہونا ثابت کیا جائے اور اگر ان کو ایسا ہی شوق تھا تو یہ غور کرنا چاہئے تھا کہ حضور کا مخاطب کون ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخاطب کون! کیونکہ بلاغت کا مسئلہ ہے کہ ہر حال اور ہر موقع محل کے لئے ایک ہی طرز کلام نہیں ہوتا بلکہ ہر موقع کے لئے جدا طرز ہوا کرتا ہے۔

ہر سخن نکتہ و ہر نکتہ مقامے دارد

میں بطور احتمال کے کہتا ہوں اور دعاؤں کے لئے بمقابلہ مستدل کے احتمال کافی

Marfat.com

ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب حضرت صدیق جیسے لوگ ہوتے تو وہ بھی وہی فرماتے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ ہوتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب تھے تو حضور علیہ السلام بھی وہی فرماتے جو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آپ کے ساتھ غارِ ثور میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جن کی یہ حالت تھی کہ جب حضور غارِ ثور پر پہنچے ہیں تو حضرت صدیق نے اپنی چادر یا لنگی کو پھاڑ کر غار کے تمام سوراخ بند کیے تاکہ کوئی موذی جانور نکل کر حضور کو ایذا نہ دے دے، سارے سوراخ بند ہو گئے مگر ایک رہ گیا، اس کے لئے کپڑا نہ رہا تھا۔ اس پر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا پیر لگا لیا کہ اگر کچھ نکلے گا تو میرے ہی پیر میں کاٹ لے گا حضور علیہ السلام تک نہ پہنچ سکے گا، اس حالت میں جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو کفار کے آ جانے سے پریشانی ہوئی ظاہر ہے کہ وہ پریشانی اپنی جان کے خوف سے نہ تھی بلکہ محض حضور کے خیال سے پریشانی ہوئی تھی کہ ایسا نہ ہو دشمن آپ کو دیکھ پائیں اور حضور کو اذیت پہنچائیں۔ جو شخص اتنا عاشق ہو جس نے سانپ کے بل میں اپنے پیر رکھ دیئے جس میں سانپ نے کاٹ لیا تھا، اس کو بھلا حضور علیہ السلام کے ہوتے ہوئے اپنی جان کا خلا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ان کو جو کچھ خطرہ تھا وہ محض حضور علیہ السلام کی اذیت کا تھا اور اس خطرہ کا منشا بھی محض یہ تھا۔

عشق است و ہزار بدگمانی

ورنہ حضرت صدیق دولتِ توکل سے پوری طرح مالا مال تھے، ایسے شخص کی تسلی کے لئے وہی کلام مناسب تھا جو حضور علیہ السلام نے استعمال فرمایا کہ اول ان کے غم کو ہلکا کرنے کے لئے لاتحزن فرمایا پھر معیت حق میں ان کو بھی شریک فرمایا اور چونکہ آپ کو حصر مقصود نہ تھا اس لئے موافق اصل وضع کے ذکر اللہ کو اپنے ذکر سے مقدم فرمایا۔

اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو لوگ تھے وہ نہ حضرت صدیق کے برابر متوکل تھے نہ ایسے جان نثار تھے کہ ان کو اپنی جان کا خطرہ بالکل نہ تھا، محض موسیٰ علیہ السلام کی اذیت کا خطرہ تھا، بلکہ ظاہر یہ ہے کہ ان کو اپنی جان کا خطرہ تھا پھر خطرہ ہی نہیں بلکہ انہوں نے اس

Marfat.com

کو جزم ویقین کے ساتھ ظاہر کیا۔ قال اصحاب موسیٰ انا لمدرکون، جس میں انا در جملہ اسمیہ اور لام تاکید تین مؤکدات موجود ہیں یعنی بس ہم تو یقیناً پکڑے گئے حالانکہ بارہا دیکھ چکے تھے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی فرعون کے مقابلہ میں کس طرح مدد فرمائی اور اس وقت بھی خدا کے حکم سے اور اس کے وعدۂ نصر کو سن کر چلے تھے، ان تمام امور کے ہوتے ہوئے اتنی پریشانی کہ اپنے پکڑے جانے کا ایسا جزم ہو گیا صاف ان کے غیر متوکل اور غیر کامل الیقین ہونے کی دلیل ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے دھمکا کر فرمایا کلا، گویا ایک چپت لگا دیا، ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا، جس تاکید سے ان لوگوں نے اپنے پکڑے جانے کو ظاہر کیا تھا، اس کا جواب ایسی ہی تاکید سے ہو سکتا تھا جو لفظ کلا میں ہے۔ چونکہ یہ لوگ بدرجۂ کامل الیقین نہ ہونے کے معیتِ حق سے محروم تھے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے حصر کے لئے مؤخر کو مقدم کیا اور مقدم کو مؤخر کیا کیونکہ قاعدہ ہے تقدیم ما حقہ التاخیر یفید الحصر۔ اور اسی وجہ سے معی بصیغہ مفرد فرمایا۔ صیغہ جمع استعمال نہیں فرمایا، مطلب یہ تھا کہ میرے ہی ساتھ میرا پروردگار ہے تم لوگ بوجہ ضعیف الیقین ہونے کے معیتِ حق سے محروم ہو۔

اب بتلایئے اگر حضور اس مقصود کو ادا فرمانا چاہتے جو موسیٰ علیہ السلام نے ادا فرمایا، کیا اس وقت بھی آپ لا تحزن ان اللہ معنا ہی فرماتے؟ جو لوگ بلاغت سے کچھ ذوق رکھتے ہیں وہ کبھی اس کے قائل نہ ہوں گے بلکہ وہ اس کہنے پر مجبور ہوں گے کہ اس مقصود کے ادا کے لئے حضور علیہ السلام بھی وہی اختیار فرماتے جو موسیٰ علیہ السلام نے اختیار فرمایا۔

لیجئے تفصیل جزئیات میں کلام ایسا ہوتا ہے کہ اس میں ایک ادنیٰ طالب علم بھی احتمال نکال کر باطل کر سکتا ہے، اس لئے حضور علیہ السلام کے فضائل میں ہمیشہ اجمالی گفتگو کرنی چاہئے، تفصیلی کلام کبھی نہ کرنا چاہئے، مثلاً معراج کے بارہ میں اجمالاً یہ کہنے کا مضائقہ نہیں کہ حضور علیہ السلام کی معراج دیگر انبیاء کی معراج سے اکمل وافضل ہے کیونکہ آپ سید الانبیاء ہیں، آپ کو حق تعالیٰ سے جس درجہ قرب ہے وہ سب کے قرب سے بڑھا ہوا ہے اور معراج کی حقیقت قرب ہی ہے اور تفصیل کر کے یوں مت کہو کہ حضور علیہ السلام کی

Marfat.com

معراج یونس علیہ السلام کی معراج سے اس لئے افضل ہے کہ آپ نیچے سے اوپر بلائے گئے اور وہ اوپر سے نیچے بلائے گئے، کیونکہ میں بتلا چکا ہوں کہ نزول بنفسہٖ وجہ نقص نہیں بلکہ نزول تو ہر صاحب عروج کا اس کے عروج سے افضل ہوتا ہے گو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یونس علیہ السلام کا نزول حضور علیہ السلام کے عروج سے افضل ہو مگر تاہم یہ تو معلوم ہو گیا کہ نزول فی نفسہٖ سبب نقص نہیں، اگر نزول کو علی الاطلاق نقص کہا جاوے تو نعوذ باللہ آپ حق تعالیٰ کے لئے بھی نقص کو ثابت کریں گے کیونکہ وہاں بھی نزول ثابت ہے، حدیث میں ہے:

ینزّل ربّنا تبارک وتعالٰی کلّ لیلةٍ الی السماء الدنیا......

پس نہ عروج علی الاطلاق افضل ہوا نہ نزول، بلکہ جس کو جو عطا ہو جائے وہی افضل ہے۔ ایک سبق تو یہ ہوا۔ اور اس مقام پر چند شبہات ہیں:

اول:۔ اوپر سے نیچے آنے کو جو معراج نزولی کہا گیا ہے نہ صرف مکان کے اعتبار سے بلکہ حقیقت نزول کے اعتبار سے مگر اتفاق سے وہ حقیقت اس صورت کے ساتھ مقرون ہو گئی۔

دوم:۔ کسی نبی یا ولی کے کسی عروج کو جو اس کے کسی نزول سے افضل کہا گیا ہے اس سے اکلیہ میں شبہ نہ کیا جاوے کہ نزول افضل ہوتا ہے کیونکہ عروج کا افضل ہونا باعتبار بعض خصوصیات مقصودہ کے ہوتا ہے۔

سوم:۔ یونس علیہ السلام کا نیچے جانا نزول کہا گیا ہے اور نزول کی افضلیت باعتبار توجہ الی الخلق للافادۃ کے قرار دی گئی ہے۔ سو اس وقت یہ افادہ کہاں تھا۔

جواب یہ ہے کہ ایک وجہ نزول کے افضل ہونے کی غلبہ انکسار و افتقار بھی ہے سو یہ حاصل تھا اور قبض کا انفع ہونا بسط سے اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔

معراج سے دوسرا سبق

دوسرا سبق اس واقعۂ معراج سالکین کو یہ حاصل ہوا کہ وہ جو اپنے حالات کا فیصلہ خود کر لیا کرتے ہیں یہ ان کی غلطی ہے۔ مثلاً پہلے ذکر میں جی لگتا تھا خطرات نہ آتے تھے،

Marfat.com

انوار کی کثرت تھی اس کو وہ افضل حالت سمجھتے ہیں پھر خطرات آنے لگے، انوار میں کمی ہوگئی تو اب سمجھتے ہیں کہ ہم مردود ہوگئے۔ خبر بھی ہے کہ وہ عروج کی حالت تھی اور یہ نزول کی حالت ہے اور معراج کی حقیقت آپ کو معلوم ہو چکی ہے کہ معراج کبھی عروج سے ہوتی ہے کبھی نزول سے ہوتی ہے اور دونوں حالتیں مقبول ہیں۔ پھر تم نزول کو ادون کیوں سمجھتے ہو، پس سالک کی تو یہ حالت ہونا چاہئے:

تو بندگی چوں گدایاں بشرط مزد مکن
کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

چاہے قبض ہو یا بسط، ہر حال میں خدا سے راضی رہے اور اپنے لئے کوئی حالت تجویز نہ کرے۔ اگر قبض کسی معصیت کی وجہ سے نہ ہو تو پھر اس کو نزول پر محمول کرنا چاہئے جو کہ صوفیاء کے نزدیک عروج سے افضل ہے مگر اپنے لئے تجویز اس کو بھی نہ کرے بلکہ جب بسط عطا ہو تو اسی میں خوش رہے۔ حق تعالیٰ نے قبض و بسط و نزول و عروج تمہاری مصلحت کے لئے عطا فرمایا ہے۔ وہی مصلحت کو خوب جانتے ہیں۔ ایک عارف فرماتے ہیں:

بگوش گل چہ سخن گفت کہ خنداں است
بہ عندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں است

گل سے صاحب بسط مراد ہے اور عندلیب سے صاحبِ قبض۔ مطلب یہ ہے کہ سب اسی کے باغ کی پروردہ ہیں، گل بھی اور عندلیب بھی، کسی کا خندہ ان کو پسند ہے اس کو بسط عطا فرما دیا یا کسی کا نالہ وگریہ پسند ہے اس کو قبض عطا فرما دیا۔ تم کو تجویز کا کوئی حق نہیں۔ ہر حال میں راضی رہنا چاہئے۔ اصل مقصود معیت ہے اور وہ سب ان احوال میں حاصل ہے صرف لون مختلف ہے۔ اسی کو مولانا "وھو معکم اینما کنتم" کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

گر بعلم آئیم ما ایوان اوست
ور بجہل آئیم ما زندان اوست
گر بخواب آئیم مستان ویئم
ور بہ بیداری بدستان ویئم

Marfat.com

اور جہل سے مراد جہل غیر مضر ہے اور بعض دفعہ سالک پر ایسی حالت پیش آتی ہے کہ نہ اس کا قبض ہونا معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی بسط ہونا، اس میں سالک حیران ہوتا ہے کہ میں اپنی اس حالت کو کیسے سمجھوں، کچھ پتا نہیں چلتا کہ یہ حالت کیسی ہے۔ مولانا اس کے متعلق فرماتے ہیں:

در تردّد ہر کہ او آشفتہ است

حق بگوش او معما گفتہ است

یعنی پریشان نہ ہو محبوب نے تمہارے کان میں معما کہہ دیا ہے جس کا مطلب حل نہ ہونے سے پریشانی ہو رہی ہے کبھی وہ عاشق کے امتحان کے لیے ایسی بات فرما دیا کرتے ہیں جس سے وہ چکر میں پڑ جائے۔ حیرت کی ایک قسم یہ بھی ہے۔ مولانا نے حیرت کے اقسام بیان فرمائے ہیں کہ ایک تو حیرت محمودہ ہے اور ایک حیرت مذمومہ۔ حیرت مذمومہ وہ ہے جس کا منشاء جہل محض ہو کہ اس کو محبوب کا راستہ ہی نہیں ملا بلکہ رستہ سے الٹا جا رہا ہے اس کی حیرت تو حیرت مذمومہ ہے۔ اور ایک حیرت وہ ہے جس کا منشاء کثرت علوم ہو کہ محبوب کا پتہ تو لگا لیا ہے رستہ پر چل رہا ہے مگر کسی تجلی کے تواتر سے حیران ہو گیا ہے اسی کو فرماتے ہیں:

گہ چنیں بنماید و گہ ضد ایں

جز کہ حیرانی نباشد کار دیں

آگے بعض دوسری اقسام کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے دوست

بل چنیں حیراں کہ درویش سوئے دوست

آں یکے حیراں کہ رویش سوئے دوست

واں دگر حیراں کہ رویش سوئے دوست

خلاصہ مجموعہ اشعار کا یہ ہے کہ جس کے کان میں حق تعالیٰ معما فرماتے ہیں اس کو ایسی حیرت ہو جاتی ہے جیسے کوئی عاشق محبوب کا چہرہ دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے اور غیر سالک کو یا اس سالک کو جو شریعت کے خلاف سلوک طے کر رہا ہو جو پریشانی پیش آتی ہے وہ حیرت

Marfat.com

مذمومہ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ پشتش سوئے دوست کہ محبوب کی طرف پشت ہونے کی وجہ سے پریشان ہے، پس جو سالک شریعت کے موافق چل رہا ہو اس کو کسی حالت سے پریشان نہ ہونا چاہئے۔ عارف شیرازی فرماتے ہیں:

در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر اوست
بر صراطِ مستقیم اے دل کسے گمراہ نیست

صراطِ مستقیم سے شریعت مراد ہے، اگر سالک کسی معصیت میں مبتلا نہ ہو تو پھر قبض ہو یا بسط، ہر حال میں راضی رہے پریشان نہ ہو۔ مولانا فرماتے ہیں:

چونکہ قبضے یدت اے راہ رو
آں صلاح تست آلیس دل مشو
چونکہ قبض آمد تو دردے بسط بیں
تازہ باش و چیں میفکن برجبیں

ہاں احتیاطاً کثرتِ استغفار قبض کی حالت میں کر لینی چاہئے۔ ممکن ہے کہ یہ قبض کسی ظاہری یا باطنی گناہ سے آیا ہو تو استغفار سے اس کا تدارک ہو جاوے گا۔

ہر چہ بر تو آید از ظلمات و غم
آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
غم چوں بینی زود استغفار کن
غم بامرِ خالق آمد کار کن

مولانا تو محقق ہیں۔ اس لئے ذرا دھیمی طرح تسلی فرماتے ہیں مگر جو آزاد ہیں وہ کان کھول کر دوٹوک بات کہتے ہیں چنانچہ سرمد آزاد ان لوگوں کو خطاب کر کے کہتے ہیں جو قبض و بسط کے تعاقب سے پریشان ہوتے اور اپنے لئے ہمیشہ بسط ہی رہنا تجویز کرتے ہیں:

سرمد گلہ اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد

Marfat.com

یا تن برضائے دوست می باید داد
یا قطع نظر زیار می باید کرد

یعنی یہ کیا روز روز کی شکایتیں لئے پھرتے ہو، بس سن لو کہ یہ محبوب تو ایسا ہی ہے جو کبھی تم کو خوش کرے گا اور کبھی رُلائے گا۔ اب دو باتوں میں سے ایک بات کرو، یا تو جان و تن اس پر نثار کر دو اور جس حال میں وہ رکھے اس پر راضی رہو ورنہ پھر ایسے محبوب ہی کو چھوڑ دو کیونکہ وہ تمہاری مرضی کا تابع نہ ہوگا۔ اپنی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے اگر اس کی محبت کا دعویٰ ہے تو بس چپکے چپکے پڑے رہو، کان نہ ہلاؤ، ورنہ جاؤ اس محبوب کو چھوڑ کر کسی دوسرے محبوب کو تلاش کر لو۔ واقعی سنار کی کھٹ کھٹ لوہار کی ایک، پورا علاج ان لوگوں کا حضرت سرمد نے کیا ہے، مولانا کے سمجھانے سے تو سیدھے نہ ہوئے تھے اب سب درست ہو گئے۔

بس طالب کا مذاق تو وہ ہونا چاہئے جیسا حضرت سعدیؒ نے ایک بزرگ کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ ایک رات وہ تہجد کے لئے اٹھے تو ندا آئی کہ تو جو کچھ بھی کرتا رہ یہاں کچھ قبول نہیں۔ اور ندا بھی اس زور سے آئی کہ ان بزرگ کے ایک مرید نے بھی سن لی۔ خیر اس رات تو نماز پڑھ کر لیٹ رہے۔ اگلی رات ہوئی تو پھر وہ اپنا بوریا بندھنا لے کر اٹھے، مرید نے کہا کہ حضرت ایسی بھی کیا بے غیرتی ہے کہ وہاں تو کچھ قبول نہیں ہوتا اور آپ پھر پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ شیخ نے جواب دیا کہ برخوردار! یہ تو سب کچھ ہے کہ میرا عمل وہاں قبول نہیں مگر تم مجھے یہ بتلا دو کہ پھر اس در کو چھوڑ کر جاؤں کہاں؟ کوئی اور در بھی تو نہیں جہاں جاؤں۔ میں تو اسی در پر پڑا رہوں گا، قبول سے مجھے کیا بحث!

توانی ازاں دل بپر داختن
کہ دانی کہ بے اُو تواں ساختن

اس جواب پر جس میں عبدیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، رحمت کو جوش ہوا اور ندا آئی:

قبول است اگرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہے دگر نیستت

Marfat.com

کہ جاؤ قبول کرلیا، گو ہنر تو کچھ نہ تھا مگر یہ دیکھ کر رحم آ گیا کہ ہمارے سوا تیری پناہ کسی جگہ نہیں۔

بس عاشق کو تو ایسا ہونا چاہئے کہ وہ سچ مچ بھی رَد کردیں جب بھی لپٹا ہی رہے۔ سعدیؒ فرماتے ہیں:

اگر دعوتم رَد کنی ور قبول
من و دست و دامانِ آلِ رسولؐ

پھر کیا ایسے کو قبول نہ کریں گے جو رَد پر بھی راضی ہو؟ ضرور قبول کریں گے مگر وہ کبھی اپنے عشاق کا امتحان لیا کرتے ہیں کہ دیکھیں ان کا عشق کس درجہ کا ہے۔ یہ ہمارے رَد کرنے پر بھی لپٹے رہتے ہیں یا چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ تو کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ حق تعالیٰ امتحان بھی نہ کریں؟ عاشق کو اس چاہنے کا کوئی حق نہیں۔

صاحبو! عشاق تو رَد کرنے پر بھی نہیں گھبرائے۔ آپ صرف قبض و بسط ہی سے گھبرا گئے، تعجب ہے! بس اگر طالب ہو تو کام میں لگے رہو۔ اس کی پرواہ نہ کرو کہ ذکر میں دل لگتا ہے یا نہیں لگتا۔ ہمارے حاجی صاحب سے جو کوئی کہتا کہ حضرت ذکر سے نفع نہیں ہوتا، تو آپ جوش کے ساتھ فرماتے کہ کیا یہ نفع کچھ کم ہے کہ تم ذکر تو کرتے ہو۔ پھر فرماتے:

یا بم او را یا نہ یابم جستجوئے می کنیم
حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنیم

غرض سالک کو ہر حال میں راضی رہنا چاہئے (اس موقعہ پر عصر کی اذان ہوگئی تو فرمایا کہ) بس اب میں اس بیان کا خلاصہ بیان کر کے ختم ہی کرنے والا ہوں۔

خلاصۂ بیان

خلاصہ سارے بیان کا یہ ہوا کہ واقعۂ معراج سے ہماری دو غلطیوں کا ازالہ ہوا۔ ایک تو یہ کہ ہم لوگ مقاماتِ انبیاء میں کلام کرتے ہیں سو ہم کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔ تم کبھی اپنے قیاس سے یہ نہ کہو کہ فلاں نبی کا یہ مقام تھا اور یہ مقام دوسرے نبی کو حاصل نہ تھا، تم کو انبیاء

Marfat.com

کے مقامات کی کیا خبر جو تم یہ فیصلے کرنے چلے ہو۔ اس کی وہی مثال ہے کہ لومڑی شیروں کا فیصلہ کرے۔ اور اس کا ضمیمہ یہ بھی ہے کہ اولیاء کے مقامات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی طرح اولیاء کے بھی مقامات مختلف ہوتے ہیں۔ آج کل لوگ اس مرض میں بہت مبتلا ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ میرے پیر کا تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوتا، جاڑے ہوں یا گرمی، سفر ہو یا حضر، ہمیشہ اپنے معمولات کو بخوبی پورا کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے کے پیر میں یہ کمال نہیں، اس کے معمولات کبھی ناغہ بھی ہو جاتے ہیں، تو وہ کہتا ہے کہ میرے حضرت کو خدا تعالیٰ کی طرف ایسی توجہ دائم رہتی ہے کہ اس میں کبھی فرق نہیں آتا، ان کو معمولاتِ ظاہری سے معمولاتِ قلبیہ کا زیادہ اہتمام ہے۔ غرض کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ کہتا ہے۔ یہ سب خرافات ہے۔ بس جس سے جس کو نفع ہو رہا ہو اس سے لگا لپٹا رہے، تم کو تفصیل کے لئے کس نے کہا ہے۔ سالکین کو مقاماتِ اولیاء میں کبھی کلام نہ کرنا چاہئے۔

دوسرا سبق یہ حاصل ہوا کہ سالک اپنے کسی غیر اختیاری حال کو بُرا نہ سمجھے بشرطیکہ شریعت پر مستقیم ہو۔ شریعت پر استقامت کے ساتھ جو حال بھی پیش آئے اس پر راضی رہے اور سب کو عروج و نزول پر محمول کرتا رہے۔ یعنی کوئی حال عروج ہے کوئی نزول ہے اور دونوں نعمت ہیں۔ بس اب میں ختم کرتا ہوں اور اس وعظ کا نام الرفع والوضع تجویز کرتا ہوں کیونکہ اس میں معراج کی حقیقت عروج و نزول ہی بتلائی گئی ہے اور وضع و رفع کے بھی یہی معنی ہیں۔ اس کے بعد دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم سلیم عطا فرمائے اور عمل کی توفیق عطا دیں۔ آمین والحمد للہ رب العالمین. وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولانا محمدٍ خیر خلقہٖ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

Marfat.com

رسول اکرم ﷺ کا عظیم معجزہ

معراج النبیؐ...... حقائق وواقعات

شیخ الحدیث مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، فرماتے ہیں:

محترم حاضرین و برادرانِ اسلام! اس وقت میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کے مختلف مقامات سے چند آیات تلاوت کی ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۶۰ اور آیت اور ان کے درمیان سورۃ النجم کی آیات ۱۳ تا ۱۸ آپ نے سماعت فرمائی ہیں۔ ان آیاتِ مبارکہ کا تعلق اہلِ ایمان کے ایک عقیدے کے ساتھ ہے اور انہی آیات میں ایک نہایت ہی اہم واقعہ کی طرف اشارات بھی ہیں۔ جو نبی کریم ﷺ کی زندگی مبارک میں پیش آیا۔ اس واقعہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان کو عزت بخشی اور آپ کی ذات بابرکات کو رفعت و بلندی تک پہنچایا۔ یہ عظیم واقعہ اولاً حضور علیہ السلام کے لئے باعث صد اعزاز ہے تو ثانیاً ساری امت کے لئے بھی باعث فخر ہے۔ اس واقعہ کو معراج کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا وقوع مسلمانوں کے عقیدے میں داخل ہے۔ قرآن پاک میں اس واقعہ کے لئے اسراء کا لفظ آیا ہے جبکہ احادیث میں اس کے لئے معراج کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ محدثین کرام نے اس واقعہ سے متعلق باب باندھتے وقت دونوں الفاظ یعنی اسراء اور معراج کے نام سے باب باندھے ہیں۔ چنانچہ اس نام کے ابواب حدیث کی تمام کتب میں موجود ہیں اور ہر مسلمان حضور علیہ السلام کی زندگی میں پیش آنے والے اس اہم واقعہ کا کچھ نہ کچھ تصور ضرور رکھتا ہے۔ چونکہ اس واقعہ کو نبی علیہ السلام کے مناقب، فضائل اور خصوصیات کے ساتھ بھی تعلق ہے اس لئے اس واقعہ کو آپ کی زندگی میں پیش

Marfat.com

آنے والے دیگر واقعات کی نسبت زیادہ نمایاں حیثیت حاصل ہے۔اس واقعہ کا اول تا آخر ایک ایک جزو نہایت ہی حیرت انگیز ہے۔اگرچہ انبیاء علیہم السلام کے تمام معجزات حیرت انگیز ہوتے ہیں مگر یہ واقعہ سب سے زیادہ عجیب وغریب ہے۔معجزات کے متعلق اہل سنت والجماعت اور تمام اہل حق کا عقیدہ ہے کہ ہر پیغمبر کا معجزہ برحق ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔معجزات انبیاء کا تذکرہ قرآن وحدیث میں بکثرت ملتا ہے۔

قرآن بطور خصوصی معجزہ

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو عام معجزات کے علاوہ کوئی نہ کوئی خاص معجزہ بھی عطا کیا ہے اور میرا خصوصی معجزہ "وحی اوحی اللہ الی" وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف کی ہے یعنی قرآن کریم۔فرمایا سابقہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات وقتی تھے جو اپنی افادیت پوری کرنے کے بعد ختم ہو گئے مگر میری نبوت چونکہ دائمی ہے اس لئے اللہ نے مجھے خصوصی معجزہ بھی قرآن کی شکل میں دائمی عطا کیا ہے۔قیامت تک موجود رہے گا۔اس بنا پر فرمایا "فارجوا ان اکون اکثرھم تابعًا یوم القیامۃ" مجھے اُمید ہے کہ قیامت والے دن میرے متبعین تمام انبیاء سے زیادہ ہوں گے۔لوگ قرآن پاک کو پڑھیں گے،اس کو سمجھیں گے،اس پر ایمان لائیں گے اور پھر میرا اتباع کریں گے لہٰذا میرے امتیوں کی تعداد بھی دیگر انبیاء کے امتیوں سے زیادہ ہوگی۔

احادیث اور سیرت کی کتابوں میں یہ ذکر موجود ہے کہ اس خصوصی معجزے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کے دست مبارک پر کم وبیش تین ہزار معجزات ظاہر فرمائے،جن میں سے سب سے حیرت انگیز معراج کا معجزہ ہے۔واقعہ معراج احادیث میں پینتالیس صحابہ کرامؓ سے منقول ہے۔جسے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے مختلف مجالس میں بیان فرمایا۔اس واقعہ کا انکار صرف گمراہ لوگوں نے کیا ہے یا ان لوگوں نے بھی جو ہر معاملے میں عقل پر مدار رکھتے ہیں اور چیز ان کی عقل میں نہ آئے اس کا انکار کر دیتے ہیں۔

Marfat.com

عقل اور معجزہ:

عقل ایک بیش قیمت جوہر ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کیا ہے۔ انسان اس عقل کی وجہ سے مکلف بنتا ہے، اس پر قانون کی پابندی عائد ہوتی ہے اور عدم پابندی کی صورت میں یہ قابلِ مؤاخذہ بھی ہے۔ بایں ہمہ اہلِ ایمان کا عقیدہ ہے کہ ایمان کا مدار عقل پر نہیں بلکہ وحی الٰہی پر ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے وحی الٰہی کا باب ہی اپنی کتاب میں اس طرح باندھا ہے: "کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم" یعنی حضور ﷺ پر وحی کی ابتداء کس طرح ہوئی۔ امام صاحبؒ نے صحیح بخاری کا آغاز اس باب سے اس لئے کیا ہے کہ ایمان کے تمام ارکان کا مدار وحی پر ہے نہ کہ عقل انسانی پر۔ انسانی عقل کا ایک خاص دائرہ کار ہے جس میں وہ کام کرتی ہے جیسے کھانا پینا، کام کاج کرنا، سونا جاگنا، اپنی تکلیف وراحت کا خیال رکھنا وغیرہ۔ مگر اس دائرے سے باہر امور میں عقل کام نہیں کرسکتی۔ وہاں انسان کی دستگیری وحی الٰہی کے ذریعے ہوتی ہے اور اللہ کا پیغمبر انسان کا ہاتھ پکڑ کر اس کو راستہ بتاتا ہے۔

دیکھئے تمام انسانی حواس کا اپنا دائرہ کار ہے جس کے اندر وہ کام کرتے ہیں اور اس سے باہر ان کی افادیت ختم ہو جاتی ہے، مثلاً کان کا ایک اپنا دائرہ کار ہے جو صرف سماعت تک محدود ہے۔ اگر کوئی شخص کان سے بصارت کا کام لینا چاہے تو نہیں لے سکے گا کیونکہ یہ کام کان کے دائرہ کار سے باہر ہے۔ اسی طرح آنکھ کا دائرہ کار دیکھنا ہے وہ دیکھ تو سکتی ہے مگر سن نہیں سکتی۔ اسی طرح عقل کا بھی ایک دائرہ کار ہے جس سے باہر نکل کر وہ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس لئے میں نے عرض کیا کہ ایمان عقل کے دائرہ کار سے باہر ہے لہٰذا کسی چیز پر ایمان لانے کے لئے عقل کو مدار نہیں بانیا جائے گا بلکہ اس کے لئے وحی الٰہی کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے منتخب بندوں انبیائے کرام علیہم السلام پر نازل فرماتا ہے۔

مذکورہ حقیقت کی بنا پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ انسان کا کمال یہ ہے وہ اپنے جذبات، خواہشات اور خیالات کو تو اپنی عقل کے تابع رکھے مگر عقل کو شریعت کے تابع رکھے۔ انسانی عقل اسی وقت صحیح کام کرے گی جب وہ نورِ الٰہی سے منور ہو

Marfat.com

گی۔ اس کے برخلاف اگر کوئی شخص اپنی خواہشات وجذبات کو عقل کے تابع نہیں رکھتا اور عقل کو شریعت کے تابع نہیں رکھتا تو وہ گمراہی میں چلا جائے گا۔ اسے صحیح راستہ میسر نہیں آ سکے گا اور وہ ادھر ادھر یونہی بھٹکتا پھرے گا۔

میں نے عرض کیا کہ بعض چیزیں عقل کے خلاف تو نہیں مگر وہ عقل کے دائرہ سے باہر ہیں۔ اس لئے عقل کی ان تک رسائی نہیں، مثلاً قرآن پاک کی بہت سی آیات، اس کے احکام اور صلتیں ایسی ہیں جو انسانی عقل میں نہیں آ سکتیں۔ اسی لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہر معاملہ میں ہمیں اپنی عقل کو ہی معیار نہیں بنانا چاہئے بلکہ جب اللہ کا رسول کوئی بات بتا دے تو اس کو فوراً تسلیم کر لینا چاہئے کیونکہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی عقل کامل اور ہماری عقل ناقص ہے۔ اس لئے اگر انسان بعض چیزوں کو اپنی عقل کے ساتھ تولنا چاہے تو وہ نہیں تل سکتیں بلکہ عقل میں آ ہی نہیں سکتیں۔

امام ابن خلدونؒ نے مقدمہ تاریخ میں لکھا ہے کہ بڑی چیز کو تولنے کیلئے ترازو بھی بڑی چاہیے۔ مثلاً اگر آپ کو سوٹن وزنی چیز تولنی ہے تو آپ اسے سنار کے نازک ترازو پر تو نہیں تول سکتے بلکہ اس کے لئے بہت بڑے کنڈے کی ضرورت ہوگی جو پورے ٹرک یا ریل کے ڈبے کو اپنے اوپر برداشت کر سکے۔ فرماتے کہ اسی طرح انسان کے اعمال، عالم برزخ، پل صراط، عالم آخرت وغیرہ کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے عام انسانی عقل کام نہیں دیتی بلکہ ایسی چیزوں کو سمجھنے کے لئے وحی الٰہی پر اعتماد کرنا پڑتا ہے اور فرمودۂ رسول پر یقین لانا ضروری ہوتا ہے خواہ وہ چیز ہماری اس ناقص عقل میں آئے یا نہ آئے۔ واقعۂ معراج بھی اسی قبیل سے ہے۔ یہ اتنا غیر معمولی اور حیرت انگیز واقعہ ہے جو انسانی عقل میں نہیں آ سکتا، لہٰذا اسی پر ایمان لانا ہی ضروری ہے کہ اللہ کے نبی نے جو فرما دیا وہ برحق ہے۔

معراج بحالت خواب یا بیداری

میں عرض کروں گا کہ واقعۂ معراج کے متعلق ہر مومن کا ایمان ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اپنے جسم اور روح کے ساتھ حالت بیداری میں مکہ مکرمہ سے بیت المقدس اور پھر

Marfat.com

وہاں سے عالم بالا تک رات کے تھوڑے سے حصے میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام آسمانی اور آسمان سے اوپر جنت، دوزخ اور اپنی قدرت کی بہت سی نشانیاں دکھلا دیں جن کا ذکر قرآن پاک میں اجمالی طور پر اور احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ مگر بعض حضرات اس واقعہ کو خواب پر محمول کرتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ حضور ﷺ نے خواب میں پیش آنے والے بھی اس قسم کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ مثلاً فرمایا کہ میں رات کو خواب میں بہشت میں پہنچا اور وہاں پر مجھے فلاں صحابی کی شکل دکھائی گئی یا فلاں واقعہ پیش آیا۔ مطلب یہ ہے کہ خواب کے دوران ساتوں آسمانوں کے اوپر جنت یا دوزخ کا مشاہدہ کر لینا کوئی ایسی حیرت انگیز چیز نہیں ہے کہ جس کا انکار کر دیا جائے اور جس پر جھگڑا کھڑا کر دیا جائے۔ عام لوگوں کو بھی بعض اوقات عجیب و غریب خواب آتے رہتے ہیں۔ مگر ان کو سن کر کوئی شخص انکار نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ ہاں بھائی، ہو سکتا ہے کہ تم نے نیند کی حالت میں ان چیزوں کا مشاہدہ کیا ہو۔ البتہ ایسے واقعہ کے انکار کا جواز اس وقت نکلتا ہے جب کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے حالت بیداری میں منٹوں سیکنڈوں کے وقفہ میں ہزاروں اور لاکھوں میل کا سفر طے کیا ہے اور پھر یہ چیزیں دیکھی ہیں۔ اسی طرح اگر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے رات کو خواب میں فلاں فلاں جگہ کی سیر کی ہے اور وہاں فلاں فلاں چیزوں کا مشاہدہ کیا ہے تو کسی کو انکار کی گنجائش نہ ہو گی مگر حقیقت یہ ہے کہ سفر معراج سے واپس آ کر صبح کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کا ذکر عام لوگوں کے سامنے کیا تو کافروں نے اس کی تصدیق کرنے کی بجائے فوراً انکار کر دیا، اس پر اعتراض کیا بلکہ اس عجیب و غریب واقعہ کو تمسخر کا نشانہ بنایا۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ واقعہ معراج حضور ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح اور جسم کے ساتھ پیش آیا۔ ورنہ اس پر اعتراض اور اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

معراج روحانی یا جسمانی:

واقعہ معراج کی حقیقت کو ایک اور طریقے سے بھی سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ مرزا

Marfat.com

قادیانی اور اس قسم کے دوسرے گمراہ لوگوں کا خیال ہے کہ کوئی انسان اس کثیف جسم کے ساتھ عالم بالا میں جا ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا حضور ﷺ کو جو معراج ہوا وہ جسمانی نہیں بلکہ روحانی تھا۔ علمائے حق نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی ہے اور جسمانی معراج کے حق میں تحریر و تقریر کے ذریعے بہت سے دلائل پیش کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں جن کی روشنی میں ہر صاحب عقل آدمی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا نظریہ غلط ہے اور حضور ﷺ کا معراج جسمانی تھا جو کہ آپ نے روح اور جسم دونوں کے ساتھ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے معراج کے واقعہ کے سلسلہ میں لفظ عبد استعمال کیا ہے: "سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ" خدا تعالیٰ وہ ذات ہے جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی"۔ اب عبد سے کیا مراد ہے؟ امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں "العبد مجموع الروح والجسد" یعنی عبد کا اطلاق اس ہستی پر ہوتا ہے جو روح اور جسم کا مجموعہ ہو۔ گویا نہ تو اکیلے جسم کو عبد کہہ سکتے ہیں اور نہ اکیلی روح کو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے سلسلہ میں اپنے نبی کے لئے عبد لا کر واضح کر دیا ہے کہ اس نے اپنے بندے کو بیت اللہ شریف سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے عالمِ بالا تک کی سیر روح اور جسم کے ساتھ کرائی نہ کہ صرف روح کے ساتھ۔

قرآن پاک میں بہت سی آیات ہیں جو لفظ عبد کو مذکورہ معانی پر محمول کرتی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا "فاسر بعبادی لیلًا انکم متبعون O (الدخان: ۲۳) میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل چلو، فرعونی ضرور تمہارا پیچھا کریں گے"۔ ظاہر ہے کہ یہاں بندوں سے مراد بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جو روح اور جسم کا مجموعہ تھے اور جن کو موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مظالم سے نجات دلانا چاہتے تھے۔ عبد کی ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو چیلنج دے رکھا ہے۔ "ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہٖ"...... (البقرہ: ۲۳) اے دنیا جہان کے لوگو! اگر تمہیں اس چیز میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی

Marfat.com

ہے یعنی قرآن مجید، تو اس جیسی ایک سورۃ ہی بنا کر لے آؤ۔ یہاں بھی عبد سے مراد حضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہے جو روح اور جسم دونوں سے مرکب ہے۔ آگے چلئے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا، "واذکر عبدنا ایوب...... (سورۃ ص:۴۱) آپ ہمارے بندے ایوب علیہ السلام کا تذکرہ کریں"۔ آپ بھی اللہ کے عبد یعنی روح اور جسم رکھتے تھے۔ سورۃ الفرقان کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ نے اس لفظ سے کیا ہے "تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہٖ ...... بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی وہ ذات جس نے اپنے بندے محمد ﷺ پر قرآن جیسی عظیم کتاب نازل فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ نے اپنی آخری کتاب صرف کسی روح یا جسم پر نہیں بلکہ روح اور جسم کے مرکب انسان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی ہے۔ جب شیطان نے اللہ سے مہلت طلب کی تا کہ وہ اس کے بندوں کو گمراہ کر سکے تو اللہ نے فرمایا "ان عبادی لیس لک علیھم سلطانٌ" (الحجر:۴۲) کہ میرے خاص بندوں پر تیرا غلبہ نہیں ہوگا"۔ یہاں بھی بندوں سے مراد اللہ کی بہترین مخلوق انسان ہیں، جو آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور جنہیں شیطان ہمیشہ گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ پر عبد کا اطلاق دوسری جگہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مکی زندگی میں کفار حضور علیہ السلام اور اہلِ ایمان کو سخت تکالیف پہنچاتے تھے حتیٰ کہ آپ کو نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اللہ نے ابوجہل کے متعلق فرمایا "ارایت الذی ینھٰی ○ عبدًا اذا صلّیٰ ○ (العلق:۹،۱۰) اس (بدبخت) کی طرف دیکھو جو اللہ کے بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے۔ اسی معراج کے واقعہ سے متعلق سورۃ النجم میں ہے "فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ ○ (آیت:۱۱) پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندے کی طرف وحی کی، جو بھی وحی کی۔

ان تمام مثالوں سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی عبد کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے جیتا جاگتا انسان مراد ہے جو روح اور جسم دونوں سے مل کر بنا ہے۔ نہ تو صرف روح کو انسان یا بندہ کہا جا سکتا ہے اور نہ خالی جسم کو بندہ کہہ سکتے ہیں۔ جب تک اس میں روح یا جان نہ ہو۔ تو اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے "اسریٰ بعبدہٖ" کہہ کر وضاحت کر دی ہے کہ اس نے اپنے خاص بندے کو روح اور جسم کے ساتھ حالتِ بیداری میں بیت

Marfat.com

اللہ سے بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے عالم بالا تک سیر کرائی۔ گویا یہ معراج جسمانی تھی نہ کی صرف روحانی۔

تاریخ واقعہ معراج نبویؐ

طبقات ابن سعد کی روایت میں آتا ہے کہ مکی زندگی کے دوران حضور ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ مولا کریم! مجھے جنت اور دوزخ کا مشاہدہ کرا۔ چنانچہ اس دعا کو اللہ نے شرف قبولیت بخشا اور آپ کو بذریعہ معراج جنت، دوزخ اور اپنی قدرت کی دیگر بہت سی نشانیوں کا مشاہدہ کرادیا۔

معراج نبوی ﷺ کے وقوع کے سلسلے میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ معراج ہجرت نبوی سے اٹھارہ ماہ پہلے پیش آیا۔ بعض فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ نبوت معراج ماہ رمضان کی سترہ تاریک کو پیش آیا۔ تاہم زیادہ یہ مشہور ہے کہ اس دن رجب کی ستائیس تاریخ تھی۔ اس لئے رجب کا مہینہ معراج اور زکوٰۃ کا مہینہ کہلاتا ہے۔ زکوٰۃ کا مہینہ اس لئے کہ حضرت عثمان ؓ کے دورِ خلافت سے لے کر عام طور لوگ اسی مہینہ میں زکوٰۃ کا حساب کر کے ادا کرتے ہیں۔ تاہم بعض لوگ ماہ رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنا زیادہ افضل سمجھتے ہیں۔ اتفاق سے آج رجب کی ۲۶ ویں اور رات ستائیسویں ہے جس رات معراج کا واقعہ پیش آیا۔ اس واقعہ سے پہلے نبوت کے دس سال گذر چکے تھے اور اس طرح گویا حضور ﷺ کو ہجرت سے تین سال قبل معراج ہوا۔

۱۰ نبوی غم کے سال کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اسی سال حضورا کو بہت سی پریشانیاں اٹھانی پڑیں اور معراج کا واقعہ بھی اسی سال پیش آیا۔ اسی سال پیش آنے والا ایک اہم اور غم دہ واقعہ ام مؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہے۔ آپ ﷺ نے اس نیک بخت خاتون سے اس وقت نکاح کیا جب آپ ﷺ کی عمر مبارک صرف پچیس سال تھی۔ اس کے برخلاف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر اس وقت چالیس برس تھی اور اس سے پہلے ان کے دو خاوند یکے بعد دیگرے فوت ہو چکے تھے اور انہوں نے تیسرے نمبر

Marfat.com

پر حضور ﷺ سے نکاح کیا۔ مکی زندگی کے پُرفتن زمانہ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کی بڑی اخلاقی اور مالی حمایت جاری رکھی۔ حضور ﷺ کو ان سے بھی بڑا اُنس تھا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کی حینِ حیات کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے جوانی کا پورا عرصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارا اور پھر ان کی وفات کے بعد ۵۳ سال کی عمر میں دوسرا نکاح حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کیا۔ مشہور ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لانے والی یہی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کی قبر مکہ مکرمہ کے قدیمی قبرستان جنت المعلیٰ میں ہے۔

حضور ﷺ کے لئے دوسرا اندوہناک واقعہ جو ۱۰ ہجری میں پیش آیا، وہ آپ کے چچا ابو طالب کی وفات ہے جو ام المومنین کی وفات کے ۳۵ دن بعد ہوئی۔ ابو طالب اگرچہ ایمان نہیں لائے مگر انہوں نے حضور ﷺ کی کفار کے مقابلہ میں زبردست حمایت کی۔ صحیح حدیث کے مطابق جب ابو طالب کا آخری وقت آیا تو اس وقت ابو جہل اور دیگر سردارانِ قریش آپ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ حضور ﷺ کو اپنے چچا سے بڑی ہمدردی تھی کیونکہ انہوں نے نہ صرف آپ کی پرورش کی تھی بلکہ مکی زندگی کے پُرآشوب دور میں آپ کی حمایت، جاری رکھی۔ آپ نے اپنے چچا کو مخاطب کر کے فرمایا "یا عم قل لا الٰہ الا اللّٰہ" اے چچا، اب بھی وقت ہے کلمہ پڑھ لو، تاکہ میں قیامت کے دن خدا کے دربار میں گواہی دے سکوں کہ میرے چچا نے ایمان قبول کر لیا تھا۔ اس وقت ابو جہل اور عبد اللہ بن اُمیہ پاس موجود تھے۔ وہ کہنے لگے، ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کی ملت سے رخ پھیر لو گے؟ یہ لوگ ابو طالب سے بات کرتے رہے حتیٰ کہ ان کی آخری بات یہ تھی "انا علیٰ دین ابی" یعنی میں اپنے باپ دادا کے دین پر جا رہا ہوں۔ اس واقعہ سے حضور ﷺ کو مزید دکھ پہنچا کہ ان کا غمگسار اسلام قبول کیے بغیر مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا، چچا میں تمہارے لیے بخشش کی دعا کرتا رہوں گا "ما لم انہی" جب تک کہ ایسا کرنے سے روک نہ دیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی منظور نہ تھا، اس لئے قرآن میں ایک آیت نازل فرما دی "انک لا تھدی من احببت ولکن اللّٰہ یھدی من یشاء" (القصص:۵۶) اے پیغمبر! جسے آپ چاہیں راہِ راست پر

Marfat.com

نہیں لا سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے۔ غرض کہ آپ کو ابوطالب کی وفات سے بھی سخت تکلیف پہنچی۔

اس کے بعد حضور علیہ السلام کی تکالیف میں مزید اضافہ ہو گیا۔ پھر اسی دوران آپ نے مکہ سے اُسّی میل دور واقع طائف کا سفر اختیار کیا کہ شاید وہاں پر لوگ آپ پر ایمان لے آئیں اور آپ کی تکالیف میں کمی واقع ہو سکے۔ آپؐ نے وہاں پر اپنے دس روزہ قیام کے دوران طائف کے سرداروں اور عام لوگوں پر اسلام پیش کیا مگر کسی ایک مرد یا عورت نے بھی آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ اس کے برخلاف شہر کے غنڈے آپ کے پیچھے لگا دیئے جو آپ کو پتھر مارتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک موقع پر آپ لہولہان ہو کر گر پڑے۔ آپ کے خادم حضرت زید﷜ اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے ہر چند آپ کو غنڈوں کے شر سے بچانے کی کوشش کی مگر اس تگ و دو میں وہ بھی زخمی ہو گئے۔ پھر آپ قرن تغالب کے مقام پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یہ جگہ طائف کے باغات کے علاقہ میں ہے۔ اب وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جہاں لوگ تبرکاً نماز پڑھتے ہیں۔

طائف سے مایوس ہو کر آپ واپس مکہ تشریف لے گئے مگر آپ کے لئے شہر مکہ میں داخلہ مزید مشکل ہو چکا تھا۔ غار حرا کے مقام پر پہنچ کر آپ نے ایک قریشی سردار عدی کو اپنی حمایت کے لئے پیغام بھیجا تاکہ مکہ میں آپ کا داخلہ اور پھر قیام ممکن ہو سکے۔ اس شخص نے آپ کی حمایت کا یقین دلایا اور ساتھ اپنے بیٹوں کو کہہ دیا کہ جب محمد ﷺ بیت اللہ شریف کے پاس آئیں تو انہیں کوئی بدبخت چھیڑنے نہ پائے۔ چنانچہ عدی کے بیٹے مسلح ہو کر خانہ کعبہ کے قریب آ گئے، آپ مکہ میں داخل ہوئے اور پھر سیدھے بیت اللہ شریف پہنچ کر طواف کیا۔ یہ عدی کی اس دن کی حمایت کا نتیجہ تھا کہ حضور ﷺ نے جنگ بدر کے ستر قیدیوں کے متعلق فرمایا کہ اگر آج عدی زندہ ہوتا اور وہ ان قیدیوں کی رہائی کی سفارش کرتا تو میں ضرور سفارش قبول کر لیتا۔

معراج کے لئے تیاری

حضور ﷺ کا معراج کس مقام سے شروع ہوا، اس کے متعلق روایات میں

Marfat.com

اختلاف ہے۔ بعض روایات کے مطابق آپ مکہ مکرمہ میں اپنے آبائی گھر میں سوئے ہوئے تھے اور بعض روایات کے مطابق آپ اس رات حطیم میں محو خواب تھے۔ تاہم زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ اپنے چچازاد بہن ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں قیام پذیر تھے۔

روایات کے مطابق اللہ کے فرشتے اُم ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر آئے انہوں نے گھر کی چھت کو پھاڑا اور حضور علیہ السلام کو گھر کے دروازے کے راستے نکالنے کے بجائے چھت پھاڑ کر نکالا اور پھر آپ کو حطیم میں لے آئے۔ آپ کو گھر سے نکالنے کے بعد فرشتوں نے گھر کی چھت کو پھر سے برابر کر دیا۔ حطیم پہنچ کر آپ تھوڑی دیر کے لئے لیٹ گئے۔ پھر فرشتوں نے آپ کو اپنے ہاتھوں پر اٹھایا، آپ کا سینہ مبارک پیٹ تک چاک کیا۔ آپ کا قلب مبارک نکال کر سونے کے طشت میں رکھا اور زم زم کے پانی سے دھویا۔ اس مقصد کے لئے کوثر اور سلسبیل کا پانی بھی استعمال ہو سکتا تھا مگر جیسا کہ مؤرخ فاسی نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے، آبِ زم زم کوثر اور سلسبیل سے زیادہ افضل ہے۔ یہ وہ متبرک پانی ہے جسے اللہ نے فرشتے کے ذریعے مکہ جیسی بے آب و گیاہ سرزمین سے نکالا۔ اس ارض مقدس کا یہ واحد تبرک ہے جو حاجی صاحبان اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ اگرچہ کھجوریں بھی اس سرزمین میں پیدا ہوتی ہیں مگر ان کے تبرک کے متعلق یقین سے نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ کھجوریں حرمین الشریفین میں دیگر عرب ممالک سے بھی بڑی مقدار میں درآمد ہوتی ہیں۔ بہرحال آبِ زم زم کے متعلق حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ پانی خود بھی خود سیر ہو کر پیو اور دوسروں کے لئے بھی لے جاؤ آبِ زم زم کے علاوہ اس سرزمین کا وہ بیش قیمت تبرک بھی ہے جو ایک مومن کو طواف، سعی، حج و عمرہ، دعاؤں اور خدا کی رحمت و بخشش کی صورت حاصل ہوتا ہے۔ بہرحال فرشتوں نے حضور ﷺ کے قلب مبارک کو آبِ زمزم کے متبرک پانی سے غسل دیا پھر آپ کے قلب کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا اور پھر آپ کا سینہ مبارک سی کر برابر کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس کے "ثم انزلت" پھر فرشتوں نے مجھے اپنے ہاتھوں سے نیچے اتار دیا۔

یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کے سینہ کو عمر بھر میں چار مرتبہ چاک کیا گیا ہے۔ پہلی

Marfat.com

دفعہ چار سال کی عمر میں آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا جبکہ آپ دیارِ بنی بکر میں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیر پرورش تھے۔ پھر آپ کے ساتھ ایسا ہی واقعہ ۱۲ سال کی عمر میں پیش آیا جبکہ ایک آدمی کے شباب کا آغاز ہوتا ہے۔ تیسری دفعہ آپ کا سینہ مبارک چالیس سال کی عمر میں چاک کیا گیا جبکہ آپ کے کندھوں پر نبوت کا بار ڈالا جانے والا تھا اور پھر چوتھی مرتبہ شرح صدر معراج کے موقع پر ہوا تاکہ آپ معراج کے سفر میں پیش آنے والے غیر معمولی واقعات کو برداشت کر سکیں۔

میں نے روایت بیان کی ہے حضور ﷺ کے قلب مبارک کے غسل کے لئے فرشتوں نے سونے کا طشت استعمال کیا۔ شاید کسی صاحب کے دل میں یہ بات آئے کہ سونے کا استعمال تو مسلمان مرد کیلئے روا نہیں ہے تو یہ واقعہ کیسے پیش آیا؟ تو بھائی! کسی مغالطے میں نہ رہنا، سونے کا استعمال مردوں کے لئے بلاشبہ جائز نہیں مگر سونے کا جو طشت حضور ﷺ کے شرح صدر کے وقت استعمال کیا گیا، وہ کسی انسان کا نہیں بلکہ فرشتوں کا کام تھا لہٰذا فرشتوں کے کام کو انسانی کام پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ دیکھئے ہمارے لئے تو تصویر کشی بھی ناجائز ہے مگر حضور ﷺ کو ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریشمی کپڑے پر بنی ہوئی تصویر خواب میں دکھائی گئی جو کہ آپ کی ایک خصوصیت ہے۔ آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ یہ آپ کی زوجہ محترمہ کی تصویر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ خواب ایسا ہی ہے تو استعمال کرنا بالکل درست تھا۔

بیت اللہ سے بیت المقدس تک

جب فرشتوں نے آپ کے قلب کو آبِ زمزم سے غسل دے کر اپنے ہاتھوں سے نیچے اتار دیا تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ”ثم اوتیت بالبراق“ پھر میرے پاس براق لایا گیا۔ یہ ایک جانور ہے جس کا رنگ سفید ہے۔ یہ قد میں گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جانور کو وہ سرعت رفتار عطا فرمائی ہے کہ اس کا ہر قدم انسان کی نگاہ پڑنے والی جگہ پر پڑتا ہے۔ فرمایا مجھے اس براق پر سوار کرایا گیا۔ زمینی سفر شروع ہوا، جبریل

Marfat.com

علیہ السلام ہمراہ تھے۔ چلتے چلتے راستے میں کھجوروں والی پتھریلی زمین آ گئی۔ مجھے حکم ہوا کہ سواری سے نیچے اتر کر دو رکعت نماز ادا کریں۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ مدینہ طیبہ کا مقام ہے اس کو اس زمانے میں یثرب کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ آپ نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ سفر دوبارہ شروع ہوا اور آگے سفید زمین کا ایک خطہ آ گیا۔ آپ کو حکم ہوا کہ یہاں اتر کر بھی دو رکعت نماز ادا کریں۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ مدین یا طور سینا کا مقام ہے۔ (ایک روایت میں مدین اور دوسری میں طور سینا آتا ہے) آپ نے وہاں پر بھی نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ بیت اللحم پہنچے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تھی۔ حسب معمول آپ ﷺ نے وہاں اتر کر بھی دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد بیت المقدس پہنچ گئے۔ آپ نے وہاں اتر کر براق کو اس حلقے کے ساتھ باندھ دیا جس کے ساتھ اللہ کے اکثر نبی اپنی سواری کے جانور باندھا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی امامت کا شرف حاصل کیا۔

عالم بالا کا سفر

بیت المقدس سے آگے عالم بالا کا سفر شروع ہوتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق ایک سیڑھی لائی گئی دوسری روایت میں دو سیڑھیوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک سیڑھی پر حضور ﷺ چڑھے اور دوسری پر جبرائیل علیہ السلام۔ بعض فرماتے ہیں کہ سیڑھی تو ضرور لائی گئی مگر یہ سفر بھی براق پر ہی شروع ہوا اور عالم بالا کے یہ مسافر آسمان کی طرف چڑھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے کل سات آسمان پیدا فرمائے جن کا ذکر قرآن پاک میں متعدد بار آتا ہے تاہم ان کی کیفیت انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہماری سمجھ میں صرف اس قدر آ سکتا ہے کہ زمین کی طرح آسمان بھی ایک کرہ ہے مختلف عناصر سے تخلیق کیا گیا ہے، تاہم آسمان کے عناصر زمین کے عناصر سے زیادہ لطیف ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ چاند بھی ایک کرہ ہے جو مختلف عناصر کا مجموعہ ہے۔ اب تو لوگ چاند پر بھی پہنچ چکے ہیں اور ثابت ہو چکا ہے کہ وہاں کی مٹی میں بھی زمین کی مٹی جیسی نشوونما کی قوت موجود ہے۔ البتہ اس کا رنگ زمینی مٹی

Marfat.com

سے مختلف ہے۔ چاند کی سطح پر پہاڑ، غار، درے اور صحرا ہیں مگر وہاں پر پانی نایاب ہے۔ اس لئے انسان کے لئے چاند کی سطح پر کچھ وقت گزارنا سخت محنت طلب اور مہنگا ہے۔ سائنس دانوں کے اندازے کے مطابق چاند پر ایک پونڈ پانی پہنچانے پر کم از کم تیس لاکھ پاؤنڈ خرچ آئیں گے، لہٰذا وہاں پر انسان کا آباد ہونا تو ناممکن ہے۔ البتہ بطور سیر یا سائنسی تحقیقات کی خاطر ایک محدود وقت کے لئے امریکی بھی پہنچے ہیں اور کچھ دوسرے لوگ بھی اس تگ و دو میں مصروف ہیں۔

زمین بطور انسانی قرار گاہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیدا کردہ بہت سے کروں میں انسان کے لئے صرف زمین کو ہی قرار گاہ بنایا جیسا کہ اس کا فرمان ہے "**ولکم فی الارض مستقر و متاع الیٰ حین**" (البقرہ:۳۶) اے ابن آدم! تمہارے لئے زمین ہی قرار گاہ اور فائدہ اٹھانے کی جگہ ہے۔ اس کرہ پر اللہ نے انسانی حیات کے لئے ضروری اشیا کو وافر مقدار میں مفت مہیا کر دیا ہے جن سر فہرست ہوا، روشنی پانی وغیرہ ہیں۔ لہٰذا انسان کی آسان ترین گزران زمین پر ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کسی دوسرے کرے میں ٹھہرنا چاہے گا تو اس کا قیام عارضی اور تکلیف دہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ انسان زمین سے باہر کسی بھی دوسرے سیارے میں چلا جائے وہ اس کی مستقل منزل نہیں ہوگی۔

چاند یا کسی دوسرے سیارے پر انسانی زندگی کی بقا اس لحاظ سے نہایت مشکل ہے کہ وہاں کی سردی اور گرمی زمین پر پائی جانے والی سردی اور گرمی کی نسبت اس قدر زیادہ ہے جو انسان کے لئے قابل برداشت نہیں ہے۔ وہاں کی گرمی یہاں کی نسبت اڑھائی سو درجے زیادہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں کا لباس وہاں پہن لے تو وہ فوراً جل جائے۔ اسی طرح سردی کو برداشت کرنے کے لئے بھی یہ لباس ناکافی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق چاند پر پہنچنے کے لئے خصوصی لباس کی ضرورت ہے جو وہاں کی گرمی اور سردی برداشت کر سکے اور ہر ایسے ایک جوڑے پر لاکھوں روپے خرچ

Marfat.com

آئیں گے۔

آج سے کچھ عرصہ تک بعض لوگ واقعہ معراج کو اس لئے بھی جسمانی تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے کہ کثیف عناصر کا مرکب اور کثیف عناصر سے بنی ہوئی زمین پر رہنے والا لطیف عناصر کے مجموعہ عالم بالا تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ مگر اب آپ نے دیکھ لیا کہ انسان خلائی گاڑی میں بیٹھ کر اور خلائی لباس پہن کر زمین کی کشش ثقل سے نکل کر چاند پر قدم رکھ چکا ہے۔ اس پورے سفر کا انتظام خود انسان نے اپنی عقل و شعور اور سائنسی تجربات کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ اب اگر ایسا ہی انتظام خود اللہ تعالیٰ کردے جو ساری کائنات کا خالق اور مالک ہے تو اس میں کون سی چیز مانع ہے؟ اس لئے اللہ نے اس عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ کا تذکرہ اس انداز کے ساتھ کیا ہے۔ "بعبدہٖ لیلًا مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ" ہر نقص اور عیب سے پاک ہی وہ ذات جو اپنے خاص بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی اور پھر وہاں سے آگے عالم بالا کی بلندیوں تک کہ جہاں تک اس کی مشیت تھی اور مسجد اقصیٰ اللہ کا وہ گھر ہے۔ "الذی بارکنا حولہٗ" جس کے اردگرد کو ہم نے بابرکت بنایا ہے اور اس پورے سفر سے مقصود یہ ہے "انہٗ ھو السمیع البصیر" بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک۔

(تاریخ خطبہ۔ ۲۶ رجب ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۳ جون ۱۹۸۰ء)

Marfat.com

معراج اور جدید سائنسی تحقیقات

موجودہ صدی میں یوں تو بہت سے سائنسی نظریات پیش ہوئے مگر ان میں سب سے زیادہ معروف نظریہ آئن سٹائن کا نظریہ اضافیت (Theory of Relativity) کہلاتا ہے۔ اس نظریے کی آمد نے کائنات اور قوانین کائنات کے بارے میں ہمارے انداز نظر کو ایک نیا زاویہ بہم پہنچایا اور ہمارے ذہن کو وسعت دی۔

جب کبھی واقعہ معراج کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمارے یہاں سائنسی حلقوں سے لے کر علمائے کرام تک اسی نظریے کا حوالہ دیتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج پر جانا اور ایک طویل مدت گزار کر واپس آنا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر عدم موجودگی میں وقت کا نہ گزرنا نظریہ اضافیت سے ثابت ہوتا ہے۔ مگر میں اس خیال سے اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی ٹھوس دلیل چند سطور بعد پیش کی جائے گی۔ تاہم پہلے نظریہ اضافیت سے کماحقہٗ تعارف حاصل کر لیا جائے تا کہ طبیعیات سے تعلق رکھنے والوں کے ذہن میں نظریہ اضافیت کے نکات تازہ ہو جائیں اور ایک عام قاری کے لیے نظریہ اضافیت کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ سائنس انسانی شعور کے ارتقاء کا عروج ہے لیکن سائنس دان اور دانشور یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں کہ انسان قدرت کی ودیعت کردہ صلاحیتوں کا ابھی تک صرف پانچ فیصد حصہ استعمال کر سکا ہے۔ قدرت کی عطا کردہ بقیہ پچانوے فیصد صلاحیتیں انسان سے پوشیدہ ہیں۔ وہ علم جو سو فیصد صلاحیتوں کا احاطہ کرتا ہو،

Marfat.com

اُسی پانچ فیصدی محدود ذہن سے سمجھنا ناممکن امر ہے۔ واقعہ معراج ایک ایسی ہی مسلمہ حقیقت ہے اور علم ہے جو سائنسی توجیہ کا محتاج نہیں ہے۔

یہ نظریہ دو حصوں پر مبنی ہے۔ ایک حصہ ''نظریۂ اضافیت خصوصی'' (Special Theory of Relativity) کہلاتا ہے جب کہ دوسرا حصہ ''نظریہ اضافیت عمومی'' (General Theory of Relativity) کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ خصوصی نظریہ اضافیت کو سمجھنے کے لئے ہم ایک مثال کا سہارا لیں گے۔

فرض کیجئے کہ ایک ایسا راکٹ بنا لیا گیا ہے جو روشنی کی رفتار (یعنی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ) سے ذرا کم رفتار پر سفر کر سکتا ہے۔ اس راکٹ پر خلاء بازوں کی ایک ٹیم روانہ کی جاتی ہے۔ راکٹ کی رفتار اتنی زیادہ ہے کہ زمین پر موجود تمام لوگ اس کے مقابلے میں بے حس و حرکت نظر آتے ہیں۔ راکٹ کا یہ عملہ مسلسل ایک سال تک اسی رفتار سے خلاء میں سفر کرنے کے بعد زمین کی طرف پلٹتا ہے اور اسی تیزی سے واپسی کا سفر بھی کرتا ہے۔ مگر جب وہ زمین پر پہنچتے ہیں تو انہیں علم ہوتا ہے کہ یہاں تو ان کی غیر موجودگی میں ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اپنے جن دوستوں کو وہ لانچنگ پیڈ پر خدا حافظ کہہ کر گئے تھے، انہیں مرے ہوئے بھی پچاس برس سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور جن بچوں کو وہ غاؤں غاؤں کرتا ہوا گود میں چھوڑ کر گئے تھے وہ سن رسیدہ بوڑھوں کی حیثیت سے ان کا استقبال کر رہے ہیں۔ وہ شدید طور پر حیران ہوتے ہیں کہ انہوں نے تو سفر میں صرف دو سال گزارے ہیں لیکن زمین پر اتنے برس کس طرح گزر گئے۔ اضافیت میں اسے ''جڑواں تناقضہ'' (Twins Paradox) کہا جاتا ہے اور اس تناقضے کا جواب خصوصی نظریہ اضافیت ''وقت میں تاخیر'' (Time Diolation) کے ذریعے فراہم کرتا ہے۔ جب کسی چیز کی رفتار بے انتہا بڑھ جائے اور روشنی کی رفتار کے قریب پہنچنے لگے تو اس وقت ساکن لوگوں کے مقابلے میں سست پڑنا شروع ہو جاتا ہے یعنی یہ ممکن ہے کہ جب ہماری مثال کے خلائی مسافروں کے لئے ایک سیکنڈ گزرا ہو تو زمینی باشندوں پر اسی دوران میں کئی گھنٹے گزر گئے ہوں۔

اسی مثال کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ وقت صرف متحرک شے کے لئے آہستہ ہوتا

Marfat.com

ہے، لہٰذا اگر کوئی ساکن فرد مذکورہ راکٹ میں سوار اپنے کسی دوست کا منتظر ہے تو اس کے لیے انتظار کے لمحے طویل ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آ کر ہم نظریہ اضافیت کے ذریعے واقعہ معراج کی توجیہ میں غلطی کر جاتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے سفر سے واپس آئے تو حجرہ مبارک کے دروازے پر لٹکی ہوئی کنڈی اسی طرح ہل رہی تھی جیسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔ گویا اتنے طویل عرصے میں زمین پر ایک لمحہ بھی نہیں گزرا۔ اگر خصوصی نظریہ اضافیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعے کی حقانیت جاننے کی کوشش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ اصلاً زمین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں کئی برس گزر جانے چاہئے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا۔

نظریہ اضافیت ہی کا دوسرا حصہ یعنی ''عمومی نظریہ اضافیت'' ہمارے سوال کا تسلی بخش جواب ہے۔ عمومی نظریہ اضافیت میں آئن اسٹائن نے وقت (زمان) اور خلاء (مکان) کو ایک دوسرے سے مربوط کر کے زمان و مکان (Time and Space) کی مخلوط شکل میں پیش کیا ہے اور کائنات کی اسی انداز سے منظر کشی کی ہے۔ کائنات میں تین جہتیں مکانی (Sapatial Dimensions) ہیں جنہیں ہم لمبائی، چوڑائی اور اونچائی (یا موٹائی) سے تعبیر کرتے ہیں، جب کہ ایک جہت زمانی ہے جسے ہم وقت کہتے ہیں۔ اس طرح عمومی اضافیت نے کائنات کو زمان و مکان کی ایک چادر (Sheet) کے طور پر پیش کیا ہے۔

تمام کہکشائیں، جھرمٹ، ستارے، سیارے، سیارچے اور شہابیے وغیرہ کائنات کی اسی زمانی چادر پر منحصر ہیں اور قدرت کی جانب سے عائد کردہ پابندیوں کے تابع ہیں۔ انسان چونکہ اسی کائنات مظاہر کا باشندہ ہے لہٰذا اس کی کیفیت بھی کچھ مختلف نہیں۔ آئن اسٹائن کے عمومی نظریہ اضافیت کے تحت کائنات کے کسی بھی حصے کو زمان و مکان کی اس چادر میں ایک نقطے کی حیثیت سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس نظریے نے انسان کو احساس دلایا ہے کہ وہ کتنا بے وقعت اور کس قدر محدود ہے۔

یہاں آ کر ہم ایک نکتہ اٹھائیں گے اور وہ یہ کہ کیا کائنات صرف وہی ہے جو طبعی

Marfat.com

طور پر قابلِ مشاہدہ ہے؟ ایسی دیگر کائناتیں ممکن نہیں جو ایک دوسرے سے قریب، متوازی اور جداگانہ انداز میں پہلو بہ پہلو وجود رکھتی ہوں؟

اس کا جواب ہے "ہاں"۔

لیکن اگر ایسا ممکن ہے تو پھر ہم ایسی دیگر کائناتوں کا مشاہدہ کیوں نہیں کر پاتے؟ اس بات کی وضاحت ذرا سی پیچیدہ اور توجہ طلب ہے۔ اس لیے یہاں ہم ایک اور مثال کا سہارا لیں گے جس سے ہمیں اپنی محدودیت کا صحیح اندازہ ہوگا۔

کارل ساگان (Carl Sagan) جو ایک مشہور امریکی ماہر فلکیات ہے، اپنی کتاب "کائنات" (Cosmos) میں ایک فرضی مخلوق کا تصور پیش کرتا ہے جو صرف دو جہتی (Two Dimensional) ہے۔ وہ میز کی سطح پر پڑنے والے سائے کی مانند ہیں۔ انہیں صرف دو مکانی جہتیں ہی معلوم ہیں۔ جن میں وہ خود وجود رکھتے ہیں یعنی لمبائی اور چوڑائی۔ کیونکہ وہ ان ہی دو جہتوں میں محدود ہیں لہٰذا وہ نہ تو موٹائی یا اونچائی کا ادراک کر سکتے ہیں اور نہ ہی ان کے یہاں موٹائی یا اونچائی کا کوئی تصور ہے۔ وہ صرف ایک سطح (Surface) پر ہی رہتے ہیں۔ ایسی ہی کسی مخلوق سے انسان جیسی سہ جہتی (Three Dimensional) مخلوق کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ راہ و رسم بڑھانے کے لئے سہ جہتی مخلوق، اس دو جہتی مخلوق کو آواز دے کر پکارتی ہے۔ اس پر دو جہتی مخلوق ڈر جاتی اور سمجھتی ہے کہ یہ آواز اس کے اپنے اندر سے آئی ہے۔

سہ جہتی مخلوق، دو جہتی سطح میں داخل ہو جاتی ہے تاکہ اپنا دیدار کرا سکے مگر دو جہتی مخلوق کی تمام تر حسیات صرف دو جہتوں تک ہی محدود ہیں۔ اس لیے وہ سہ جہتی مخلوق کے جسم کا وہی حصہ دیکھ پاتی ہے جو اس سطح پر ہے۔ وہ مزید خوفزدہ ہو جاتی ہے۔ اس کا خوف دور کرنے کے لئے سہ جہتی مخلوق، دو جہتی مخلوق کو اونچائی کی سمت اٹھا لیتی ہے اور وہ اپنی دنیا والوں کی نظر میں "غائب" ہو جاتا ہے جبکہ وہ اپنے اصل مقام سے ذرا سا اوپر جاتا ہے۔ سہ جہتی مخلوق اسے اونچائی اور موٹائی والی چیزیں دکھاتی ہے اور بتاتی ہے کہ یہ ایک اور جہت ہے جس کا مشاہدہ وہ اپنی دو جہتی دنیا میں رہتے ہوئے نہیں کر سکتا۔ آخر کار دو جہتی مخلوق کو

Marfat.com

اس کی دنیا میں چھوڑ کر سہ جہتی مخلوق رخصت ہو جاتی ہے۔ اس انوکھے تجربے کے بارے میں جب یہ دو جہتی مخلوق اپنے دوستوں کو بتاتی ہے اور یہ کہتی ہے کہ اس نے ایک نئی جہت کا سفر کیا ہے جسے اونچائی کہتے ہیں، مگر اپنی دنیا کی محدودیت کے باعث وہ اپنے دوستوں کو یہ سمجھانے سے قاصر ہے کہ اونچائی والی جہت کس طرف ہے۔ اس کے دوست اس سے کہتے ہیں کہ آرام کرو اور ذہن پر دباؤ نہ ڈالو کیونکہ ان کے خیال میں اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

ہم انسانوں کی کیفیت بھی دو جہتی سطح پر محدود اس مخلوق کی مانند ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ہماری طبعی قفس (Physical Prison) چہار جہتی ہے اور اسے ہم وسیع و عریض کائنات کے طور پر جانتے ہیں۔ ہماری طرح کائنات میں روبہ عمل طبعی قوانین بھی ان ہی چہار جہتوں پر چلنے کے پابند ہیں اور ان سے باہر نہیں جا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ عالم بالا کی کائنات کی تفہیم ہمارے لیے ناممکن ہے اور اس جہاں دیگر کے مظاہر ہمارے مشاہدات سے بالاتر ہیں۔

اب ہم واپس آتے ہیں اپنے اصل موضوع کی طرف۔ عالم دنیا یعنی قابل مشاہدہ کائنات اور عالم بالا یعنی ہمارے مشاہدے و ادراک سے ماوراء کائنات دو الگ زمانی و مکانی چادریں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کے قریب تو ہو سکتی ہیں لیکن بے انتہا قربت کے باوجود ایک کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا دوسری کائنات میں ہونے والے عمل پر نہ اثر پڑے گا اور نہ ہی اسے وہاں محسوس کیا جائے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زمان و مکان کی کائناتی چادر کے ایک نقطے پر سے دوسری زمانی و مکانی چادر پر پہنچے اور معراج کے مشاہدات کے بعد (خواہ اس کی مدت کتنی ہی طویل کیوں نہ رہی ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمان و مکان کی کائناتی چادر کے بالکل اسی نقطے پر واپس پہنچ گئے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے قبل تھے۔ اور یہ وہی نقطہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دروازے کی کنڈی اسی طرح ہلتی ہوئی ملی جیسی کہ وہ چھوڑ کر گئے تھے۔ گویا معراج کے واقعے میں وقت کی تاخیر کے بجائے زمان و مکان میں سفر والا نظریہ زیادہ صحیح محسوس ہوتا ہے۔

راقم کی ناقص رائے میں واقعہ معراج کی دلیل کے طور پر "روشنی کی رفتار سے سفر"

Marfat.com

کے بجائے مختلف زمان ومکان کے مابین سفر والا تصور زیادہ صحیح ،اور سائنسی ابہام سے پاک ہے جس کی مدد سے خصوصی نظریہ اضافیت کے تحت پیدا ہونے والے سوالات کا تسلی بخش جواب دیا جا سکتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

سبحان الّذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً مّن المسجد الحرام اِلی المسجد الاقصی الّذی بٰرکنا حولہٗ لنریہٗ من ایٰتنآ اِنّہٗ ھو السّمیع البصیر O (بنی اسرائیل: ۱)

"پاک ہے ذات اس (خدا) کی جس نے سیر کرائی اپنے بندے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے ایک حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کا ماحول (اردگرد) ہم نے مبارک بنایا تا کہ اس (بندے) کو کچھ نشانیاں دکھائیں یقیناً وہ (یعنی اللہ) بہت سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

اگر مسجد حرام سے کعبہ مراد لیا جائے اور مسجد اقصیٰ سے بیت المقدس والی مسجد مراد لی جائے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ کا سفر کیا مسجد اقصیٰ کی تعریف قرآن یوں کر رہا ہے کہ اس کا ماحول بہت مبارک ہے اور اسی ماحول میں اللہ کی بہت بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ قارئین کرام! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ساتوں آسمانوں کے ملکوت اور عجائبات کی سیر اور بہشت اور دوزخ کے نظارے کرتے ہوئے عرشِ معلیٰ پر تشریف لے گئے جب واپس آئے تو دروازے کی زنجیر ہل رہی تھی اور بستر جس پر آپ استراحت فرما رہے تھے ویسا ہی گرم تھا اور پانی بھی چل رہا تھا۔ اس وجہ سے بعض مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ خواب میں دیکھا تھا مذہب اہلبیت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بجسدِ عنصری آسمانوں پر تشریف لے گئے۔

Marfat.com

چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب میں لکھا ہے کہ:

"بہ آیات واحادیث متواترہ ثابت گردیدہ کہ حق تعالیٰ حضرت رسول اللہ رادر یک شب از مکہ معظمہ سوئے مسجد اقصیٰ واز آنجا بہ آسمانہا سدرہ المنتہیٰ عرش معلیٰ سیر فرمود واحادیث متواترہ خاصہ وعامہ دلالت میکند کہ عروج آں حضرت بہ بدن بود نہ روح بے بدن ودر بیداری بود نہ درخواہ۔"

احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور وہاں سے آسمانوں میں سدرۃ المنتہیٰ اور عرش معلیٰ کی سیر کرائی اور یہ معراج بدن سے تھی نہ کہ بے بدن روح سے تھی اور بیداری میں تھی نہ کہ خواب میں۔

ولقد اوحینآ الیٰ موسیٰٓ ان اسر بعبادی. (طٰہٰ: ۷۷)

"اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میرے بندوں کو راتوں رات نکال لے جاؤ۔"

یہاں لفظ اسر ہے اور معراج والی آیت میں بھی اسر ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بہ نفس نفیس نکال کر لے گئے تھے بنی اسرائیل کے خواب میں سمندر پار نہیں کرایا گیا تھا۔ خواب کے لیے لفظ نوم ہے جو یہاں استعمال نہیں ہوا۔

اس واقعے کی بہت سی تفاسیر میری نظر سے گزری ہیں یہ واقعہ لوگوں کی سمجھ میں اس لیے نہیں آ رہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ایک انسان کس طرح کروڑوں میلوں کا فاصلہ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر زمین سے آسمانوں تک سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر عرش معلیٰ تک چشم زدن میں طے کر کے واپس آ جائے اور بستر بھی گرم ہو اور دروازے کی کنڈی بھی ہل رہی ہو اور پانی بھی چل رہا ہو۔

اس بحث میں پڑنے سے پہلے چند ضروری باتیں واضح کر دی جائیں تو مسئلے کو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

آئن اسٹائن کے مطابق مادی اشیاء کے سفر کرنے کی آخری حد روشنی کی رفتار ہے جو ۱۸۶۰۰۰ (ایک لاکھ چھیاسی ہزار) میل فی سیکنڈ ہے۔

Marfat.com

دوسری رفتار قرآن حکیم نے امر کی بتائی ہے جو پلک جھپکنے میں پوری کائنات سے گزر جاتی ہے۔

ہمارا مشاہدہ ہے کہ روشنی کی رفتار سے بہت کم رفتار پر زمین پر آنے والے شہاب ہوا کی رگڑ سے جل جاتے ہیں اور فضا ہی میں بھسم ہو جاتے ہیں تو پھر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحیح وسلامت اتنا طویل سفر پلک جھپکنے میں طے کر سکے۔ اسی لیے ان کے دماغوں میں یہ شک پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ معراج خواب میں ہوئی اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غنودگی کی حالت میں تھے اور پھر آنکھ لگ گئی اور یہ تمام واقعات عالم رؤیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے یا روحانی سفر درپیش تھا۔ جسم کے ساتھ اتنے زیادہ فاصلوں کو لمحوں میں طے کرنا ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ اسرٰی کے معنی خواب کے نہیں جسمانی طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے لئے ہیں۔

اب آیئے سائنس کے ان اصولوں کی طرف جن کی وجہ سے ہم جسمانی معراج کے منکر ہیں۔ اللہ نے مادے کی رفتار بھی مقرر کر دی ہے اور پھر امر کی رفتار بھی بتا دی ہے۔

وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر O (القمر: ۵۰)

"اور ہمارا حکم ایسا ہے جیسے ایک پلک جھپک جانا"۔

سائنسدان جانتے ہیں کہ ایٹم کے بھی ۱۰۰ چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں (Sub Atomic Particles)، ان میں سے ایک نیوٹرینو (Neutrino) ہے جو تمام کائنات کے مادے میں سے بغیر ٹکرائے گزر جاتا ہے، مادہ اس کے لئے مزاحمت پیدا نہیں کرتا اور نہ ہی وہ کسی مادی شے سے رگڑ کھاتا ہے وہ بہت چھوٹا ذرہ ہے اور نہ ہی وہ رگڑ سے جلتا ہے، کیونکہ رگڑ تو مادے کی اس صورت میں پیدا ہوگی جب کہ وہ کم از کم ایٹم کی کمیت کا ہوگا۔

ایک اور بات یہ ہے ایٹم (Atom) کے مرکز کے گرد الیکٹران (Electrons) چکر لگا رہے ہوتے ہیں، وہاں مادہ نہیں ہوتا وہاں بھی خلاء موجود ہے۔

ایک اور ذرے کے بارے میں تحقیق ہو رہی ہے جس کا نام (Tachyon) ہے اس کا کوئی وجود ابھی تک ثابت نہیں ہو سکا لیکن تھیوری (Theory) میں اس کا ہونا

Marfat.com

ثابت ہے۔ یہ ہیں مادے کی مختلف اشکال اور ان کی رفتاریں۔

جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کیا۔ براق برق سے نکلا ہے، جس کے معنی ہیں بجلی، جس کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہے۔ اگر کوئی آدمی وقت کے گھوڑے پر سوار ہو جائے تو وقت اس کے لئے ٹھہر جاتا ہے یعنی اگر آپ ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلیں تو وقت رک جاتا ہے کیونکہ وقت کی رفتار بھی یہی ہے۔ وقت گر جائے گا۔ کیونکہ وقت اور فاصلہ مادے کی چوتھی جہت ہے اس لیے جو شخص اس چوتھی جہت پر قابو پا لیتا ہے کائنات اس کے لئے ایک نقطہ بن جاتی ہے۔ وقت رک جاتا ہے کیونکہ جس رفتار سے وقت چل رہا ہے وہ آدمی بھی اسی رفتار سے چل رہا ہے۔ حال آنکہ وہ آدمی اپنے آپ کو چلتا ہوا محسوس کرے گا لیکن کائنات اس کے لئے وہیں تھم جاتی ہے جب اس نے وقت اور فاصلے کو اپنے قابو میں کر لیا ہو۔ اس کے لئے چاہے سینکڑوں برس اس حالت میں گزر جائیں لیکن وقت رکا رہے گا اور جوں ہی وہ وقت کے گھوڑے سے اترے گا وقت کی گھڑی پھر سے ٹک ٹک شروع کر دے گی، وہ آدمی چاہے پوری کائنات کی سیر کر کے آجائے، بستر گرم ہوگا، کنڈی ہل رہی ہوگی اور پانی چل رہا ہوگا۔

بہر حال تیز رفتاری کی سائنسی حقیقت کو سمجھنے کے لئے سائنس کے پاس اس کی کئی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔

ہمارے روزانہ مطالعے کا ایک مجموعہ یا تارہ منڈل (Constellation) جس کا نام سگنوس (Sygnus) ہے، ایک سیکنڈ میں بیس ہزار میل کی رفتار سے پیچھے ہٹتا جا رہا ہے اور اس کی رفتار میں ذرا فرق نہیں آ رہا۔

انسانوں نے جو اعداد بنائے ہیں وہ وسعت کائنات کی پیمائش کے لئے کافی نہ ہو سکے، اس لئے سائنس دانوں نے نوری سال کی ایجاد کی۔ نور کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے، اور براق بھی ایک نورانی وجود تھا اور پھر قدرت کاملہ نے اسے جس خدمت پر مامور کیا تھا اس میں تیز رفتاری ہی درکار تھی۔ اس کے علاوہ بھی تیز رفتاری کی کئی مادی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

Marfat.com

بجلی کا ایک بلب ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل کے فاصلے پر رکھ دیں۔ سوئچ دبائیں تو ایک سیکنڈ میں وہ بلب جلنے لگے گا۔ یہ برقی رو کی تیز رفتاری ہے اور پھر ہوا کی تیز رفتاری بھی اس کی ایک مثال ہوسکتی ہے۔ اب معراج شریف میں چاہے ہزار برس صرف ہو گئے ہوں یا ایک لاکھ برس، وقت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ورنہ یہ شبہ اور اشکال پیش آ سکتا ہے کہ اتنی طویل و عظیم مسافت ایک رات میں کیسے طے ہوگئی۔ مالک جل شانہٗ کی قدرتیں لاانتہا ہیں، وہ ہر بات پر قادر ہے کہ رات کو جب تک چاہے روکے رکھے، اگر وہ روکے تو کوئی اس کی ذات پاک کے سوا نہیں جو دن نکال سکے۔ قرآن پاک میں فرمایا:

قل أرئيتم ان جعل اللّٰه عليكم اليل سرمدًا الىٰ يوم القيامة مَن الهٌ غير الله ياتيكم بضيآءٍ. (القصص: ۷۱)

"آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ اگر قیامت تک تم پر رات کو مسلط کر دے تو اس کے سوا کون روشنی لا سکتا ہے؟"

اور ارشاد ہوا:

قل أرئيتم ان جعل اللّٰه عليكم النّهار سرمدًا الىٰ يوم القيامة مَن اِلٰهٌ غير اللّٰه ياتيكم بليلٍ تسكنون فيه. (القصص: ۷۲)

"آپ کہیے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ چاہے تو قیامت تک تم پر دن ہی دن رہنے دے تو کون رات لا سکتا ہے اس کے سوا، جس میں تم آرام پاؤ۔"

تو حق تعالیٰ کو پوری قدرت ہے۔ وہ اگر چاہے تو وقت کو روک سکتا ہے۔ پھر جب امریکی خلائی جہاز میرینز نمبر ۲ (Mariner-2) ۱۴ر دسمبر ۱۹۶۲ء میں زہرہ سیارے کی طرف اڑ کر اس حد تک پہنچ سکتا ہے کہ اس کا فاصلہ ۱۰۹ دن میں طے کر سکتا ہے۔ (ملاحظہ کریں آٹھویں جماعت کی ابتدائی سائنس صفحہ نمبر ۱۶۰ برائے سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ حیدر آباد) اور اب آپ کے لئے ایک اور خبر ہے: "(ماسکو ۲۲ر اکتوبر ۱۹۷۵ء) آج روس

Marfat.com

کی خلائی گاڑی آہستہ سے زہرہ سیارے پر اتر گئی اور وہاں سے اس نے تصاویر زمین پر بھیجی ہیں۔ (اخبار جنگ۔ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۷۵ء)

پھر ۲۷؍اکتوبر ۱۹۷۵ء کو اخبار جنگ میں ہے کہ دوسری گاڑی بھی زہرہ پر اتر گئی۔

توجب انسانی صنعت سے خلائی جہاز چاند اور زہرہ پر اتر سکتا ہے تو خدائی طاقت اور لاانتہا قدرت والے کے حکم سے کیا اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں آسمانوں کو طے کر کے عرش اعظم تک نہیں پہنچ سکتے؟ ہے کوئی سوچنے والا؟ پھر ایک اور طریقے سے غور کریں کہ جو سواری بُراق آپ کے لئے بھیجی گئی تھی، اس کی تیز رفتاری کا کیا عالم تھا۔ روایت میں تصریح کے ساتھ درج ہے کہ اس کا ایک قدم حد نظر تک پڑتا تھا جو روشنی کی رفتار سے ہزارہا درجہ زیادہ ہے۔ جب کہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل ہے تو بُراق کا ایک قدم (جس میں ایک سیکنڈ سے بھی کروڑوں کم وقفہ صرف ہوتا ہے) حد نظر تک پہنچتا تھا تو چونکہ ہمارا حد نظر وہ نیلگوں خیمہ ہے جو آسمان کے نام سے موسوم ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ بُراق کا پہلا قدم آسمان پر پڑا اور چونکہ آسمان ازروئے قرآن پاک سات ہیں، اس لئے سات قدم میں ساتوں آسمان طے ہو گئے، پھر اس سے آگے کی مسافت چند قدم کی تھی، پھر اس سے آگے رف رف پر سوار ہوئے، اس کی رفتار خدا ہی جانے۔

حاصل یہ کہ کل سفررات کے بارہ گھنٹوں میں سے صرف چند منٹ میں طے ہو گیا اور اسی طرح واپسی بھی، تو اب بتائیے کہ اس سرعت سیر کے ساتھ ایک ہی رات میں آمد و رفت ممکن ٹھہری یا غیر ممکن؟...... اب فرمایا جائے کیا اشکال باقی رہا؟؟

اور تفصیل بالا کے ساتھ اب غسل کا پانی، زنجیر در، بستر کی گرمی کسی میں کوئی اشکال نہیں ہو سکتا کہ جب مبدأ حرکت کی حرکت پھر شروع کی گئی تو دوبارہ حرکت شروع ہونے پر وہیں سے شروع ہوئی جہاں تک پہنچ کر بند ہوئی تھی، تو نہ بستر ٹھنڈا ہو سکتا تھا اور زنجیر در وہیں رک گئی تھی اور پانی کا بہنا بھی بند ہو گیا تھا۔ دوبارہ حرکت چالو ہونے پر پانی بہتا ہوا اور زنجیر ہلتی ہوئی محسوس ہوئی اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کہ پہلے حرکت عالم ہی بند تھی۔

Marfat.com

جدید سائنس اسلام کی دہلیز پر

ایک وقت تھا کہ جب دنیا تخت سلیمانی کے اڑنے کو نہیں سمجھ سکتی تھی۔ آج ہوائی جہاز کی اڑان نے تخت سلیمانی کے اڑنے کو اچھی طرح سمجھا دیا۔ ایک وقت تھا کہ جب ابابیلوں کی کنکریاں جو ہاتھیوں کو بھوسا بنا کر رکھ دینے والی تھیں، وہ انسان کو حیران کر دیتی تھیں کہ کنکریوں میں کہاں اتنی طاقت کہ ہاتھی کو مار سکیں، آج رائفل کی گولی نے بات صاف کر دی کہ کس طرح رائفل کی گولی سے اتنا بڑا ہاتھی مر جاتا ہے۔ پروردگار عالم کی طرف سے ابابیل جب کنکریاں پھینکتے تھے وہ بھی گولی بن کر پڑتی تھیں۔ تو سائنس وقت کے ساتھ ساتھ ان باتوں کی نقاب کشائی کرتی جا رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتی تھیں آج سمجھنی نسبتاً زیادہ آسان ہیں۔ آج لفٹ میں سفر کرنے والے کے لئے رف رف کا سمجھنا زیادہ آسان ہے۔ آج بُراق کے لفظ کو برق کی وجہ سے سمجھنا زیادہ آسان ہے جو ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ اور چھیاسی ہزار میل کا سفر کر جاتی ہے۔ اللہ رب العزت نے اسی طرح اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑی سی دیر میں یہ تمام شرف عطا فرما دیا۔ بظاہر کوئی اسے سمجھے یا نہ سمجھے۔

واقعہ معراج اور متناسب رفتار کی تھیوری

علم طبیعیات میں متناسب رفتار کی تھیوری کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے جس کی بنیاد درج ذیل مفروضات پر رکھی گئی ہے:

۱۔ کسی بھی متحرک جسم کی رفتار حتمی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس فریم آف ریفرنس کی نسبت سے ہوتی ہے جس میں وہ جسم حرکت کرتا ہے۔

۲۔ روشنی کی رفتار ایک عالم گیر رفتار ہے کوئی بھی جسم اس سے زیادہ رفتار پر حرکت نہیں کر سکتا۔

۳۔ وقت اور فاصلہ ایک دوسرے پر انحصار نہیں کرتے۔

۴۔ کسی بھی فریم آف ریفرنس کی رفتار اس کے اندر رہ کر مشاہدہ کرنے سے معلوم

Marfat.com

نہیں کی جا سکتی ہے اور دو فریم آف ریفرنس کی متناسب مقدار روشنی کی رفتار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔

۵۔ دو فریم آف ریفرنس اس وقت منطبق ہوتے ہیں جب وقت صفر کے برابر ہوتا ہے۔

۶۔ جب دو فریم آف ریفرنس ایک دوسرے کی نسبت یکساں رفتار سے حرکت کر رہے ہوں تو دونوں پر کیے گئے نئے تجربات کے نتائج ایک جیسے ہوں گے۔ یعنی اس صورت میں فزکس کے قانون دونوں پر یکساں طور پر لاگو ہوں گے۔

چنانچہ اس تھیوری کو واقعہ معراج جس کا ذکر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱ اور سورۂ نجم کی آیت ایک سے ۱۸ تک میں ہے، کی صداقت کی روشنی میں ثابت کیا جا سکتا ہے اور یہ بات عیاں ہے کہ انسان زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو کر، لامکاں کی وسعتوں تک پہنچ سکتا ہے۔ (قرآن کے سائنسی انکشافات)

Marfat.com

عظمتِ صاحبِ معراج ﷺ
دیگر مذاہب و شخصیات
کی نظر میں

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضور ﷺ کے بارے میں بشارت

آپ ﷺ وہی نبی موعود ہیں جن کا اعلان موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے ان الفاظ میں کیا تھا:

"خداوند سینا سے آیا
اور شعیر سے ان پر آشکارا ہوا
وہ کوہ فاران سے ان پر جلوہ گر ہوا
اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا
اس کے دائیں ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔

(توراۃ۔ کتاب استثناء باب ۳۳۔ آیت ۲)

تشریح

سینا وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی۔ شعیر (یا کوہ زیتون) وہ پہاڑ ہے جس کے پہلو میں بیت لحم واقع ہے، جہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اس پہاڑ (کوہ زیتون) پر آپ نے اپنی حیات ارضی کی آخری شب عبادت میں بسر کی اور فاران[1] مکہ کا وہ پہاڑ ہے جہاں سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔[2]

"دس ہزار قدسیوں کے ساتھ"...... فتح مکہ کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں جو قدسی صفات صحابہ کرامؓ تھے، ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

---

[1] توراۃ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ہجرت کے ذکر کے بعد ہے "اور وہ فاران کے بیابان میں رہتا تھا" (کتاب پیدائش باب ۲۱۔ ۲۲) اور یہ محقق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہجرت کر کے حجاز میں سرزمین مکہ میں آئے تھے۔

[2] عجیب اتفاق ہے کہ قرآن کریم نے سورۂ والتین میں ان ہی تین مقامات کی قسم کھائی ہے۔

Marfat.com

"آتشی شریعت" سے مراد حکمِ جہاد ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی ایسا نہیں آیا جو از سرِ نو جہاد کا حکم لے کر آیا ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک اور پیشینگوئی

ایک دوسری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس نبی موعود کی بشارت اس طرح دی:

"خداوند تیرا خدا، تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا، تم اس کی سننا............ خداوند نے مجھ سے کہا وہ جو کچھ کہتے ہیں میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا اور جو میری باتوں کو جو وہ میرا نام لے کر کہے، نہ سنے تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا"۔

(توراۃ۔ کتاب استثناء باب ۱۹۔ آیت ۱۵ تا ۱۹)

تشریح

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکتوب گرامی گرامی مسیحی حکمرانوں کے نام ارسال فرمایا اس کے شروع کے الفاظ یہ ہیں:

"من محمد رسول اللّٰہ صاحب موسیٰ و اخیہ والمصدق لما جاء بہ موسیٰ"

"محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے ساتھی اور ان کے بھائی ہیں اور جو تصدیق کرنے والے ہیں اس کی جو موسیٰ (علیہ السلام) لائے"۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا ذکر تورات میں

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ تورات میں

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی صفاتِ مبارکہ یوں مذکور ہیں: ''اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ فرماتا ہے، اے نبی! ہم نے تجھے شاہد، مبشر، نذیر اور ناخواندہ لوگوں کے لئے جائے پناہ بنا کر بھیجا ہے۔ تُو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تُو بداخلاق، سخت دل اور بازاروں میں چلا کر بولنے والا نہیں اور نہ تُو برائی کا جواب برائی سے دیتا ہے، بلکہ معاف کرتا ہے اور درگزر سے کام لیتا ہے۔ جب تک اس کی کوشش سے ٹیڑھی قوم سیدھی نہ ہو جائے اور اندھی آنکھیں، بہرے کان اور پردوں میں بند دل اس طرح نہ کھل جائیں کہ وہ ''لا الٰہ الا اللہ'' پکار اٹھیں، اللہ تعالیٰ اسے فوت نہیں کرے گا''۔

یہودی عالم نعمان کی حضور ﷺ کے بارے میں گواہی

واقدی لکھتے ہیں کہ یمن میں نعمان نامی ایک یہودی عالم تھا، اُس نے جب آنحضرت ﷺ کا چرچا سنا تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چند سوالات کیے، پھر کہنے لگا: ''میرے والد نے مہر لگا کر مجھے ایک مکتوب دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ جب تک تم یثرب میں ایک نبی کی آمد کا ذکر نہ سنو، اِس مکتوب کو نہ کھولنا۔ جب مدینے میں اس کی آمد کا ذکر سنو تو اس کو کھولو''۔ نعمان کہتا ہے، ''جب میں نے آپ ﷺ کا چرچا سنا تو میں نے وہ مکتوب کھولا۔ اس میں آپ ﷺ کی بعینہٖ وہی صفات درج ہیں، جو اَب میں آپ میں دیکھ رہا ہوں۔ اِس میں وہ چیزیں بھی ذکر تھیں، جن کو آپ حلال یا حرام کریں گے۔ اس میں یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء اور آپ کی اُمت تمام امتوں سے بہتر ہو گی۔ آپ کا اسم گرامی احمد ﷺ ہے اور آپ کی امت حامدون (حمد بیان کرنے والے) کہلائے گی۔ خون بہانا ان کی قربانی ہے اور ان کے سینے اُن کی کتابیں ہیں۔ وہ جب بھی جنگ کے لئے گھر سے نکلیں گے، جبرائیل علیہ السلام ان کے ساتھ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر اس طرح رحم فرمائے گا، جس طرح پرندہ اپنے چوزوں پر رحم کرتا ہے۔ پھر اُس نے مجھے ہدایت کی تھی کہ جب ان کو سنو تو اُن کی خدمت میں حاضر ہونا، اُن پر ایمان لانا اور اُن کی تصدیق کرنا''۔

آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس کی زبان سے یہ

Marfat.com

تقریر سنیں، اس لئے آپ ﷺ نے صحابہ کی موجودگی میں فرمایا: ”نعمان! اپنا واقعہ ہمیں پھر سناؤ“۔ چنانچہ اُس نے شروع سے وہ واقعہ سنایا اور آپ ﷺ تبسم فرماتے رہے۔ آخر میں آپ نے فرمایا، ”میں شہادت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں“۔

انہی نعمان ﷺ کو اسود عنسی (جھوٹے مدعی نبوت) نے قتل کیا تھا اور اُن کے بدن کا ایک ایک عضو کاٹ کر الگ کر دیا تھا، لیکن اُن کی زبان سے یہی الفاظ نکل رہے تھے کہ ”میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور تُو جھوٹا ہے اور اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے“۔ پھر اس نے اُن کو آگ میں جلا دیا۔

(مختصر سیرت الرسولؐ، محمد بن عبداللہ بن عبدالوہاب نجدی)

حضرت داؤد علیہ السلام کی بشارات

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے مزامیرہ میں، جو زبور ہے، کہا ہے:

”اِسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر ہمیشہ کے لئے برکت کی ہے۔ پس اے زبردست آدمی! تلوار کو اپنے کندھے پر لٹکا، یہ تیرے چہرے کے لیے رونق اور تیرے غلبے کے لیے ضمانت ہے۔ کلمہ حق اور خدا پرستی کی نشانی کو اکٹھا کر دے۔ بلاشبہ تیری عزت اور تیرے قوانین، تیرے دائیں ہاتھ کی ہیبت سے وابستہ ہیں اور تیرے تیر تیز دھار ہیں، سب قومیں تیرے نیچے گر پڑیں گی“۔

علماء کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء علیہم السلام میں محمد ﷺ کے سوا کوئی نبی کندھے پر تلوار لٹکانے والا نہیں، اور آپ ﷺ ہی تمام بنی آدم کے سردار ہیں...... اور آپ ﷺ کے قوانین ہی ہیبت کے ساتھ مقرون ہیں، جیسا کہ خود آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”ایک مہینے کی مسافت تک میری رُعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے“۔ داؤد علیہ السلام نے بتایا ہے کہ آنے والے نبی کی عزت ہوگی اور اس کے احکام کا نفاذ عمل میں آئے گا اور اس کو ”جبار“ کہہ کر خطاب کیا ہے جس میں قوت، اور دشمنوں پر غلبہ پانے کی طرف اشارہ

Marfat.com

ہے، وہ کمزور اور ضعیف نہیں۔

آنحضرت ﷺ رحم کرنے والے نبی اور جنگ کرنے والے نبی تھے۔ اسی طرح آپ کی اُمت کافروں کے حق میں سخت گیر اور آپس میں رحم دل تھی: "اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین" (المائدہ:۵۴) یعنی "ایمانداروں کے مقابلے میں نرمی کرنے والے اور کافروں کے مقابلے میں سختی کا برتاؤ کرنے والے" تھے۔ عیسائیوں اور یہود کا معاملہ اس کے برعکس تھا۔ عیسائی کفار کے مقابلے میں ضعیف اور مقہور تھے، جبکہ یہودی ایمانداروں کے حق میں سختی کا برتاؤ کرنے والے متکبر تھے "کلما جاءھم رسول بما لا تھویٰ انفسھم فریقًا کذبوا وفریقًا یقتلون" (المائدہ:۷۰) یعنی "جب بھی اللہ کے رسول ان کی مرضی کے خلاف حکم لاتے، تو بعض کو انہوں نے قتل کر دیا اور بعض کی تکذیب کی"۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے مزمور میں یہ بھی فرمایا: "ہمارا رب عظیم ہے اور بے حد تعریف کا مستحق ہے"۔ اور ایک روایت میں ہے: "ہمارا معبود بے عیب ہے، اور محمد ﷺ نے ساری زمین میں خوشی بھر دی ہے"۔ کہتے ہیں کہ داؤد علیہ السلام نے صراحۃً محمد ﷺ اور آپ کے شہر کا نام لیا ہے اور اس کو "اللہ کی بستی" کہا ہے اور خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کا کلمہ ساری زمین میں پہنچ جائے گا۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے مزمور میں کہا ہے: "وہ ایک سمندر سے دوسرے سمندر کی طرف اور مختلف دریاؤں سے گزر کر وہاں پہنچ جائے گا، جہاں زمین ختم ہوتی ہے۔ جزیروں میں رہنے والے جھک جائیں گے، دشمن اس کی قدم بوسی کریں گے، فارس کے بادشاہ اس کے سامنے سجدہ میں گریں گے اور اقوامِ عالم اس کی مطیع و منقاد ہو جائیں گی۔ وہ مصیبت زدہ مظلوم کو طاقت ور ظالم سے نجات دلائے گا، بے یار و مددگار، کمزور کو بچائے گا۔ مسکینوں اور ضعیفوں پر مہربانی کرے گا اور ہر وقت ان کے حق میں رحمت اور برکت کی دعا کرے گا"۔

یہ صفات بھی عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت پر منطبق

Marfat.com

ہوتی ہیں، کیونکہ مسیح علیہ السلام کو اپنی موجودگی میں اور ان کے بعد والوں کو یہ شان وشوکت کبھی حاصل نہیں ہوئی۔

اشعیاء نبی علیہ السلام کی بشارت

انبیاء بنی اسرائیل میں ایک محترم شخصیت حضرت اشعیاء علیہ السلام کی ہے جن کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ بعد کا ہے، اشعیاء علیہ السلام آنحضرت ﷺ کا نام لے کر اعلان فرماتے ہیں:

"اے محمد! میں نے تیرا معاملہ قابلِ تعریف پایا ہے، اے رب کے پاکباز بندے! تیرا نام ہمیشہ سے موجود رہا ہے"۔

اور انہوں نے مُہرِ نبوت کا خاص طور پر ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"ہمارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو عجیب طریقے پر پھلے پھولے گا، اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر ہوگی۔ عظیم سلامتی والا ہوگا، اس کی عظمت دیکھ کر لوگ حیران ہوں گے۔ زبردست طاقت کا مالک ہوگا۔ اس کی حکومت امن وسلامتی کی حکومت ہوگی اور وہ داؤد علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھے گا"۔

(مختصر سیرۃ الرسولؐ، محمد بن عبداللہ بن عبدالوہاب نجدی)

دیکھئے! اشعیاءؑ نبی نے محمد ﷺ کی نبوت کی صحت کی شہادت دی ہے اور آپ کا ایک خاص وصف "شامہ" بیان کیا ہے، جو نہ سلیمان علیہ السلام میں تھا اور نہ عیسیٰ علیہ السلام میں۔ اور آپ ﷺ کا انہوں نے یہ وصف بھی بیان کیا ہے کہ "وہ داؤد علیہ السلام کی کرسی پر بیٹھے گا"۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی نبوت اور حکومت کا وارث ہوگا اور ان سے سرداری چھین لے گا۔

اشعیاءؑ نے اپنی خبر میں کہا ہے: "مجھے حکم ہوا کہ کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا: میں اِدھر آتے ہوئے دو سوار دیکھ رہا ہوں، ایک گدھے پر سوار ہے اور

Marfat.com

دوسرا اونٹ پر، اُن میں سے ایک دوسرے کو کہتا ہے، بابل کے بُت اور ان کو پوجنے والے سمندر میں گر گئے"۔ (ایضاً)

گدھے پر سوار مسیح علیہ السلام ہیں اور اونٹ پر سوار محمد ﷺ ہیں اور آپ اونٹ کی سواری کے ساتھ جتنے مشہور ہیں، اُتنے مسیح علیہ السلام گدھے کی سواری کے ساتھ مشہور ہیں۔ اور محمد ﷺ کی وجہ سے بابل کے بُت گرے۔

حزقیل علیہ السلام کی بشارت

انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک اور مقدس ہستی حضرت حزقیل علیہ السلام کی ہے، جنہوں نے بنی اسرائیل کے سامنے اُمتِ محمدیہ ﷺ کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا:

"اللہ تعالیٰ اُن کو تم پر غالب کرے گا، ان میں ایک نبی بھیجے گا اس پر کتاب اتارے گا اور ان کو تمام گردنوں کا مالک بنائے گا۔ وہ سچ مچ تم پر غالب آئیں گے اور تمہیں ذلیل کریں گے۔ بنو قیدار کے مختلف قبائل کے لوگ مختلف جماعتوں کی صورت میں نکلیں گے، ان کے ساتھ سفید گھوڑوں پر مسلح فرشتے سوار ہوں گے۔ وہ تم کو گھیر لیں گے اور تمہارا انجام آگ میں گرنا ہوگا۔ ہم آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں"۔

بنو قیدار عدنان کے بیٹے ربیعہ اور مضر ہیں۔ یہ سب قیدار بن اسماعیلؑ کی اولاد ہیں، کیونکہ سب عرب عدنان اور قحطان کی نسل ہیں، اور مضر، ربیعہ اور انمار کا جدّ اعلیٰ عدنان تو بالاتفاق اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہے مگر قحطان کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھی اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ ہود علیہ السلام کی نسل سے ہے۔ مضر کا بیٹا الیاس ہے اور سب قریش الیاس کی اولاد ہیں۔ اسی طرح عقیل، کلاب، سعد بن بکر، بنو نمیر اور ثقیف وغیرہ ہوازن کے قبائل بھی الیاس بن مضر کی اولاد ہیں۔ یہی لوگ شام، جزیرہ، مصر اور عراق وغیرہ ملکوں میں پھیل گئے۔ مضر نے حران اور اس کے نواحی علاقوں

Marfat.com

میں سکونت اختیار کی، تو ان کا نام دیا رربیعہ ہو گیا۔ حزقیلؑ کا یہ کہنا کہ "ان پر سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر فرشتے نازل ہوں گے" صحیح ہے، کیونکہ یہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اسلامی جنگوں میں فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر اُترتے تھے۔

دانیالؑ پیغمبر کی تفصیلی بشارات

حضرت دانیال علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے انبیاء کرام میں سے ہیں اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر دینے والوں میں آپ علیہ السلام کا نام نامی اسم گرامی بھی شامل ہے، چنانچہ کتاب دانیال کے باب دوم میں ایک طویل قصہ مذکور ہے، جس کا خلاصہ ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

بخت نصر شاہ بابل نے ایک پریشان کن خواب دیکھا اور خواب دیکھ کر بھول گیا، اس سے اور بھی زیادہ پریشان ہوا۔ بادشاہ نے یہ ماجرا دانیال علیہ السلام سے ذکر کیا، دانیال علیہ السلام نے وحی کے ذریعہ وہ خواب بھی بتلایا اور پھر اس کی تعبیر بھی بتلائی۔

بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک مورت ہے جو نہایت خوبصورت بھی ہے اور ہیبت ناک بھی ہے اور بادشاہ کے سامنے کھڑی ہے۔ جس کا سر خالص سونے اور اسکا سینہ اور بازو چاندی کے ہیں اور اِس کا شکم اور رانیں تانبے کی ہیں اور اس کی پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے پاؤں کچھ لوہے اور مٹی کے ہیں۔ بادشاہ اس عجیب وغریب مورت کو دیکھ رہا ہے کہ یکا یک ایک پتھر نکلا بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے خود بخود نکلا اور اس مورت کے پاؤں پر لگا کر جو لوہے اور مٹی کے تھے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور لوہا اور مٹی اور تانبا چاندی اور سونا (جس سے وہ مورت بنی ہوئی تھی) ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور بستانی کھلیان کے بھوسے کے مانند ہو گئے اور ہوا انہیں اُڑا کر لے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا"۔

بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تھا مگر بھول گیا تھا۔ دانیال علیہ السلام کو بذریعہ وحی بتلایا گیا کہ بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے۔ دانیال علیہ السلام نے حسب وحی خداوندی خواب

Marfat.com

بیان کر کے بادشاہ کو اس کی تعبیر بتلائی کہ اس خواب میں یکے بعد دیگرے پانچ سلطنتوں کی طرف اشارہ ہے۔ سونے کے سر سے بابل کا بادشاہ مراد ہے اور تیری سلطنت سونے کی مانند ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت آئے گی جو چاندی کے مانند ہوگی اور تیری سلطنت سے کمتر ہوگی۔ اس کے بعد ایک تیسری سلطنت آئے گی جو تانبے کی مانند ہوگی پھر ایک چوتھی سلطنت آئے گی جو لوہے کی مانند مضبوط ہوگی، پھر ایک پانچویں سلطنت آئے گی جس کے پاؤں کچھ لوہے اور کچھ مٹی کے ہوں گے یعنی اس سلطنت میں کچھ ضعف اور اضطراب ہوگا۔ لوہا اور مٹی ملا جلا ہوگا یعنی وہ سلطنت قوت اور ضعف کا مجموعہ ہوگی، کبھی اس میں قوت ہوگی اور کبھی ضعف۔ اس پانچویں سلطنت کے زمانے میں یکا یک عالمِ غیب سے ایک پتھر نمودار ہوگا جو کسی کے ہاتھ سے کاٹ کر نکالا ہوا نہ ہوگا بلکہ منجانب اللہ خود بخود بلا سبب ظاہری کے آسمان سے اُترے گا اور اس آخری سلطنت کے پاؤں پر گرے گا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا تا آنکہ اس کو بستانی کھلیان کے بھوسے کے مانند بنادے گا اور ہوا اس کو اُڑا کر لے جائے گی۔ یہاں تک کہ اس کا نام ونشان نہ رہے گا اور رفتہ رفتہ وہ پتھر پہاڑ بن کر تمام زمین کو بھر دے گا۔ جاننا چاہئے کہ اس تعبیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی نبوت ورسالت اور آپ کی آسمانی بادشاہت کو ایک پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ پتھر بہت جلد پہاڑ کی شکل میں تبدیل ہو جائے گا یعنی اوّل اوّل وہ چھوٹی سی سلطنت ہوگی اور بعد میں تمام دنیا پر چھا جائے گی۔ چنانچہ عہدِ فاروقی ﷺ میں قیصر وکسریٰ کی شوکت کا خاتمہ ہو گیا اور اس طرح "ھوالذی ارسل رسولہٗ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ" کا وعدہ پورا اور "ہلک کسرٰی فلا کسرٰی بعدہٗ و ہلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ" کی تصدیق ہوگئی۔ آسمانی بادشاہت کا پتھر زمین پر ایسا گرا کہ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو پیس کر رکھ دیا اور جو شریعت آپ پر آسمان سے نازل ہوئی وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

(اظہار الحق۔ ص ۱۴۸، ازالۃ الاوہام ص ۵۰۷۔ نیز ہدایۃ الحیاری للحافظ ابن قیم ص ۷۹)

دانیال نبی ﷺ نے محمد ﷺ کا نام مبارک لے کر ذکر کیا اور کہا:

"اے محمد! ﷺ، تیری کمانیں زور سے کھینچی جائیں گی اور تیرے حکم سے

Marfat.com

تیر، خون سے خوب سیراب ہوں گے''۔

یہ بغیر کسی اشارے کے تصریح ہے اور ایسی صحیح بات ہے، جس میں کسی الجھاؤ کی گنجائش نہیں۔ پھر بھی اگر اس میں کوئی جھگڑالو، جھگڑا کرے تو اس کو کوئی دوسرا محمد ثابت کرنا چاہئے، جس کے تیر کفار کے خون سے سیراب ہوئے ہوں اور اس کا حکم بغیر حیل وحجت تسلیم کیا گیا ہو۔

دانیال نبی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''میں نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی تضرع اور عاجزی کے ساتھ سوال کیا کہ یا اللہ! بنی اسرائیل کا کیا بنے گا؟ کیا وہ ان کی توبہ قبول کرے گا؟ ان کی حکومت ان کو واپس کر دے گا؟ اور ان میں انبیاء کا سلسلہ شروع کر دے گا، یا یہ سعادت کسی اور قوم کے حصے میں آئے گی؟''

دانیالؑ نے کہا: ''میری اس التجا کے جواب میں ایک خوبصورت چہرے والا نوجوان فرشتہ ظاہر ہوا، اور کہا: اے دانیالؑ! السلام علیک۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل نے مجھے ناراض کر دیا ہے اور سرِ نیاز خم کرنے کی بجائے سرکشی کا مظاہرہ کیا ہے اور مجھے چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی عبادت کرنے لگے ہیں اور علم کی جگہ جہالت کو اور صدق کی جگہ کذب بیانی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔ میں نے اُن پر بخت نصر کو مسلط کیا، جس نے مَردوں کو قتل کیا، عورتوں، بچوں کو غلام بنایا، بیت المقدس کو منہدم کیا اور ان کے کتب خانوں کو جلا دیا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے بھی ان سے یہی سلوک کیا، میں ان سے راضی نہیں ہوؤں گا اور نہ اُن کی لغزشوں سے درگزر کروں گا۔ یہ ہمیشہ مغلوب، مقہور، ذلیل اور مسکین رہیں گے حتیٰ کہ میں بنو اسماعیل میں ایک نبی بھیجوں گا، جس کی میں نے ہاجرہ کو بشارت دی اور ملاکی کو اسے خوش خبری سنانے کے لئے بھیجا۔ میں اس کی طرف وحی کروں

Marfat.com

گا، اس کو سب نام سکھاؤں گا اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ساتھ اس کو زینت بخشوں گا۔ میں، نیکی اس کا شعار، تقویٰ اس کے دل کی آواز، سچائی اس کی بات، وفاداری اس کی طبیعت، میانہ روی اس کی سیرت اور ہدایت اس کا طریقہ بناؤں گا۔ میں اس کو ایک ایسی کتاب دوں گا جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرے گی اور اُن کے بعض احکام منسوخ کرے گی۔ میں اس کو رات کے وقت اپنی طرف لاؤں گا، پھر ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف چڑھاؤں گا، یہاں تک کہ میں اس کو اپنے قریب کروں گا اور اس کو سلام کہوں گا اور اس کی طرف وحی کروں گا۔ پھر اس کو خوشی خوشی اپنے بندوں کی طرف بھیجوں گا۔ جو چیز اُس کے ذمہ لگائی جائے گی اس کی حفاظت کرے گا، جس کا حکم دیا جائے گا اس کو صدقِ دل سے پورا کرے گا، نرم بات اور موعظہ حُسنہ کے ساتھ توحید کی دعوت دے گا۔ وہ بدمزاج، سخت دل اور بازاروں میں چیخنے چلّانے والا نہیں ہوگا۔ دوستوں پر مہربان، ایمانداروں پر رحم کرنے والا اور دشمنوں کے حق میں سخت گیر ہوگا، اپنی قوم کو توحید اور میری عبادت کی طرف بلائے گا۔ جو نشانِ قدرت دیکھے گا، وہ انہیں بتلائے گا مگر وہ اُس کی تکذیب کریں گے اور اس کے درپے آزار ہوں گے"۔

اس بشارت کے ناقل نے کہا ہے: "پھر دانیالؑ نے آنحضرت ﷺ کا واقعہ، جس طرح فرشتے نے اُن کو سنایا تھا، حرف بہ حرف بیان کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی امت کے آخری ایام کی نفخۃ الصور اور اختتامِ دنیا تک پوری تفصیل ذکر کر دی۔

یہ بڑی لمبی تقریر ہے جو یہود اور نصاریٰ کے پاس اب تک موجود ہے، وہ اس کا اقرار کرتے ہیں لیکن کہتے ہیں: "جس کے متعلق یہ بشارت ہے، وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا...... اس بشارت میں اللہ تعالیٰ نے اِس امت اور اس کے نبی کی تمام صفات بیان کی ہیں

Marfat.com

اور بتایا ہے کہ ان کی حکومت قیامت تک قائم رہے گی۔

دانیال علیہ السلام کی اِس خبر میں مسیح علیہ السلام اور محمد ﷺ کے بارے میں بشارت مذکور ہے۔ اوراس میں آپ ﷺ کی اور آپ کی اُمت کی مفصل صفات کا بیان ہے۔ جب مسلمانوں نے عراق فتح کیا تو اُنہوں نے اِس بشارت کو پڑھا، علماء نے اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ابوالعالیہ کہتے ہیں: ''جب قلعہ تستر فتح ہوا، تو وہاں دانیال علیہ السلام کی میت اور اُن کے پاس ایک کتاب ملی۔ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے۔ اے اہلِ اسلام! اس میں تمہاری صفات اور تمہارے طرزِ تکلم کا ذکر ہے''۔

اس علاقے میں جب قحط رونما ہوتا تو وہاں کے لوگ اُن کی قبر کو ظاہر کر دیتے اور موسلادھار بارش شروع ہو جاتی۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دی، تو انہوں نے لکھا کہ ''دن کے وقت ۱۳ قبریں تیار کرو اور رات کے وقت ایک قبر میں ان کو دفن کر دو، تا کہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوں''۔

حضرت یسعیاہؑ کی بشارت

آپ ہی رسول رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کی بشارت حضرت یسعیاہ علیہ السلام (جن کا زمانہ تقریباً ۷۵۰ قبل مسیح تا ۶۵۰ قبل مسیح ہے) نے ان الفاظ میں دی تھی:

''اے جزیرہ اور اس کے باشندو، خداوند کے لئے نیا گیت گاؤ، زمین پر سرتاسر اسی کی ستائش کرو بیابان اور اس کی بستیاں، قیدار کے آباد گاؤں اپنی آواز بلند کریں، سلع کے بسنے والے گیت گائیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے للکاریں، وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں اور جزیروں میں اس کی ثناخوانی کریں، خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ نعرہ مارے گا، ہاں وہ للکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا''۔

(توراۃ۔ صحیفہ یسعیاہ باب ۴۲۔ ۱۰ تا ۱۳)

فائدہ:۔ ''جزیرہ یعنی جزیرۂ عرب، نیا گیت یعنی بنی اسرائیل کے گیت کے علاوہ دوسرا

Marfat.com

گیت، بیابان یعنی بیابانِ عرب جس کو خود قرآن نے وادیٔ غیر ذی زرع کہا، قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دوسرے نامور بیٹے، جن کی نسل سے حضور ﷺ کا ظہور ہوا۔ سلع مدینہ کی ایک پہاڑی ہے جنگ خندق کے وقت مسلمانوں کا رخ خندق کی طرف اور پشت سلع کی طرف تھی۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت نے جنگ خندق کے متعلق اس شعر میں (جس میں عمرو بن عبدود کے مرنے کا بیان ہے) سلع کا ذکر کیا ہے۔

امسی الفتی عمرو بن عبد ثاویًا

بجنوب سلع سارة لم ینظر

اس رعایت سے انبیاء کی کتابوں میں مدینہ کا نام سلع تھا۔

"سلع کے بسنے والے گیت گائیں"۔ جب حضور ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو مدینہ کی چھوٹی چھوٹی بچیاں یہ گیت گا رہی تھیں:

طلع البدر علینا

من ثنیات الوداع

"ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے ان پہاڑوں سے جو سوئے جنوب ہیں"۔

"خداوند بہادر کی مانند نکلے گا، وہ نعرہ مارے گا، ہاں وہ للکارے گا، وہ اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا"۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی اور کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس نے جہاد کیا ہو اور اپنے دشمنوں کو شکست دی ہو۔

حضرت یسعیاہؑ کی دوسری بشارت

اس نبی امی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت یسعیاہؑ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"پھر وہ کتاب کسی اَن پڑھ کو دیں گے اور کہیں گے اس کو پڑھ! اور وہ کہے گا میں پڑھنا نہیں جانتا"۔ (توراۃ۔ صحیفہ یسعیاہ۔ باب ۲۹۔ آیت ۱۲)

Marfat.com

فائدہ:۔ بعینہٖ یہی واقعہ پہلی وحی کے نزول کے وقت پیش آیا جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا "پڑھئے!" آپ ﷺ نے فرمایا، میں پڑھنا نہیں جانتا۔ تین بار ایسا ہوا، پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو زور سے دبایا اور کہا پڑھئے، تو آپ نے پڑھنا شروع کیا۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی گواہی

انجیل یوحنا میں ہے کہ یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی حضرت یحییٰ کی خدمت میں یہ پوچھنے کو بھیجے کہ کیا آپ مسیح موعود ہیں، تو آپ نے فرمایا:

"میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں (انہوں نے کہا) کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں"۔

فائدہ:۔ حضرت الیاس (ایلیاہ) اور حضرت مسیح (علیہما السلام) کے نام سے واضح ہے کہ کون مراد ہے۔ اب رہ گیا "وہ نبی" جس کا نام مذکور نہیں۔ اس سے مقصود حضور اقدس ﷺ کی ذات ہے چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد اور کوئی نبی نہیں آیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں اس قدر مشہور و معروف تھے کہ تعریف کے لئے نام لینے کی ضرورت بھی نہ تھی بالکل اسی طرح جیسے آج بھی "آنحضرت" کہنے سے ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارات اور پیشنگوئیاں

بشارتِ اول

سرورِ عالم اور نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عیسیٰ روح اللہ نے دنیا سے جاتے جاتے یہ ارشاد فرمایا تھا:

"میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد

Marfat.com

تک تمہارے ساتھ رہے یعنی روحِ حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی
کیوں کہ نہ اسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے"۔ (انجیل یوحنا باب ۱۵.....۱۵ تا ۱۷)

فائدہ:۔ "ابد تک تمہارے ساتھ رہے" کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شریعت وقتی اور عارضی نہیں ہوگی بلکہ وہ خدا کا آخری اور ابدی پیغام لے کر آئے گا اور اس کی شریعت قیامت تک جاری و ساری رہے گی۔

بشارتِ دوم

اس کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا:

"میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا...... مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنا ہیں مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ روحِ صداقت آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا اور میرا جلال ظاہر کرے گا"۔

فائدہ:۔ "وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا" یہ وہی صفت ہے جس کا ذکر موسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا اور جس کی تصدیق لفظ بہ لفظ سورۂ نجم کی آیت ۳،۲ نے کردی جو اوپر گزر چکی ہے۔ "وہ میرا جلال ظاہر کرے گا" آج حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح تعلیمات اور ان کی عظمت و جلال کی تصویر اگر کہیں موجود ہے تو صرف قرآن کریم میں ہے جس نے عربوں کی مخالفت کے باوجود یہ اعلان کیا کہ "المسیح عیسٰی ابن مریم وجیھًا فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین" (آل عمران:۴۵) مسیح عیسیٰ بن مریم دنیا اور آخرت میں باآبرو اور اللہ کے مقربوں میں سے ہیں۔

بشارتِ سوم

اور حضرت مسیح علیہ السلام نے اسی سرورِ کائنات کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

Marfat.com

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے، تو اس بات سے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں خوش ہوتے کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے اور میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب ہو جائے تو تم یقین کرو۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہیں کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔ (انجیل یوحنا باب ۱۴.....۲۷ تا ۳۰)

فائدہ:۔ دنیا کی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ محمد عربی ﷺ کے سوا حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد آنے والا یہ عظیم "دنیا کا سردار" کون تھا جس کی رفعت و عظمت کا یہ عالم ہو کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہ فرمائیں کہ "مجھ میں اس کا کچھ نہیں"۔

انجیل برناباس میں حضور ﷺ کی واضح پیشینگوئیاں

اٹھارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں عیسائیوں کی موجودہ اناجیلِ اربعہ (انجیل یوحنا، انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل مرقس) کے علاوہ ایک اور انجیل دریافت ہوئی جو انجیل برناباس کہلاتی ہے۔ برناباس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے۔ یہ انجیل پہلی مرتبہ ۱۷۰۹ء میں ایمسٹرڈم کے کتب خانہ میں دستیاب ہوئی اور اب ویانا کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئیاں اس قدر کثرت سے اور اس قدر واضح ہیں کہ عیسائی دنیا نے گھبرا کر اس انجیل کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کی متعدد اور مفصل پیشینگوئیوں میں سے ہم یہاں صرف ایک پیشینگوئی کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

انجیل برناباس کے باب ۹۶ میں ہے کہ ایک موقع پر ایک یہودی مذہبی پیشوا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا کہ، آپ کون ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں عیسیٰ ابن مریم ہوں۔ اس یہودی عالم نے کہا کہ توراۃ میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نجات دہندہ عالم کو مبعوث فرمائے گا وہ آ کر ان ہی باتوں کا اعلان کرے گا جن کا حکم اللہ تعالیٰ دے گا اور دنیا میں وہ اللہ کی رحمت لے کر آئے گا۔ کیا آپ وہ نجات دہندہ ہیں؟ آپ نے فرمایا، کہ یہ سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہے مگر میں وہ نبی موعود نہیں ہوں، اس نبی کی

Marfat.com

تخلیق مجھ سے پہلے ہوئی لیکن اس کا ظہور میرے بعد ہوگا..... جب ابلیس کے بہکانے کی وجہ سے بدبخت لوگ میری تعلیمات کو مسخ کر دیں گے تو:

"GOD WILL HAVE MERCY UPON THE WORLD AND WILL SEND HIS EESSANGER FOR WHOM HE HATH. MADE ALL THINGS. WHO SHALL COME FROM THE SOUTH WITH POWER, AND SHALL DESTROY THE IDOLS WITH IDOLATERS. WHO SMALL TAXEAWAY THE DOMINION FROM SATAN WHICH HE HATH OVER MEM. HE SMAL BRING WITH HIM THE MEROY OF GOD FOR SALVATION OF THEM THAT SHALL BELIEVE IN HIM AND BLESSED IS HE WHO SHALL BELIEVE HIS WORDS."

اللہ تعالیٰ دنیا پر اپنی رحمت (نازل) فرمائے گا اور اس پیغمبر کو مبعوث فرمائے گا جس کے لئے تمام کو اس نے تخلیق کیا ہے۔[1] وہ پیغمبر اقتدار و قوت کے ساتھ جنوب کی سمت سے ظاہر ہوگا، بت پرستوں اور ان کے بتوں کو تباہ کر دے گا۔[2] اور شیطان سے وہ اقتدار چھین لے گا جو اس نے انسانوں پر قائم کر لیا ہے۔ وہ ان (انسانوں) کی نجات کے لئے جو اس پر ایمان لائیں گے اللہ کی رحمت لے کر آئے گا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس پر ایمان لائیں گے۔

اور جب اس یہودی عالم نے اس پیغمبر اعظم اور نبی موجود کا نام دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

---

[1] "لولاک لما خلقت الافلاک، وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین (۲) فتح مکہ کے بعد حضورؐ نے خانہ کعبہ سے بت نکال کر توڑ ڈالے۔

"اس نجات دہندہ کا نام (بڑا) صفات ہے...... اس کا مبارک نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

بشارت از انجیل برناباس

نقل القسیس سیل فی مقدمة ترجمة للقرآن العظیم من انجیل برناباس وطبعت ۱۸۵۴ء وانتشرت ثم طبعوا الکتاب مرة ثانیة فاخرجوها وحذفوها وهی ما نصها اعلم یا برنابا ان الذنب وان کان صغیرًا یجری اللّٰه علیه لانّ اللّٰه تعالٰی غیر راضی عن الذّنب ولمّا اجتنی اُمتی وتلامیذی لاجل الدنیا سخط اللّٰه لاجل هذا الامر واراد باقتضاء عدله ان یجزیهم فی هذا العالم علٰی هذه العقیدة الغیر اللائقة لیحصل لهم النجاة من عذاب جهنم ولا یکون لهم اذیّة هناک وانّی وان کنت بریئًا لٰکن بعض الناس لما قالوا فی حقّی اِنّه اللّٰه وابن اللّٰه کره اللّٰه هذا القول واقتضت مشیته بان لا تضحک الشیاطین یوم القیامة علی ولا یَسْتَهْزِءُوْنَ بی فاستحسن بمقتضی لطفه ورحمة ان یکون الضحک والاستهزاء فی الدنیا بسبب یهوداه ویظن کل شخص انی صلبت لکن هذه الاهانة والاستهزاء یبقیان الٰی ان یجیٔ محمّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فاذا جآء فی الدنیا ینبّه کل مؤمن علٰی هذا الغلط وترتفع هذه الشبهة من قلوب الناس.

(مقدمہ ترجمہ قرآن از پادری سیل)

پادری سیل نے اپنے ترجمہ قرآنِ عظیم کے مقدمہ میں انجیل برناباس سے

Marfat.com

نقل کیا اور یہ انجیل ۱۸۵۴ء میں طبع ہو کر شائع ہوئی۔ لیکن دوسری طباعت میں اس بشارت کو حذف کر دیا اور وہ بشارت جس کو پادری سیل نے نقل کیا ہے یہ ہے۔ ''اے برنابا، گناہ اگرچہ چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کی جزاء دیتے ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ گناہ سے راضی نہیں، میری اُمت اور میرے شاگردوں نے جب دنیا کے لئے گناہ کیا تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوئے اور باقتضاء عدل وانصاف یہ ارادہ فرمایا کہ ان کو اسی دنیا میں اسی غیر مناسب عقیدے کی بنا پر سزا دے تاکہ عذاب جہنم سے نجات پائیں اور وہاں ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور میں اگرچہ اس عقیدۂ فاسدہ سے بالکل بری ہوں لیکن چونکہ بعض لوگوں نے مجھ کو اللہ اور ابن اللہ کہا تو اللہ تعالیٰ کو یہ کہنا ناگوار ہوا۔ اور اس کی مشیت اس کی مقتضی ہوئی کہ قیامت کے دن شیاطین مجھ پر نہ ہنسیں اور نہ میرا مذاق اڑائیں۔ پس اللہ نے اپنی مہربانی اور رحمت سے یہ پسند کیا کہ یہود کی وجہ یہ ہنسی دنیا ہی میں ہو اور ہر شخص یہ گمان کرتا رہا ہے کہ میں سولی دے دیا گیا۔ لیکن یہ اہانت واستہزاء فقط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے آنے تک رہے گا۔ پس جب آپ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ہر مومن کو اس غلطی پر متنبہ فرمائیں گے اور یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے مرتفع ہو جائے گا''۔

گرجا گھر میں حضور ﷺ اور آپ کے خلیفۂ بلافصل کی تصاویر

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں اُن کی شہرت ہوگئی، تو میں شام کے ملک میں گیا۔ جب مشہور شہر بصریٰ میں پہنچا تو میرے پاس عیسائیوں کی ایک جماعت آئی اور مجھ سے پوچھا کہ ''تم حرم کے رہنے والے ہو؟'' میں نے کہا، ہاں! پھر پوچھا: ''کیا تم اس آدمی کو جانتے ہو، جس نے تمہارے شہر میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں!'' پھر وہ مجھے ہاتھ سے پکڑ

Marfat.com

کر ایک گرجا میں لے گئے، جس میں بہت سی تصویریں تھیں۔ مجھے کہنے لگے "کیا تم اس نبی کی تصویر دیکھتے ہو، جو تمہارے شہر میں مبعوث ہوا ہے؟" میں نے دیکھا، تو مجھے وہاں آپ ﷺ کی تصویر نظر نہ آئی۔ میں نے کہا "میں یہاں آپ ﷺ کی تصویر نہیں دیکھتا"۔ پھر مجھے اس سے بڑے گرجے میں لے گئے، جس میں پہلے گرجے کی نسبت تصویریں بہت زیادہ تھیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ "دیکھو اور بتاؤ کہ یہاں تم اس کی تصویر دیکھتے ہو؟" میں نے دیکھا تو وہاں آپ ﷺ کی صفتِ شریف بھی لکھی ہوئی تھی اور آپ ﷺ کی تصویر بھی موجود تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی صفت اور ان کی تصویر بھی میں نے دیکھی، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ایڑی پکڑی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: "کیا تُو نے اس کی صفت دیکھی ہے؟" میں نے کہا "ہاں!" پھر ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے: "کیا یہ وہی ہے؟" میں نے کہا "ہاں! میں شہادت دیتا ہوں کہ یہ وہی ہے"۔ پھر پوچھا: "کیا اس کو پہچانتے ہو، جس نے اس کی ایڑی پکڑی ہوئی ہے؟" میں نے کہا "ہاں!" بولے، "ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہی تمہارا نبیؐ ہے اور یہ اس کے بعد اس کا خلیفہ ہوگا"۔ اس کو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔ جس نے تصویریں دکھائی تھیں، وہ کہتا تھا: "ہر نبی کے بعد نبی ہے، مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہیں"۔ یہ روایت ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں ذکر کی ہے۔

موسیٰ بن عقبہ سے روایت ہے کہ "ہشام بن عاص، نعیم بن عبداللہ اور ایک اور آدمی، جس کا نام انہوں نے بتایا تھا، جب یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بادشاہِ روم کے پاس پہنچے تو پہلے جبلہ بن ایہم پر داخل ہوئے، وہ اس وقت غوطہ میں رہتا تھا۔ وہ ان کو بادشاہِ روم کے دربار میں لے گیا، تو انہوں نے وہاں ایک بہت بڑا تابوت دیکھا، جس پر سونے کا کام کیا ہوا تھا۔ اس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے دروازے تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا، جس سے سیاہ رنگ کا ایک ریشمی کپڑا نکالا۔ اس میں آدم علیہ السلام کی تصویر تھی۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا اور اس سے ریشم کا ٹکڑا نکالا، جس میں نوح علیہ السلام کی تصویر تھی۔ پھر اس کے بعد ان کو ریشم کا وہ ٹکڑا دکھایا، جس میں آنحضرت ﷺ کی تصویر تھی، اور کہنے لگا: "یہ آخری

Marfat.com

دروازہ ہے، باقی سب دروازے چھوڑ کر میں نے تمہیں یہ پہلے دکھا دیا ہے، تاکہ میں تمہارا نظریہ معلوم کروں"۔ پھر اس نے اور بہت سے دروازے دکھائے جن میں باقی انبیاء کی تصویریں تھی، جیسے موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، عیسیٰ بن مریم، لوط اور اسحٰق علیہم السلام کی تصاویر تھیں اور اس نے بیان کیا کہ تابوت ان کے پاس آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ہے اور یہ سب تصویریں دانیال علیہ السلام نے بنائی تھیں"۔

اور اس واقعہ جیسی روایت مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ سے بھی مروی ہے، وہ کہتے کہ "جب میں مصر کے بادشاہ اور اسکندریہ کے مقوقس کے پاس گیا، تو اُس نے انبیاء کرام کی تصویریں دکھائیں۔ ان میں ہمارے نبی ﷺ کی تصویر بھی تھی، جس کو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا"۔

حضرت سواد رضی اللہ عنہ بن قارب کا عجیب و غریب واقعہ

محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں: "ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے، اُن کے پاس سے ایک آدمی گزرا۔ کسی نے کہا: "امیر المومنین! اِس گزرنے والے آدمی کو آپ جانتے ہیں؟" آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: "وہ کون ہے؟" حاضرین نے کہا: "یہ سواد بن قارب ہے، جس کو اس کے ہمراز جن نے آنحضرت ﷺ کے ظہور کی خبر دی تھی"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بلا بھیجا اور کہا: "تم سواد بن قارب ہو؟" بولا: "جی ہاں!"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا: "تمہیں تمہارے ہمراز جن نے رسول اللہ ﷺ کے ظہور کی خبر دی تھی؟" کہنے لگا: "جی ہاں!" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا: "تم ابھی تک کہانت کا کام کرتے ہو؟" یہ سن کر وہ ناراض ہو گیا اور بولا: "اے امیر المومنین! میرے مسلمان ہونے کے بعد کسی نے مجھ سے ایسی بات نہیں کہی"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "اِس میں تعجب کیا ہے؟" جس شرک میں ہم مبتلا تھے، وہ تمہاری کہانت سے بڑا تھا"۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کے بارے میں اپنے ہمراز جن کی خبر سناؤ"۔ بولا: "ہاں، امیر المومنین! سنئے۔ میں ایک رات نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا کہ میرا ہمراز آیا اور اپنا پاؤں مار کر کہنے لگا: اے سواد بن قارب! اُٹھ اور میری بات

Marfat.com

سن، اور اگر سمجھتا ہے تو سمجھ۔ قبیلہ لوئی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے، وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کی عبادت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر اُس نے یہ اشعار پڑھے:

عجبت للجنّ وتطلابها وشدّها العيس باقتابها

"مجھے جنوں پر اور ان کے تلاش کرنے پر اور اپنی اونٹنیوں پر کجاوے کسنے پر تعجب ہوا"۔

تهوى الى مكة تبغى الهدى ما صادق الجنّ ككذابها

"وہ ہدایت کی تلاش میں مکہ معظمہ جا رہے ہیں، اور سچا جن جھوٹے جن کی طرح نہیں ہے"۔

فارحل الى الصفوة من هاشم ليس قدامها كاذنابها

"تو بھی بنو ہاشم کے برگزیدہ انسان کی طرف چل، بعد کے آنے والے پہلوں کی طرح نہیں ہو سکتے"۔

اس نے بیان کیا کہ جب میں جاگنے اور سونے کی درمیانی حالت میں ہوتا تھا، تو پہلی رات کے بعد دو راتیں اور میرے پاس آیا اور کہا: "اے سواد بن قارب! اُٹھ۔ اور اگر سمجھ رکھتا ہے تو سمجھ۔ قبیلہ لوئ بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے، جو اللہ تعالیٰ اور اُس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے"۔

پھر وہ قافیے بدل بدل کر مجھے یہی شعر پڑھ کر سناتا اور اس طرح اُس نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا۔ اِس واقعہ سے متاثر ہو کر یہی سواد بن اقارب، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے ہمراز جن کا قصہ مندرجہ ذیل اشعار میں آپ ﷺ کو سنایا۔

اتانى نجيى بعد هدء ورقدة ولم يك فيما تلوت بكاذب

"میرا ہمراز، رات کا کچھ حصہ گزرنے اور لوگوں کے سو جانے کے بعد آیا، اور جہاں تک میں نے تجربہ کیا ہے، وہ جھوٹا نہیں ہے"۔

ثلاث ليال قوله كلّ ليلة اتاك رسولٌ من لؤىّ بن غالب

"وہ تین رات برابر آتا رہا اور ہر رات اس نے یہی کہا، "تمہارے

Marfat.com

زمانے میں لوئی بن غالب سے ایک رسول مبعوث ہوا ہے"۔

فرفعت اذیال الازار وارقلت　　من الوسس الوجا ھجول السباسب

"چنانچہ میں نے اپنا دامن اٹھایا اور طاقت ور، صحراؤں کو قطع کرنے والی تیز اونٹنی دوڑنے لگی"۔

فاشھد انّ اللّٰہ لا رب غیرہٗ　　وانک مامون علٰی کلّ غائب

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رب نہیں، اور آپ ہر غیب کی بات پر امین ہیں"۔

وانک ادنی المرسلین وسیلۃ　　الی اللّٰہ یا ابن الاکرمین الاطایب

"اے عزت والے پاکباز سرداروں کے بیٹے! آپؐ وسیلے کے لحاظ سے سب رسولوں سے اللہ کے زیادہ قریب ہیں"۔

فمرنی بما یاتیک من وحی ربّنا　　وان کان فی ما قلت شیب الذوائب

"پس مجھ کو ہمارے رب کی وحی کا حکم دیجئے، جو آپؐ کے پاس آئی ہے۔ اگرچہ اس کی شدت سے بال سفید ہو جائیں"۔

وکن لی شفیعًا یوم لا ذو شفاعۃ　　بمغن فتیلا عن سواد بن قارب

"اور میری اس روز سفارش کرنا، جب کوئی سفارشی سواد بن قارب کو ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچا سکے گا"۔

مجوسی مذہب

مجوسیوں کی الہامی کتاب کے دو حصے ہیں۔ دستیر (Dasatir) اور وستا (vesta) جس کو ژندا وستا بھی کہتے ہیں۔ زرتشت نے بار بار ایک نبی منتظر کی بشارت دی ہے جس کے نام سوشینت (Soeshyant) ھوش شینشور اور استوت اریتا بتائے گئے ہیں۔ سوشینت اور ھوش شینشور، ژنداوستا کے مطابق ایک ہی لفظ ہیں اور ان کا مطلب "عالموں کے لئے رحمت" بتایا گیا ہے۔ (رحمۃ اللعالمین، قرآن کریم میں حضور ﷺ کو فرمایا

Marfat.com

گیا ہے) استوت اریتا کا مادہ ژندی میں ''استو'' ہے جس کا مطلب تعریف یا ستائش کرنے کے ہیں۔ موجودہ فارسی کا مصدر ''ستودن'' بھی ان ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے ''استوت ارتیا'' کا مطلب ہوا ''ستودہ صفات'' یہی مفہوم عربی لفظ ''محمد'' کا ہے۔ ''استوت ارتیا'' کا دوسرا مطلب ''جامع اقوامِ عالم'' بتایا گیا ہے۔ اس مفہوم میں بھی یہ لفظ ذات گرامی پر ہی پورا اترتا ہے۔ چونکہ حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نبی تمام اقوامِ عالم اور تمام بنی نوع انسان کے لئے نہیں آیا۔

ژند میں ہے کہ خدائے تعالیٰ زرتشت کو اس طرح خطاب فرماتا ہے:

"THE MOST POVERFUL AMONGST THE COMPANIONS OF THE OBEDIENT, O ZORASTUSHTRA. ARE THOSE OF THE MEN OF THE PRIMITIVE LAW, OR THOSE OF THE "SOESHYANT"(NOT YET BORN) WHO ARE TO RESTORE THE WORLD."

(FARVARDIN YAST XIII:17)

''اے زرتشت! فرمانبرداروں کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ طاقتور وہ لوگ ہیں یا سوشینت (جن کا ابھی ظہور نہیں ہوا) کے لوگ جو دنیا کو نجات دیں گے۔''

مجوسیوں کی دوسری کتاب دستیر (Dasatir) میں حضور اکرم ﷺ کی پیشینگوئی نہائت واضح طور پر مذکور ہے، مولانا عبدالحق ودیارتھی نے اپنی کتاب "MOHAMMAD IN ANCIENT SCRIPTURES" میں دستیر کے اس حصہ کا فوٹو بلاک شائع کیا ہے، جو ژندی زبان میں ہے اور اس کے ساتھ اس کا فارسی ترجمہ بھی دیا ہوا ہے۔ دستیر کے جس ایڈیشن سے یہ فوٹو بلاک لیا گیا ہے اس کو ملا فیروز نے چند دیگر علمائے مجوس کی مدد سے نصیر الدین قاچار شاہِ فارس کے زمانہ میں شائع کیا تھا۔ ملا فیروز ایک مشہور عالم تھے جو

Marfat.com

پہلوی، ژندی، فارسی اور عربی کے ماہر بھی تھے۔ اس پوری عبارت اور اس کے فارسی ترجمے کو پیش کرنے کی اجازت موجودہ کتاب کی تنگ دامانی نہیں دیتی۔ جن حضرات کو ذوق ہو وہ مولانا عبدالحق ودیارتھی کی مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

اس پیشینگوئی کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مجوسی اپنے مذہب کی صحیح تعلیمات سے برگشتہ ہو جائیں گے تو عرب میں ایک ہستی ظہور پذیر ہوگی جس کے ماننے والے فارس کو فتح کر کے مغرور ایرانیوں کو مطیع ومنقاد بنائیں گے۔ اپنے معبدوں میں آگ کی پرستش کرنے کی بجائے وہ اپنے رخ قبلۂ ابراہیمی کی طرف کر لیں گے جس میں سے بت نکال دیے جائیں گے وہ (یعنی پیغمبر عربی ﷺ کے ماننے والے) دنیا کے لئے باعث رحمت ہوں گے۔ وہ فارس، مدین، طوس، بلخ اور قرب وجوار میں واقع مجوسیوں کے دیگر مقدس مقامات پر قابض ہو جائیں گے۔ ان کا پیغمبر انتہائی فصیح وبلیغ ہوگا جو ان کو نہایت مربوط اور معجزانہ کلام سنائے گا۔

بدھ مت

مہاتما بدھ نے بھی اپنے بعد آنے والے ایک پیغمبر اعظم کی پیشینگوئی کی ہے جن کا نام پالی زبان میں متیا (Mettayya) سنسکرت میں "میتریا" (Maitreya) (محمدؐ) اور برمی زبان میں "اریمیدیا" (Aremideia) (احمدؐ) بتایا گیا ہے۔

ایک موقع پر مہاتما بدھ اپنے چیلے سری پتا کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

"BUT AFTER ME METTEYA COMES ----- THIS BUDDHA THEN METTEYA CALLED SUPREME, AND OF ALL MEN THE CHIEF". (BUDDHISM IN TRANSITION. BY WARREN-PAFE481-482)

"لیکن میرے بعد میتیا آتا ہے .... یہ بدھ میتیا کہلائے گا۔ وہ سب سے زیادہ عظیم المرتبت اور تمام نوع انسان کا سردار ہوگا۔"

ایک اور موقع پر مہاتما بدھ کے محبوب شاگرد اور خادم "انندا" نے پوچھا کہ آپ

Marfat.com

کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد کون ہمیں تعلیم دے گا، مہاتما بدھ نے کہا:

"I AM NOT THE FIRST BUDDHA WHO CAME UPON EARTH. NOR SHALL I BE THE LAST. IN DUE TIME ANOTHER BUDDHA WILL ARISE IN THE WORLD. A HOLY ONE . END OWED WITH WISDOM IN CONDUCT. AUSPICIOUS KNOWING THE UNIVERSE. AN INCOMPARABLE LEADER OF MEN. A MASTER OR ANGELS AND MORTUGS."

"میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو اس دنیا میں آیا اور نہ میں آخری ہوں گا۔ مناسب وقت پر دنیا میں ایک بدھ ظہور پذیر ہوگا، ایک مقدس ہستی، ایک انتہائی ہدایت یافتہ ہستی جس کو معاملات میں علم و حکمت عطا کی گئی ہوگی جو فرخندہ فال اور (رموز) کائنات کی معرفت کا حامل ہوگا، جو انسانوں کا بے مثل رہبر اور جو فرشتوں اور انسانوں کا مولیٰ ہوگا"۔

انندا نے پوچھا کہ ہم اسے کیسے پہچانیں گے۔ مہاتما بدھ نے کہا:

"HE WILL BE KNOWN AS MAITREYA."

(THE GOSPEL OF BUDDHA BY CARUS. P.217-218)

......☆......

Marfat.com

ہندوؤں کی کتبِ مقدسہ میں بشاراتِ آنحضرت ﷺ

الحاج بشیر الدین پنڈت صاحب

وید:۔ وید ۱۱۳۱ ہیں۔(مہابھاشیہ پانجلی)۔ان میں سے کل دس گیارہ دستیاب ہیں۔ رگوید، یجروید، سام وید۔ یہ تین قدیم ترین ہیں۔(منوجی) اتھروید آخری وید ہے۔ان کا زمانہ تالیف بقول سوامی دیانند جی ایک ارب ۲۱ کروڑ برس ہے۔لیکن عصر حاضر کے محققین انہیں چار ہزار سال پرانا بتاتے ہیں۔یہی زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔

اُپ نشد:۔ ۱۲ قدیم ہیں اور آج ان کی تعداد ۲۰۰۰ سے اوپر ہے۔ان میں سے ایک اللہ اُپ نشد بھی ہے، جس کو اکبر کے زمانہ کا بتایا جاتا ہے۔اُپ نشدوں کو ویدوں پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔

(راجہ رام موہن رائے کے لیکچر ملاحظہ ہوں۔نیز منڈک اُپ نشد کھنڈ ا منتر ۴ تا ۶ چھاندوگیہ اُپ نشد پر پھاٹک، کھنڈ ا۔۲، شیتپتھ۔برہمن کانڈ ۱۰۔ادھیائے ۳ وغیرہ)

پران:۔ مہرشی ویاس جی نے انہیں ۱۸ جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔ویدان کے مصداق ہیں (ملاحظہ ہو اتھروید کانڈ ۱۱ سوکت ۷ منتر ۲۴) رگوید میں بھی یکیہ میں پڑھے جانے والے پر ان کا ذکر ہے (ملاحظہ ہو رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۰ منتر ۶) اس کے علاوہ چھاندوگیہ اپ نشد پر پھاٹک ۷ کھنڈ ا۔۲ میں بھی پرانوں کا ذکر موجود ہے۔اس طرح پران بھی ویدوں کے ہمعصر ہیں، جن پرانوں کے وید مصدق ہیں چونکہ انہیں میں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق بشارتیں ہیں، اس لیے بعض لوگ یہ عذر پیش کر دیتے ہیں کہ یہ نقلی ہیں، اصلی غائب ہو گئے، یہ عذر غلط ہے۔اس لیے کہ پران اہل ہنود میں ویدوں کے مقابلہ میں زیادہ کثیر الاستعمال ہیں۔تعجب ہے کہ پران جو شروع زمانہ سے آج تک بکثرت پڑھے جاتے

Marfat.com

ہیں، وہ تو گم ہو گئے مگر وید، جن کو بہت کم لوگ پڑھتے اور جانتے ہیں، وہ باقی رہ گئے۔ یہ خیال بھی غلط ہے کہ پرانوں میں پیش گوئیاں بعد میں شامل کی گئیں۔ اگر ایسا ہوتا تو آج ہندوستان کے کسی گوشہ میں کوئی نہ کوئی پران تو کسی برہمن کے گھر سے ایسا دیکھنے کو ملتا، جو پیش گوئی سے خالی ہوتا۔

۱۔ سام وید میں آنحضرت ﷺ کا ذکر

ملاحظہ ہو سام وید پر پھاٹک ۲ رشتی ۶ منتر ۸:

ترجمہ:۔ ''احمد نے اپنے رب سے پُر حکمت شریعت کو حاصل کیا۔ میں سورج کی طرح روشن ہو رہا ہوں۔ یعنی میں (رشی وتسہ کنو) اس بشارت کو دیکھتے وقت آفتابِ رسالت کے نور سے منور ہو رہا ہوں'......۔

قرآن شریف اس منتر کے راز کو اس طرح کھولتا ہے:

یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا ٥ وداعیًا الی اللہ باذنہٖ وسراجًا منیرًا ٥ (الاحزاب: ۴۵۔ ۴۶)

''اے نبی! ہم نے تجھے شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے اور تو اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن کرنے والا سورج ہے''۔

فائدہ:۔ روشنی دو طرح کی ہوتی ہے، اجرامِ فلکی کی۔ ایک وہ اجرام جو بذاتِ خود روشن ہیں جیسے سورج۔ دوسرے وہ اجرام، جو اس سے روشن ہوتے ہیں۔ جیسے رات کے وقت چاند، ستارے سورج کی روشنی کی گواہی دیتے ہیں۔ اس لئے رشی وتسہ کا یہ کہنا کہ میں سورج کی مانند روشن ہوں، درحقیقت سراجاً منیراً کے لئے ایک گواہی ہے اور وہ سراجاً منیراً احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۲۔ اتھروید کے کنتاپ سوکت میں بشارات

اتھروید تینوں ویدوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ اس میں رگ وید کی رچائیں

Marfat.com

(محامذ) سام وید کے گانے اور یجروید کی عبادات کا ذکر ہے۔ اس کے علاوہ مہلک امراض سے شفا، جنگ میں فتح و نصرت کے نسخے اور بہشت و دوزخ کے تفصیلی بیانات بھی ہیں۔ اس لیے اس وید کو براہم وید (علم الٰہی) کہا جاتا ہے۔ جس طرح بائبل کا ماخذ الواح بابل ہیں، اسی طرح ویدوں کی اندرونی شہادت سے پتا چلتا ہے کہ اتھر وید صحیفہ ابراہیمؑ کی بڑی حد تک نقل ہے۔ رگوید کا ۱/۵ حصہ بائبل کی طرح بابل کے صحائف سے نقل کیا گیا ہے۔ اس میں بابل اور مصر کے بادشاہوں کی جنگوں کا سال بھی ہے۔ (تفصیل کے لئے ڈاکٹر پران ناتھ پروفیسر بنارس ہندو یونیورسٹی کا مضمون دیکھیے، جو ٹائمز آف انڈیا کے جولائی و اگست ۱۹۳۵ء میں چھپا ہے)

اتھر وید کے بیسویں باب کے کچھ سوکت کنتاپ سوکت کہلاتے ہیں۔ ان کو طویل یگیوں اور قربانیوں میں ۱۷ پجاری بڑے اہتمام سے پڑھا کرتے تھے اور یہ ہر سال ہوا کرتا تھا، گویا ایک طرح سے انہیں یاد رکھنے کے لئے ہندو قوم کو توجہ دلائی جاتی تھی۔ کنتاپ کے معنی ہیں پیٹ کی پوشیدہ گلٹیاں۔ یہ نام ان منتروں کا غالباً اس لیے رکھا گیا کہ ان کا راز آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ یہ راز ناف زمین (مکہ) سے تعلق رکھتا ہے۔ مکہ کی زمین کو ام القریٰ (نافِ زمین) الہامی کتب میں بتایا گیا ہے۔ اس لیے کہ یہیں سب سے پہلے پہلا خدا کا گھر بنا اور نسل انسانی کو یہیں سے روحانی غذا ملنا شروع ہوئی۔ "ان اوّل بیتٍ وضع للناس للذی ببکة مبارکًا وهدًی للعالمین." (آل عمران:۹۶)

قرآن شریف میں مکہ کے دو نام ہیں۔ ایک بکہ، دوسرا مکہ۔ بکّہ کے معنی ہیں بطن (پیٹ زیر ناف) اور مکہ کے معنی ہیں پستان۔ انسان کو اپنی ماں سے غذا دو جگہ سے ملتی ہے۔ یعنی پیٹ سے (رحمِ مادر سے) اور چھاتیوں سے۔ اسی طرح نسل انسانی کی ابتدائی پرورش کنتاپ (پوشیدہ گلٹیاں۔ رحم مادر) یعنی بطن مکہ سے شروع ہوئی۔ مگر جب بچہ رحمِ مادر سے مکمل ہو کر باہر آ گیا، یعنی وسیع دنیا میں قدم رکھا، تو یہی گلٹیاں چھاتی میں دودھ بن گئیں۔ اس طرح انسان کی پرورش کا سامان اب مکہ میں یا ماں کی چھاتیوں میں ہے۔ کنتاپ سوکتوں کو لوگ اب تک معمہ یا پہیلیاں سمجھتے رہے۔ چنانچہ پروفیسر پنڈت راجہ رام

Marfat.com

پروفیسر میکولر، بلوم فیلڈ وغیرہ نے ایسا ہی سمجھا، لیکن یہ غلطیاں اب واضح ہو چکی ہیں۔

۳۔ کنتاپ سوکت کا پہلا منتر......اسم مبارک آنحضرت ﷺ

ترجمہ:۔ "اے لوگو! یہ (بشارت) احترام سے سنو۔ محمد تعریف کیا جائے گا۔ ساٹھ ہزار اور نوّے دشمنوں میں اس ہجرت کرنے والے (امن پھیلانے والے کو) ہم (حفاظت میں) لیتے ہیں"۔

تشریح:۔ نراشنسہ یعنی لوگوں میں تعریف کیا گیا۔ کورم یعنی امن پھیلانے والا یا مہاجر شیسٹی سہسر مکہ کی آبادی اُس وقت ساٹھ ستر ہزار تھی۔ جیسا کہ ابن اثیر کامل وغیرہ نے لکھا ہے۔

واضح اسم گرامی

ترجمہ:۔ "اس نے مامح رشی کو سو دینار، دس تسبیحیں، تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں"۔ (مترجمہ پنڈت کھیمکرن و پروفیسر راجہ رام)

تشریح:۔ ما یعنی مہا بمعنی بہت زیادہ۔ مح یعنی تعریف کیا گیا۔ عروتام یعنی عربی گھوڑے۔

مطلب:۔ پیش گوئیاں بالعموم استعارات پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اس منتر میں سو طلائی دینار وہ صحابہ کرامؓ ہیں، جنھوں نے مکہ کے پُرفتن دور میں مکہ سے حبش کو ہجرت کی۔ سرجہ یعنی گلدستہ تسبیح، سردار (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۸۴ منتر ۲ میں سرجہ بمعنی سہرا) عشرہ مبشرہ مراد ہیں۔ عروہ بمعنی تیز رو یا عربی گھوڑے۔ ان سے مراد اصحاب بدر ہیں، جو تین سو تیرہ تھے۔ گو کا مادہ گم یعنی جنگ کے لئے نکلنا (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۳۳ منتر ۶) گائے کو عرب وجلال اور ہلاکت کا مظہر قرار دیا گیا ہے (رگوید منڈل ۵ سوکت ۵۶ منتر ۳) گائے صلح واتفاق و اتحاد کی علامت بھی ہے (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۱۱۲ منتر ۳) ان تشریحات سے ظاہر ہے کہ محمدؐ کے ساتھی گائے کی طرح مقدس اور رحم ومحبت کے مجسمہ ہیں اور اندر دیوتا کی طرح بارعب اور خوفناک بھی ہیں۔ اس تضاد کی پہیلی کو قرآن شریف نے اس طرح حل فرمایا:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ

Marfat.com

رحماء بینھم ...... الخ (الفتح: ۲۹)

مکہ کی فتح کے وقت ٹھیک دس ہزار کی قدوسی جماعت آپ کے ساتھ تھی۔

مذکورہ بالا منتر میں حسب ذیل باتیں قابلِ غور ہیں:

۱۔ اس منتر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صفاتی نام جو ذاتی نام سے بھی کسی قدر مشابہ ہے، موجود ہے۔

۲۔ آپ کو رشی یا پیغمبر بتایا گیا ہے۔

۳۔ آپ کو سو خالص سونے کے طلائی دینار۔ یعنی سابقون الاولون صحابہ کرامؓ کے دیئے جانے کا ذکر ہے۔

۴۔ عشرہ مبشرہ یعنی با اقبال جنت کے دس گلدستوں کا علیہ۔

۵۔ عابد، زاہد، عالم، جنگجو ۳۱۳ تاریخی اصحاب بدر کا ذکر۔

۶۔ فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدسیوں کی جماعت کا ذکر۔

دنیا کی تاریخ روشنی میں یہ ساری خوبیاں اور نشانات صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح حیات میں ملتی ہیں اور یہ نشانیاں ٹھیک اسی ترتیب کے ساتھ ہیں، جیسی کہ بعد کو تاریخی وجود میں آئیں۔ دنیا کے کسی رشی یا پیغمبر کے ساتھ بجز آنحضرت ﷺ کے ان کی تطبیق نہیں کی جا سکتی۔

۴۔ جنگِ احزاب کا مفصل ذکر

اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۱ منتر ۶ حسب ذیل ہے:

ترجمہ:۔ ''اے صادقوں کے رب! تجھے ان سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور مستانہ ترانوں سے دشمن کی جنگ میں مسرور کیا، کہ جب حمد کرنے والے نیز عبادت کرنے والے کے لئے تُو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا۔

معنی:۔ برترہتے شو، سچے بمعنی صادقوں کے رب۔ اَمَدَن بمعنی مسرور کیا۔ ورسنسڑ یا

Marfat.com

ان بہادرانہ کاموں سے۔ سوماسہ یعنی مستانہ ترانوں نے۔ وِرِترِ بمعنی دشمن۔ کارُوے بمعنی حمد کرنے والے کے لئے۔ وَرِ ہشتھے بمعنی عبادت کرنے والے کے لیے۔ اَپرتی بمعنی بغیر مڈبھیڑ۔ نی وَرِہتیہ یعنی تُو نے شکست خوردہ کردیا۔ ہیتھو یعنی جنگ میں۔

تشریح:۔ وید منتر میں اللہ تعالیٰ کو ست پتی یعنی صادقین کی تربیت کرنے والا بتایا ہے۔ صادقین صحابہ کرام کی صفت ہے۔ "من المومنین رجالٌ صدقوا ما عاهدوا الله عليه ...... كونوا مع الصادقين".

وید منتر میں دوسری نشانی یہ ہے کہ سرور دینے والوں نے اپنے بہادرانہ کارناموں اور ترانوں سے اللہ کو راضی کردیا۔ اس کا نقشہ قرآن پاک میں یوں کھینچا گیا:

لمّا رأ المومنون الاحزاب قالوا هٰذا ما وعدنا الله ورسولهٗ وصدق الله ورسولهٗ وما زادهم الا ايمانًا و تسليمًا ٥

(۳۳: ۲۲)

"جب مومنوں نے دشمن کے لشکر کو دیکھا، انہوں نے کہا یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیا تھا (اس نظارہ نے) ان کے ایمان نیز تسلیم و رضا کی ایمانی قوت کو المضاعف کردیا۔

تیسری نشانی دس ہزار کے لشکر عظیم کو، جو تین ہزار کے مقابل تھا اور ہر طرح سے بڑھ چڑھ کر تھا، شکست خوردہ بتایا۔ قرآن شریف میں یہ آیت جنگ احزاب وقوع پذیر ہونے سے پہلے نازل ہو چکی تھی:

جند ما هنالك مهزوم من الاحزاب . (۳۸. ۱۱)

چوتھی نشانی اسمِ احمدؐ کا ذکر۔ کارُوے یعنی حمد کرنے والے کے لیے یعنی احمد۔ پروفیسر گرفتھ نے اس کا ترجمہ (CIBGER) اور پروفیسر پنڈت راجارام نے ستوتا یعنی حمد کرنے والا کیا ہے۔ یہ صفاتی نام ہے، جو اس جنگ کا ہیرو ہے، وہ حمد کرنے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی۔

حمد کرنے والے کی دوسری صفت لفظ برہشتھے ہے، جس کے معنی ہیں مقدس

Marfat.com

گھاس، جو ویدی (آتشکدہ) کے کناروں پر بچھائی جاتی ہے۔ استعارۃً مقدس گھاس والا سے مراد عبادت گزار ہوتی ہے۔ دوسرے معنی اس کے روشن اور نورانی شخص کے بھی ہیں۔ یعنی احمد نہ صرف خدا کی حمد کرنے والے ہیں بلکہ عین میدانِ جنگ میں خدا کی عبادت کرنے والے بھی ہیں۔ یہ وید منتر کی پانچویں نشانی ہے۔ آخری نشانی ہے دشمن کا بغیر مقابلہ کیے فرار ہو جانا۔ اس کی وجہ اسی سوکت کے منتر ۱ تا ۵ نیز ۷ اور ۸ میں بیان کی ہے۔ ان منتروں میں خطاب ہے اندر دیوتا سے۔ جو تند و تیز ہوا کا رفیق اور رعد و کڑک کا دیوتا ہے۔ اس جنگ میں دشمن تند ہوا اور کڑک سے ڈر کر یا اندر دیوتا سے خوف کھا کر بھاگ گیا۔ چنانچہ وید کے اپنے الفاظ ہیں:

"تو نے اے اندر! دس ہزار دشمنوں کو بغیر مڈھ بھیڑ کے شکست خوردہ کر دیا"۔

دشمن کی ہزیمت واقعی ایک حیرت انگیز امر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقابلہ دراصل مسلمانوں کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اسی خالقِ فطرت کے ساتھ تھا، جس کے ایک ادنیٰ غلام تند ہوا، جھکڑ اور رعد و کڑک سے دشمن خوفزدہ ہو کر فرار ہو گیا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

یا ایها الذین اٰمنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذ جآء تکم جنودٌ فارسلنا علیهم ریحًا و جنودًا لم تروها و کان الله بما تعملون بصیرًا ۝ (۳۳. ۹)

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو، جب تم پر لشکر آ پہنچے، سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکروں کو بھیجا جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے اور اللہ اسے جو تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔"

جنگِ احزاب صداقتِ اسلام کا کھلا معجزہ ہے۔

("نقوش" سیرت نمبر سے ماخوذ)

Marfat.com

روایانِ احادیث معراج مع حوالہ کتب احادیث

ذیل میں دکھلایا جا رہا ہے کہ احادیث معراج کن کن صحابہ کرامؓ سے کن کن دواوین حدیث میں مروی ہے۔

۱۔ حدیث انس بن مالک		۳۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ	
		ا۔ صحیحین	من طریق قتادہ عن ابی العالیہ عن ابن عباسؓ
ا۔ صحیح بخاری و ابن جریر	بطریق شریک بن عبداللہ عن انس رضی اللہ عنہ	ب۔ صحیح مسلم	ایضاً عن ابن عباسؓ
ب۔ صحیح مسلم	بطریق ثابت عن انسؓ	ج۔ احمد، ابونعیم، ابن مردویہ بسند صحیح	من طریق قابوس عن ابیہ عن ابن عباس
ج۔ نسائی و ابن ماجہ	بطریق یزید بن مالک ثابت عن انسؓ	د۔ احمد، ابویعلی، ابونعیم ابن مردویہ	عن طریق عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
د۔ ابن ابی حاتم	بطریق دیگر از یزید بن مالک	ہ۔ احمد، نسائی، بزار، طبرانی بیہقی، ابن مردویہ	عن طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ عنہ
ہ۔ ابن جریر، ابن مردویہ	بطریق عبدالرحمٰن بن ہاشم عن انسؓ	و۔ ابن مردویہ	عن طریق شہر بن حوشب عن ابن عباسؓ
و۔ احمد، ترمذی، بیہقی و عبد بن حمید، ابن جریر، ابن مردویہ، ابونعیم	بطریق قتادہ عن انسؓ	۴۔ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ	
		ا۔ صحیح بخاری	من طریق علقمہ عن ابن مسعودؓ
ز۔ ابوداؤد و احمد	بطریق عبدالرحمٰن بن جبیر عن انسؓ	ب۔ صحیح مسلم	من طریق مرۃ الہمدانی عن ابن مسعودؓ
ح۔ ابن مردویہ	بطریق قتادہ و سلیمان التیمی و علی بن زید عن انسؓ	ج۔ صحیح مسلم و بیہقی و ابونعیم	من طریق زر عن ابن مسعودؓ
ط۔ ابن سعد، سعید بن منصور، بزار، بیہقی، ابن عساکر	عن ابی عمران الجونی عن انسؓ	د۔ احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور و حاکم صحیحہ	من طریق موثر بن غفار عن ابن مسعودؓ
۲۔ حدیث جابر بن عبداللہ	صحابی بن صحابی	ہ۔ ترمذی و حسنہ و ابن	من طریق عبدالرحمٰن عن

Marfat.com

ا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم — عن جابرؓ

و۔ بزار، ابو یعلی، حارث بن ابی اسامہ، طبرانی، ابو نعیم، ابن عساکر — من طریق علقمہ عن ابن مسعودؓ

۵۔ حدیث مالک بن صعصعہ ؓ

ا۔ صحیح بخاری و مسلم، احمد، ابن جریر — من طریق قتادہ عن انسؓ ابن مالک حدثہ

۶۔ حدیث ابی ذرؓ

ا۔ صحیحین — من طریق الزہری عن انس

ب۔ مسلم — قال کان ابوذر یحدث بسندہ عن ابی ذر

۷۔ حدیث ابی ہریرہؓ

ا۔ صحیح مسلم واحمد وابن مردویہ — من طریق ابی سلمہ

ب۔ احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ — من طریق ابی الصلت

ج۔ ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابو یعلی، بیہقی — من طریق ابی العالیہ عن ابی ہریرہؓ

د۔ ابن مردویہ — من طریق سلیمان التیمی

و۔ سعید بن منصور، ابن سعد، طبرانی (اوسط) ابن مردویہ — عن ابی وہب مولی ابی ہریرہؓ

۸۔ حدیث حذیفہ بن الیمانؓ

ا۔ احمد، ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم وصححہ ونسائی وابن جریر وابن مردویہ، بیہقی — عن حذیفہؓ

۹۔ حدیث سمرہ بن جندبؓ

ا۔ ابن مردویہ — عن سمرہؓ

مردویہ — عن ابن مسعودؓ

ا۔ ابن عساکر — عن سہل بن سعدؓ

۱۱۔ حدیث شداد بن اوسؓ

ا۔ ابن ابی حاتم، بیہقی وصححہ، بزار، طبرانی، ابن مردویہ — عن شدادؓ

۱۲۔ حدیث صہیبؓ

ا۔ طبرانی، ابن مردویہ — عن صہیب بن سنانؓ

۱۳۔ حدیث ابن عمرؓ

ا۔ ابن عدی، طبرانی اوسط، بیہقی — عن ابن عمرؓ

۱۴۔ حدیث ابن عمرو بن شعیبؓ

ا۔ ابن مردویہ — عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ

۱۵۔ حدیث عبداللہ بن اسعد بن زرارہؓ

ا۔ بزار، ابن قانع، ابن عدی، بغوی، ابن عساکر — عن عبداللہ بن اسعدؓ

۱۶۔ حدیث ابو ایوبؓ

ا۔ ابن ابی حاتم، ابن مردویہ — عن ابی ایوبؓ

۱۷۔ حدیث ابی حیہؓ

ا۔ طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ — عن ابی حیہ

۱۸۔ حدیث ابی الحمراءؓ

ا۔ طبرانی، ابن قانع، ابن مردویہ — عن ابی الحمراء

۱۹۔ حدیث ابی سعید خدریؓ

ا۔ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ — من طریق ابی ہارون العبدی

Marfat.com

۱۰۔حدیث سہل بن سعدؓ

ب۔ابن مردویہ من طریق ابی نضرۃ عن ابی سعید

ج۔ابن مردویہ من وجہ آخر عن ابی نضرۃ

د۔ ابن مردویہ من وجہ آخر من طریق علقمہ عن ابی سعید

۲۰۔حدیث ابی یعلیٰ

ا۔طبرانی (اوسط) ابن مردویہ من طریق محمد بن عبدالرحمٰن

۲۱۔حدیث عائشہ صدیقہؓ

ابن مردویہ، حاکم وصححہ من طریق زہری عن عروہ

بیہقی

۲۲۔حدیث اسماءؓ بنت الصدیقؓ

ا۔ابن مردویہ من طریق یحییٰ بن عباد

۲۳۔حدیث ام ہانی بنت ابی طالب

ا۔ابن اسحٰق، ابن جریر عن الکلبی عن ابی صالح عن ام ہانیؓ

۲۴۔حدیث عمر فاروق

ا۔احمد عن عبید بن آدم عن امیر المومنین عمرؓ

ب۔ابن مردویہ من طریق مغیرہ بن عبدالرحمٰن

بیہقی، ابن عساکر

۲۵۔حدیث ابی سفیان امویؓ

ا۔ابونعیم عن محمد بن کعب القرظی عن ابی سفیان بطریق ایلیا (موقوف)

۲۶۔حدیث امیر المومنین علیؓ

ا۔طبرانی من طریق الحسین عن ابیہ

ب۔ابونعیم من طریق محمد بن الحنفیہؒ

ج۔ابن مردویہ من طریق زید بن علی عن آبائہ عن علی

۲۷۔حدیث عبدالرحمٰن بن قرط الشمالیؓ

ا۔سعید بن منصور، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم (فی المعرفہ) عن عبدالرحمٰن بن قرط

۲۸۔حدیث بریدہؓ

ا۔ترمذی، حاکم صححہ، و ابونعیم، ابن مردویہ، بزار عن بریدہؓ

(۱ نہایت قلیل الروائت ہیں۔ یہی ایک حدیث ان سے بطریق صحیح محفوظ ہے۔ جو نہایت اتقان سے مروی ہے۔)

(بشکریہ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ، منقول از کتاب رحمۃ اللعالمینؐ)

Marfat.com